باسمہٖ تعالیٰ

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۷ اضافہ شدہ ایڈیشن

اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی

باسمہٖ تعالیٰ

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۷

اضافہ شدہ تیسرا ایڈیشن

اجتماعی ذکر کی مجلسوں

کا شرعی حکم

مروَّجہ مجالسِ ذکر و درود شریف منعقد کرنے اور ان میں شریک ہونے کا شرعی حکم، قولی و فعلی ذکر، احادیث و روایات اور کتبِ فقہ میں وارِد شُدہ مجالسِ ذکر کی حقیقت، بلند آواز سے ذکر کرنے، ضرب لگانے اور وجد میں آنے کی شرعی حیثیت، صحابۂ کرام، محقق علمائے دین اور اکابرِ امت کی تصریحات، فقہائے کرام اور صوفیائے کرام کے مؤقف میں ظاہری ٹکراؤ اور کئی شبہات کا حل، عربی عبارات اور حوالہ جات کی روشنی میں مسئلہ ھٰذا پر مفصّل و مدلّل بحث، دیگر اہلِ علم حضرات کی آراء و تبصرے۔

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی۔ پاکستان

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نام کتاب: اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم

مؤلف: مفتی محمد رضوان

اشاعتِ اوّل: شوال ۱۴۲۷ھ نومبر 2006ء **اشاعتِ دوم:** ربیع الاول ۱۴۲۸ھ اپریل 2007

اشاعتِ سوم: صفر ۱۴۳۱ھ فروری 2010ء

صفحات: ۱۸۴

قیمت: روپے

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان۔ فون 051-5507270

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی۔ فون 051-5771798

ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور۔ فون 042-7353255

مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ ۱۷، اردو بازار لاہور۔ فون 042-7232536

ادارہ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی۔ فون 021-2722401

دارالکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی۔ فون 021-4975025

دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔ فون 021-2631861

فہرست

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قرآن وسنت اور فقہ کے دلائل وقواعد اور اکابر کی تصریحات کی روشنی میں مروّجہ اجتماعی ذکر کی مجالس (جن میں ذکر کے لئے جمع ہونے کا اہتمام اور مخصوص ذکر کا التزام ہوتا ہے) جائز نہیں اور ان مجالس کے جواز کے متعلق جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ شرعی نقطۂ نظر سے مروّجہ مجالسِ ذکر کے جواز کے لئے ناکافی ہیں۔

اور ہمارے فقہاء واکابر نے ان دلائل کے شافی جواب بیان فرمادیئے ہیں۔

اور بہرحال احتیاط وعافیت کا راستہ یہی ہے کہ ذکر اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے طور پر قیودات سے بچ کر ذکر اللہ کی ترغیب دی جائے۔

اور ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل پر ہی موقوف ہے۔ (صفحہ نمبر ۱۶۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

یہ بات کسی بھی مسلمان سے مخفی اور پوشیدہ نہیں کہ ابتدائے آفرینش سے ہی حق و باطل کے درمیان کشمکش جاری رہی ہے اور ہر زمانے میں ہر مذہبِ حقہ کو اس سے سابقہ پڑتا رہا ہے، ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اور اس بات میں بھی اہلِ علم و اربابِ دانش کی دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ فتنے جتنے بھی رونما ہوتے رہے ہیں وہ ہمیشہ یا تو افراط کے راستہ سے آئے ہیں یا تفریط کے راستہ سے، جب بھی کوئی قوم یا جماعت یہاں تک کہ کوئی فرد اعتدال کے راستہ سے ہٹا اسی وقت وہ فتنہ میں مبتلا ہوگیا، افراط و تفریط کے راستوں سے یہ فتنے وقتاً فوقتاً دین کے مختلف شعبوں میں بھی آتے رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذریعے سے بھیجی ہوئی شریعت کو قیامت تک محفوظ رکھنے اور ایک جماعت کے (خواہ وہ تعداد میں تھوڑی بلکہ بہت تھوڑی ہی کیوں نہ ہو) حق پر قائم رہنے کا وعدہ فرمایا ہے، اس لئے اہلِ حق کی جماعت اور افراد نے فتنوں سے حفاظت کے لئے حتی المقدور کوششیں فرمائیں۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالشُّکْرُ۔

گذشتہ صدی میں اس کی تازہ مثال برصغیر میں اہلِ حق علماء، فقہاء، صوفیاء و محدثین کی وہ جماعت ہے جس کی خدمات وسیعُ الجہت اور دوررس اثرات کی حامل رہی ہیں، جس نے حق و باطل اور سنت و بدعت میں ایسا واضح فرق امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا کہ جس سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کی یاد تازہ ہوگئی، عقائد و نظریات کا معاملہ ہو یا عبادات کا یا معاملات و معاشرت کا یا تصوف و اخلاق کا، اس جماعتِ حقہ نے دین کے ہر شعبہ کو افراط و تفریط سے بالکل صاف ستھرا کر کے امت کے سامنے پیش کیا۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وقت گزرنے اور زمانۂ انحطاط کے ساتھ ساتھ ایسے عناصر کی بھی شمولیت ہوتی رہتی ہے، جن میں اعتدال کی کمی اور افراط و تفریط کی آمیزش ہوتی ہے۔

ان حالات میں جماعتِ حقہ کے صحیح پیروکار اور اہلِ علم حضرات کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ جماعتِ حقہ کے صحیح مزاج و مذاق کو واضح کریں اور مسلکِ حقہ کو افراط و تفریط سے محفوظ رکھنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

الحمدللہ تعالیٰ اس جماعتِ حقہ کے صحیح پیروکاروں کی طرف سے یہ ذمہ داری بحسن و خوبی انجام دی جاتی رہی۔ اس جماعتِ حقہ کی حق شناسی و حق پرستی کا عالم تو یہ تھا کہ اگر اپنے کسی استاذ و شیخ بلکہ شیخ الکل کی طرف سے بھی کوئی اجتہادی خطا سرزد ہو گئی تو نہ صرف یہ کہ اس کی اتباع سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا بلکہ اس کے مبنی بر خطاء ہونے کی نشاندہی بھی فرمائی اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی، چنانچہ اس جماعت کے ستونوں کو جب اپنے شیخ اور بڑوں سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا، تو فوراً وضاحت فرمائی، ان جیسے حق پرستی پر مبنی اقدامات کے تسلسل سے ہی مسلکِ حقہ چھوٹے، بڑے، ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ رہا۔

بہرحال اپنے آپ کو افراط و تفریط سے بچا کر اعتدال پر قائم رکھنا ہی دینِ اسلام اور اہلِ سنت والجماعت اور اس سلسلہ کے بزرگوں کا شعار رہا ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب تصوف و طریقت و شریعت کے احکام اور پابندیوں سے آزاد رکھا گیا، تو بدعات کا سلسلہ شروع ہوا۔

حالانکہ تصوف شریعت ہی کا ایک اہم شعبہ و حصہ ہے، لہٰذا اس کو شریعت اور فقہ کے اصولوں کے ماتحت رکھنا ضروری ہے۔

زیرِ نظر رسالہ میں ایسے ہی ایک مسئلہ پر استفتاء کے جواب میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، جو بعض حضرات کی طرف سے تصوف کی نسبت سے رائج ہو رہا ہے، اور وہ مسئلہ مختلف قیود ات و تخصیصات کے ساتھ اجتماعی ذکر کا ہے۔

ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو خیال ہو کہ اس وقت امتِ مسلمہ مختلف بیرونی حملوں کی زد میں ہے، ایسے وقت ان فروعی و جزئی مسائل کو چھیڑنا اور ان میں اپنی صلاحیتوں کو خرچ کرنا کوئی دور اندیشی و دانشمندی کی بات نہیں اور یہ طرزِ عمل داخلی انتشار کا باعث ہے؟

مگر ہمارے نزدیک یہ خیال اتنی اہمیت کا حامل نہیں، کیونکہ جس طرح مسلمانوں کی کافروں اور بیرونی فتنوں سے حفاظت ضروری ہے، جماعتِ حقہ و مسلکِ حق کی فتنوں سے حفاظت کی ضرورت

اس سے کم نہیں ہے، آخر وہ جماعت جو ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور اس کے حق پر قائم رہنے تک قیامت قائم نہ ہوگی، جو جماعت اتنی اہمیت کی حامل ہو اس کی التباس سے حفاظت کیونکر ضروری نہ ہوگی۔ ہمہ جہتی و ہمہ گیری اصلاح و خیرخواہی کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ: ''حَفِظْتَ شَيْئاً وَغَابَتْ عَنْكَ اَشْيَاءَ'' کہ ایک طرف ہی اپنا رخ کر کے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیا جاتا رہے، اور دوسرے اطراف سے صرفِ نظر کر لیا جائے، جبکہ ہمیشہ چھوٹے چھوٹے اور داخلی فتنے ہی آگے چل کر کسی بڑے فتنے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر سنت کی اشاعت و ترغیب اور بدعت و منکر سے اجتناب کی تعلیم و اشاعت اگر حق طریقہ پر حق نیت سے ہو تو نقصان کا باعث نہیں ہوا کرتی۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اس قسم کے موضوعات کو زیرِ بحث لانے سے تصوف و طریقت کے شعبہ کو نقصان پہنچتا ہے، اور وہ لوگوں میں بدنام ہوتا ہے، لہٰذا عافیت و سلامتی کا تقاضا یہ ہے کہ اس قسم کے موضوع کو نہ چھیڑا جائے؟

مگر یہ خیال بھی حقیقت پر مبنی نہیں ہے، اس لئے کہ تصوف و طریقت ہو یا کوئی اور شعبہ اس کو اصل نقصان منکرات کی اصلاح سے نہیں بلکہ خود منکرات سے پہنچا کرتا ہے، اور ان منکرات ہی کی وجہ سے وہ شعبہ درحقیقت بدنام ہوا کرتا ہے، ہر زمانہ اور ہر دور میں محققین نے دین کے نام پر رواج پانے والی بدعات و منکرات کی قلعی کھولی ہے۔ جہاں اس کے حقائق کو ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئی، وہاں اس ضرورت کو پورا کیا اور جہاں پیدا شدہ منکرات کی اصلاح کی ضرورت پیش آئی وہاں اس خدمت کو انجام دیا۔ ممکن ہے کہ بعض حضرات کے ذہنوں میں اور بھی اس قسم کے شکوک وشبہات ہوں۔

''اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' کے نام سے یہ رسالہ پہلے بھی شائع ہو چکا ہے، اس مرتبہ کی موجودہ طباعت میں کچھ اضافات اور متعدد شبہات کے جوابات شامل کئے گئے ہیں، اور بعض بزرگوں کی ہدایات کی روشنی میں کچھ اصلاحات کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

فقط وَاللہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ

محمد رضوان۔ ۱۲/ صفر المظفر/ ۱۴۳۱ھ 28/ جنوری/ 2010ء

ادارہ غفران، راولپنڈی

اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم

﴿الاستفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض حضرات جو گدی نشینی اور تصوف اور پیری مریدی کی لائن میں زیادہ مشہور ہیں، وہ جگہ جگہ مساجد یا لوگوں کے گھروں میں اجتماعی ذکر کی مجالس قائم کرتے ہیں، جہاں پیر صاحب یا ان کے کوئی نمائندے ذکر کرانے کے لئے تشریف لاتے ہیں، اور لوگ جمع ہوتے ہیں اور بآوازِ بلند اجتماعی ذکر کرتے ہیں، جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ پیر صاحب یا ان کے مقرر کردہ نمائندہ کے ساتھ حلقہ بنا کر سب لوگ بیٹھ جاتے ہیں اور مقررہ پیر صاحب یا ان کے نمائندہ کے ساتھ آواز ملا کر بلند آواز سے سب لوگ ذکر کرتے ہیں، جب ایک خاص ذکر مثلاً درود شریف ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا ذکر شروع کرایا جاتا ہے اور اس طرح ایک مخصوص تعداد میں ذکر مکمل کیا جاتا ہے ،ساتھ ہی اس مجلس میں شریک حضرات زور زور سے دائیں بائیں طرف ذکر کے ساتھ ہلتے بھی ہیں اور اس کو ضرب لگانا کہتے ہیں۔ بعض شرکاء کو ذکر کے دوران جوش اور مستی بھی سوار ہو جاتی ہے اور آواز غیر معمولی بلند ہو جاتی ہے، ایسے شخص کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ یہ بہت پہنچا ہوا اور اللہ تعالیٰ کا مقرَّب بندہ ہے، اور اس کو وَجد کا نام دیا جاتا ہے، اجتماعی ذکر کی مجالس کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے، ان لوگوں کی طرف سے مجلسِ ذکر کی لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے، اشتہارات بھی چھاپے جاتے ہیں اور مختلف طریقوں سے زبانی وتحریری طور پر اس کے اعلانات کیے جاتے ہیں اور اس خاص طریقہ پر اجتماعی انداز میں ذکر کرنے کو اصلاح کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور بعض جگہ بجلی بند کر کے اندھیرے میں ذکر کرایا جاتا ہے، بعض لوگوں کی طرف سے اس طرح ذکر کرنے کو صوفیائے کرام کا طریقہ بتلایا جاتا ہے اور اس کا فائدہ یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس طرح ذکر کرنے سے دل نرم ہوتا ہے اور لذت محسوس ہوتی ہے، یہ سلسلہ بعض اہلِ بدعت میں تو رائج تھا ہی، جس کے لئے انہوں نے مختلف مقامات پر باقاعدہ ذکر ومراقبہ ہال مقرر ومختص کر رکھے ہیں، مگر اب بعض اہلِ سنت میں بھی شروع ہو گیا ہے،

ایک مرتبہ جب اہلِ سنت کے بعض لوگوں سے اس کے بارے میں ثبوت طلب کیا گیا، تو انہوں نے بتلایا کہ احادیث میں مجالسِ ذکر کو ریاضُ الجنۃ یعنی جنت کے ٹکڑے قرار دیا گیا ہے اور انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ ''فضائلِ ذکر'' کا حوالہ دیا اور بتلایا کہ اس رسالہ میں مجلسِ ذکر کے بارے میں کافی حدیثیں اور مواد موجود ہے، اس کا مطالعہ کرو، اس سے تمہارے شبہات دُور ہو جائیں گے اسی کے ساتھ انہوں نے ایک رسالہ بھی دیا جس کا نام ہے:

''مساجد میں مجالسِ ذکرِ جہری کا استحباب''

(شرعی دلائل کے ساتھ اکابر کا معمول اور ان کے ارشاداتِ مبارکہ)

''یہ رسالہ مولانا..................صاحب نے لکھا ہے، جس پر تاریخِ اشاعت ۱۹۹۹ء۔ ۲۰۰۰ء درج ہے اور یہ رسالہ تقریباً ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے''

اس رسالہ میں انہوں نے مساجد میں ذکر بالجہر کی مجلسیں مستحب ہونے پر مختلف ثبوت پیش کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ مسجد میں ذکر بالجہر کی مجلسیں منعقد کرنے پر ہمارے اکابر کے یہاں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اُن سب کا متفقہ فیصلہ ان کے جائز اور مستحب ہونے پر ہے اور جو کوئی اس کے خلاف رائے رکھتا ہو وہ اس کی اپنی ذاتی رائے ہے، اس کو اکابر کی رائے سمجھنا غلط ہے، ان مجالسِ ذکر کے خلاف فتاویٰ تحریر کرنے والوں کو انہوں نے ذکر کا منکِر اور ذکر کا مخالف قرار دیا ہے، اس رسالہ میں انہوں نے مجالسِ ذکر کے جگہ جگہ قائم کرنے اور پھیلانے کی لوگوں کو ترغیب دی ہے، اور حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کی ایک تحریر کو بھی دلیل میں پیش کیا ہے، اس کے علاوہ کئی بزرگوں کے حوالے سے اُن کے یہاں مجالسِ ذکر قائم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

یہ رسالہ استفتاء کے ساتھ منسلک ہے۔

وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ علمائے حق کا اس بارے میں کیا موقف ہے، مدلّل انداز میں واضح کیا جائے اور ساتھ ہی منسلکہ رسالہ میں درج شدہ باتوں پر بھی روشنی ڈالی جائے تاکہ دوسروں کے لئے بھی تسلّی واطمینان کا باعث ہو؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿الجواب﴾

فضیلتِ ذکر

اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت اہم عبادت ہے، خواہ تلاوت کی شکل میں ہو یا تسبیح پڑھ کر، یا درود شریف وغیرہ پڑھ کر، جس طرح سے بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی توفیق ہو جائے بہت بڑی سعادت ہے، قرآن مجید اور احادیث میں ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اور ذکر کے مختلف فضائل وفوائد بیان کیے گئے ہیں۔

قولی وفعلی ذکر

لیکن یاد رہے کہ ذکر کے معنیٰ یاد کرنے کے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ایک تو زبان وقول سے ہوتا ہے، اور ایک اپنے عمل وفعل سے، اسی لئے محققین فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر ایک تو زبانی وقولی طریقہ پر ہوتا ہے، دوسرے عملی وفعلی طریقہ پر۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف زبانی ذکر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عملی وفعلی ذکر یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حلال وحرام اور جائز وناجائز وغیرہ احکام کی اتباع کرنا بھی ذکرِ الٰہی میں داخل ہے۔

اور بعض احادیث میں اس کو بھی ذکر اور اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاکرہ اور تعلیم وتعلم میں مشغول حضرات کو اہلِ ذکر اور ان کی مجالس کو مجالسِ ذکر کہا گیا ہے، اور اسی لئے جو شخص صرف زبانی ذکر پر اکتفا کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی نہ کرے وہ حقیقی ذکر کرنے والوں میں شامل نہیں۔ [1]

---

[1] ومعنى الآية (اى فاذكرونى اذكركم)اذكرونى بالطاعة اذكركم بالثواب والمغفرة قالهٗ سعيد بن جبير وقال ايضا الذكر طاعة اللّٰه فمن لم يطعه لم يذكره وان كثر التسبيح والتهليل وقراءة القرآن وروى عن النبى ﷺ ”من اطاع اللّٰه فقدذكر اللّٰه وان قل صلاتهٗ وصومهٗ وصنيعهٗ للخير ومن عصى اللّٰه فقدنسى اللّٰه وان كثر صلاتهٗ وصومهٗ وصنيعهٗ للخير (تفسير القرطبى جلد۲ سورة البقرة آيت نمبر ۱۵۲)

اعلم ان فضيلة الذكر غير منحصرة فى التسبيح والتهليل والتحميد والتكبير ونحوها بل كل عامل للّٰه تعالىٰ بطاعة فهو ذاكر اللّٰه تعالىٰ كذاقالهٗ سعيدبن جبير رضى الله عنه وغيرهٗ من العلماء وقال عطاء رحمه اللّٰه، مجالس الذكر هى مجالس الحلال والحرام كيف تشترى وتبيع وتصلى وتصوم وتنكح وتطلق وتحج واشباه هٰذا (الاذكار للنووى ،مقدمة المؤلف) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس اوّل تو قولی و فعلی ذکر کے مذکورہ عام مفہوم کو نظر انداز کر کے ذکر کو صرف زبان کے ساتھ خاص نہیں سمجھنا چاہیے۔ دوسرے زبانی ذکر (جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے) اس کے لئے بھی کسی خاص ایسی ہیئت کو مخصوص کر لینا جو شریعت سے ثابت نہ ہو، درست نہیں، کیونکہ یہ ذکر عبادتِ مطلقہ ہے، اور عبادتِ مطلقہ کو عبادتِ مقیدہ کا درجہ دے دینا غلط ہے۔

صحابۂ کرام اور اسلاف کا طریقۂ ذکر

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلفِ صالحین دونوں قسم کے (یعنی قولی و فعلی) ذکر کیا کرتے تھے۔

چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فعلی و عملی ذکر سے تو ان کی پوری زندگی بھری ہوئی ہے، ان کا ہر ہر عمل شریعت کی ترجمانی کی حیثیت رکھتا ہے، ان کی تمام مجالس اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور سنتوں کے تذکرے سے منور ہوتی تھیں، جو کہ مجالسِ ذکر کا مصداق تھیں۔

اس کے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا گھر اور مساجد میں زبانی ذکر و تسبیح کرنا روایات سے ثابت ہے لیکن ان کے یہاں نہ کسی خاص ذکر کی پابندی تھی اور نہ ہی کوئی کسی دوسرے کے ذکر کا پابند تھا، اور نہ خاص اس غرض کے لئے مجلس و محفل قائم کر کے ایک دوسرے کو مدعو کیا جاتا تھا، بلکہ یہ حضرات مسجد اور گھر میں اپنے اپنے طور پر تلاوت و استغفار سے لے کر تسبیح و تحمید تک مختلف قسم کے اذکار و کلمات حسبِ منشاء کیا کرتے تھے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هٰذا باب فی بیان فضل ذکر اللّٰہ تعالیٰ والمراد بذکر اللّٰہ هنا الاتیان بالالفاظ الذی ورد الترغیب فیها والاکثار منها وقد یطلق ذکر اللّٰہ ویراد به المواظبة علی العمل بما اوجبه اللّٰہ تعالیٰ او ندب الیه کقراءة القرآن وقراءة الحدیث ومدارسة (عمدة القاری جلد ۲۳ باب فضل ذکر اللّٰہ عزوجل)

[۱] وقد ذکر ابن بطال رحمه الله فی شرح البخاری عن العلماء أنهم قالوا :الأحادیث الواردة عن النبی صلی الله علیه وسلم یحتاج فیها إلی معرفة تلقی الصحابة لها کیف تلقوها من صاحب الشریعة صلوات الله علیه وسلامه فإنهم أعرف بالمقال وأفقه بالحال انتهی ؟ .

وما ذکره من الأحادیث لیس فی شیء منها ما ینص علی أنهم اجتمعوا علی ما ترجم علیه أما قوله علیه الصلاة والسلام ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله فلم یذکر فیه أنهم اجتمعوا علی ذلک یتراسلون بینهم صوتا واحدا ، بل ذلک عام هل کان علی صوت واحد أم لا ؟ وقد دل الدلیل علی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے کوئی وقت وغیرہ کی قید نہیں، کسی خاص ہیئت اور حالت کی یا دوسرے کے ساتھ ذکر کرنے کی پابندی نہیں، اور ایک مقام پر جمع ہونے کی شرط نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد پر اُبھارا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۱۹۱)

ترجمہ: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں، کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی۔

اس طرح بغیر کسی قید وشرط کے ذکر کرنے اور کثرت سے ذکر کرنے میں نہ کوئی کلام ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے۔

چنانچہ صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین مساجد میں بھی زبانی ذکر وتسبیح کے ماہانہ یا ہفتہ وار پروگرام کے بجائے یومیہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر مختلف اذکار واوراد میں مشغول ہوتے تھے، اگر کچھ لوگوں نے تعلیم وتعلّم اور درس وتدریس میں مشغولی اختیار کرنی ہوتی، تو وہ ایک طرف ہو جاتے اور جن حضرات نے اپنے ذکر واذکار کے معمولات پورے کرنے ہوتے وہ الگ ہو جاتے، تاکہ ایک کی وجہ سے دوسرے کو خلل نہ ہو، اور ہر ایک اپنے اپنے معمول کو سہولت کے ساتھ پورا کر سکے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أنهم لم يكونوا يفعلون ذلک بل دل الدليل على عدم ارتكابهم ذلک ونهيهم عنه ....(وبعد اسطر)......وقد تقدم ذكرهم كيف كان بعد صلاة الصبح والعصر وأنهم كانوا مجتمعين فى المسجد يسمع لهم فيه دوى كدوى النحل كل إنسان يذكر لنفسه على ما نقل عنهم. وقد تقدم أنهم كانوا لا يرفعون أصواتهم بالذكر ولا بالقراء ة ولا يفعلون ذلک جماعة، وقد تقدم حديث ابن مسعود إنكاره على من فعل ذلک بعدهم وقوله لهم : والله لقد جئتم ببدعة ظلما أو لقد فقتم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم علما ، وقد تقدم نهيه عليه الصلاة والسلام بقوله : لا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن ومحال فى حقهم أن يكون عليه الصلاة والسلام نهاهم عن رفع الصوت بالقرآن فيجتمعون للذكر رافعين أصواتهم به ؛ لأنهم كانوا أعظم الناس مبادرة لامتثال أوامره عليه الصلاة والسلام واجتناب مناهيه ولا يظن فيهم غير ما وصف المولى سبحانه وتعالى عنهم فى كتابه العزيز بقوله عز من قائل وكانوا أحق بها وأهلها (المدخل لابن الحاج جلد ۱ صفحه ۹۰، فصل فى العالم وكيفية نيته وهديه وأدبه)

الاحاديث ليس فى شئ منها نص على المراد الذى ترجم عليه الامن طريق الاحتمال وقدنقل عنهم وتقرر من احوالهم رضى الله عنهم ترک ذالک المحتمل واذاكان ذالک كذالک فاين فعل السلف والخلف (المدخل لابن الحاج جلد ۱ صفحه ۹۳، فصل فى العالم وكيفية نيته)

کوئی تلاوت میں مشغول ہوتا، کوئی تکبیر (یعنی اللہ اکبر) میں، کوئی تسبیح (یعنی سبحان اللہ) میں، کوئی تہلیل (یعنی لا الٰہ الا اللہ) میں، اور کوئی تحمید (یعنی الحمد للہ) میں، اور کوئی درود شریف میں، اور کوئی توبہ استغفار اور دعا و نوافل میں۔

غرضیکہ کوئی دوسرے کے ذکر کا پابند نہیں تھا، ہر ایک اپنی سہولت وفرصت اور موقع کی مناسبت سے ذکر کیا کرتا تھا، اور جب جس کا ذکر پورا ہو جاتا تو فارغ ہو کر اپنی دیگر ضروریات میں مشغول ہو جاتا اس طرح کسی پابندی والتزام کے بغیر مساجد میں ذکر کی مجالس قائم ہوتی تھیں، جو حضرات اذکار واوراد میں مشغول ہوتے، نہ تو وہ خاص ذکر کی مجلس کے عنوان سے جمع کئے جاتے تھے، اور نہ ہی وہ کسی کو مقتداء بنا کر بیک زبان ایک ہی ذکر کرنے کے پابند تھے۔

اور مساجد کے علاوہ گھروں میں بھی ہفتہ وار یا ماہانہ پروگرام کے بغیر ذکر کا ماحول ہوتا، مثلاً صبح فجر سے پہلے، یا فجر کے بعد نماز سے فارغ ہو کر گھر کے افراد اپنے اپنے طور پر ذکر وتلاوت میں مشغول ہو جاتے، اور ہر ایک اپنی حسبِ استعداد ذکر وتلاوت وعبادت کیا کرتا تھا، اور گھروں میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

اور اس طرح گھروں میں بھی کسی پابندی والتزام کے بغیر ذکر وتسبیح کی مجالس قائم ہو جاتیں۔

یہاں بھی خاص ذکر وتسبیح کرنے کے لئے گھر سے باہر کے لوگوں کو مدعو نہیں کیا جاتا تھا، اور نہ ہی وہ کسی کو مقتداء بنا کر بیک زبان ایک ہی ذکر کرنے کے پابند تھے۔

اسی طرح صوفیائے کرام کے قائم کردہ خانقاہوں میں بھی مذکورہ قیود وتخصیص کے بغیر ذکر کا معمول تھا، ان خانقاہوں میں مختلف اطراف سے لوگ اپنی اصلاح کے لئے حاضر ہوتے، جہاں ان کی اصلاح وتزکیۂ نفس سے متعلق وعظ کی مجلسیں قائم ہوتیں، اور بہت سے مشائخ وصوفیاء کی یہ وعظ کی مجلسیں ''مجالس'' کے عنوان سے آج بھی شائع شدہ اور مطبوع شکل میں موجود ہیں۔

اسی کے ساتھ مشائخ کی طرف سے مریدین کو حسبِ استعداد مختلف اذکار واوراد تجویز کئے جاتے، اور وہ خانقاہ میں مقیم ہونے کے دوران اپنے اپنے اذکار کے معمولات کو پورا کرتے۔

بعض اوقات وعظ کی مجلسوں کی طرح خانقاہی معمولات میں ذکر کے لئے بھی وقت مقرر ہوتا، جس

میں خانقاہ میں موجود سب حضرات اپنے شیخ کی طرف سے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنے حجروں میں یا خانقاہ کی مسجد میں بیٹھ کر ذکر کرتے (خواہ سراً ہو یا جہراً) لیکن ہر ایک اپنے شیخ کی طرف سے تجویز کیا ہوا ذکر انفرادی طریقے کے مطابق کیا کرتا تھا، خواہ تلاوت کی شکل میں ہو، یا تسبیح وتہلیل وغیرہ کی شکل میں۔

اور جب جس کا معمول پورا ہو جاتا وہ اپنے دیگر معمولات میں مشغول ہو جاتا۔

پھر بعض اوقات کسی مصلحت سے اس نشست میں شیخ بھی موجود ہوتے۔

لیکن یہ بات قدرِ مشترک کے طور پر پائی جاتی تھی کہ مریدین کو خاص ذکر کے لئے یہاں جمع نہیں کیا جاتا تھا، نہ اس کے لئے کوئی اعلان واشتہار ہوتا تھا، اور نہ مخصوص ذکر کا سب کے لئے التزام ہوتا تھا اور نہ ہی کوئی ایک شخص ذکر کرانے کے لئے متعین ہوتا تھا۔

غرضیکہ مذکورہ تمام صورتوں میں ایک وقت اور ایک جگہ کی حد تک تو اتفاقی اجتماع ہو جاتا تھا، لیکن موجودہ دور کی مروجہ ذکر کی مجلسوں میں پائی جانے والی قیود (مثلاً خاص ذکر کے لئے تداعی، اور سب کے لئے مخصوص ذکر کا التزام جیسی تخصیصات) نہیں تھیں۔ [۱]

---

[۱] وَلَایَتَحَلَّقُوْنَ لِلَاذْکَارِوَالصَّلَوَاتِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ فِی الْمَسَاجِدِ وَلَافِیْ بُیُوْتِھِمْ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۶۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثالث)

وقدتقدم ذکرھم کیف کان بعدصلاۃ الصبح والعصروانھم کانوامجتمعین فی المسجد یسمع لھم فیہ دوی کدوی النحل کل انسان یذکرلنفسہٖ علیٰ مانقل عنھم . وقدتقدم انھم کانوالایرفعون اصواتھم بالذکرولابالقراء ۃ ولایفعلون ذالک جماعۃ وقدتقدم حدیث ابن مسعودحین انکارہٗ علیٰ من فعل ذالک بعدھم وقولہٗ لھم واللّٰہ لقدجئتم ببدعۃ ظلماًاولقدفقدتم اصحاب محمدصلی اللہ علیہ وسلم علماً (المدخل لابن الحاج جلد ۱ صفحہ ۹۰ و ۹۱، فصل فی العالم وکیفیۃ نیتہ ملخصا)

جب کہ آج کل کی مروجہ مجالسِ ذکر میں بعض غیر مشروع قیود وتخصیصات (مثلاً تداعی اور سب کے لئے مخصوص ذکر کا التزام) ہیں۔

مروَّجہ اجتماعی ذکر کے مکروہ وممنوع ہونے کا ثبوت

لیکن سوال میں مخصوص اجتماعی ذکر کی مجالس کے بارے میں جو سوال کیا گیا ہے (جن میں ذکر کے لئے تداعی ہوتی ہے، اور ایک ہی ذکر کا التزام ہوتا ہے، اور اس جیسی دوسری قیودات ہوتی ہیں، اور ہمارے زیرِ بحث اسی قسم کی اجتماعی ذکر کی مجالس ہیں) تو اس قسم کی مجالس قرآن وحدیث، صحابۂ کرام، فقہائے عظام اور سلفِ صالحین سے ثابت نہیں، بلکہ فقہائے کرام واکابرِ عظام کی تصریحات کے مطابق مکروہ وممنوع ہے۔

کیونکہ اوّلاً تو جس عمل کی کوئی خاص ہیئت اور طریقہ خیر القرون سے ثابت نہ ہو اس میں اپنی طرف سے کوئی خاص ترکیب وترتیب تجویز کر لینا اور اس طریقہ کو ثواب سمجھ لینا درست نہیں۔ [۱]

دوسرے ذکر ایک مستحب اور نفلی درجے کا ایسا عمل ہے، کہ نہ اس کے لئے جمع ہونے کی ضرورت ہے اور نہ اس غرض کے لئے لوگوں کو بلانا اور اکٹھا کرنا درست ہے، اس کے لئے لوگوں کو جمع کرنا اور اس غرض کے لئے لوگوں کو تحریری یا زبانی طور پر مدعو کر کے اور دعوت دے کر خاص اس غرض کے لئے مجلسیں ومحفلیں جمانا، فقہائے کرام کی بیان فرمودہ ''تداعی'' کے مفہوم میں داخل ہے، اور تداعی کے ساتھ یہ عمل مکروہ ہے۔

ان مروجہ زیرِ بحث مجالسِ ذکر کے مکروہ وممنوع ہونے کی بنیادی وجوہات تو یہی ہیں، اور اس کے علاوہ دیگر وجوہات بھی مروّجہ مجالسِ ذکر میں پائی جاتی ہیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ [۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو: تحفۃ المسلمین جلد ا صفحہ ۶۱، مؤلفہ: مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ، خلیفۂ اجل: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ۔

اور مروجہ مجالسِ ذکر کے مدعیان وحامیان بذاتِ خود ان مروجہ مجالسِ ذکر کو سنت ومستحب بلکہ بعض تو اصلاح کے لئے ضروری عمل سمجھتے ہیں، اور ان امور کی صراحت ووضاحت ان کی طرف سے متعلقہ رسائل میں جا بجا مذکور ہے۔

[۲] ملحوظ رہے کہ مروَّجہ مجالسِ ذکر کے ممنوع ہونے کی بنیادی وجہ ذکر کا جہر سے کرنا نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ اس کی اصل وجہ اس مروجہ طریقہ اور کیفیت کا محدَث ومکروہ ہونا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری وابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات سے ثبوت

(۱)......امام دارمی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حکم بن مبارک نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یحییٰ بن عمرو سے سنا انہوں نے اپنے والد عمرو بن سلمۃ سے سنا کہ:

كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ صَلاَةِ الْغَدَاةِ ، فَإِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ ، فَجَاءَ نَا أَبُوْ مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ فَقَالَ :أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بَعْدُ؟ قُلْنَا :لاَ ، فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيْعاً ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مُوسٰى :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّىْ رَأَيْتُ فِى الْمَسْجِدِ آنِفاً أَمْراً أَنْكَرْتُهُ ، وَلَمْ أَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ إِلَّا خَيْراً .

قَالَ :فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ :إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ -قَالَ -رَأَيْتُ فِى الْمَسْجِدِ قَوْماً حِلَقاً جُلُوْساً يَنْتَظِرُوْنَ الصَّلاَةَ ، فِىْ كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ ، وَفِىْ أَيْدِيْهِمْ حَصًى فَيَقُوْلُ :كَبِّرُوْا مِائَةً ، فَيُكَبِّرُوْنَ مِائَةً ، فَيَقُوْلُ :هَلِّلُوْا مِائَةً ، فَيُهَلِّلُوْنَ مِائَةً ، وَيَقُوْلُ :سَبِّحُوْا مِائَةً فَيُسَبِّحُوْنَ مِائَةً.

قَالَ :فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ :مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئاً انْتِظَارَ رَأْيِکَ أَوِ انْتِظَارَ أَمْرِکَ .قَالَ :أَفَلاَ أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَعُدُّوا سَيِّئَاتِهِمْ وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ .ثُمَّ مَضٰى وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتّٰى أَتٰى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ :مَا هٰذَا الَّذِىْ أَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالُوْا :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَصًى نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ وَالتَّسْبِيْحَ .قَالَ :فَعُدُّوْا سَيِّئَاتِكُمْ فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَىْءٌ ، وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ ، هٰؤُلاَءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- مُتَوَافِرُوْنَ وَهٰذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ ، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ فِىْ يَدِهٖ

إِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدٰى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ، أَوْ مُفْتَتِحِيْ بَابِ ضَلَالَةٍ . قَالُوْا :وَاللهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ .قَالَ :وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيْبَهُ ، إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْماً يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ ، وَايْمُ ا للهِ مَا أَدْرِيْ لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ .ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلِمَةَ :رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولٰئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ (سنن الدارمی ،باب فی کراهیة اخذالرأی)

ترجمہ: ہم فجر کی نماز سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھتے تھے، جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ (فجر کی نماز کے لئے) مسجد جایا کرتے تھے،اسی دوران ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ کیا ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ابھی گھر سے تشریف نہیں لائے ؟ ہم نے کہا کہ نہیں ،تو وہ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے ، پھر جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے ،تو ہم سب کھڑے ہوگئے، پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ، میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی بات دیکھی ہے جو میں نے بُری سمجھی (کیونکہ یہ بات حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ثابت نہیں) اورالحمدللہ میری نیت خیر اور بھلائی یعنی اصلاح کی ہے،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کیا بات ہے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ بھی جلد ہی دیکھ لیں گے، وہ یہ ہے کہ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے حلقے بنا رکھے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو تو لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر کہتے

ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو بار لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہو تو وہ سو بار لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہو تو وہ سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہ پڑھتے ہیں۔

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں کچھ نہیں کہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ (موجودہ طرزِ عمل کے بجائے) اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں ان لوگوں کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے، پھر ان سے پوچھا یہ میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر، تہلیل اور تسبیح شمار کر کے پڑھ رہے ہیں (اور ہم کوئی گناہ والا کام نہیں کر رہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہوں کو شمار کرو، اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ اے امتِ محمد! تم پر افسوس ہے کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہوگئی، کہ تمہارے نبی ﷺ کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے (اور تم اتنی جلدی حضور ﷺ اور صحابۂ کرام کے طریقہ سے ہٹ گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں (نعوذ باللہ تعالیٰ) محمد ﷺ کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے (کیونکہ یہ طریقہ محمد ﷺ کے طریقہ سے ہٹ کر ہے) یا پھر تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو (کیونکہ یہ عمل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے) انہوں نے کہا! اے عبداللہ بن مسعود! اللہ کی قسم، ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جن کو ہرگز خیر حاصل نہیں ہوتی (لہٰذا تمہارا خیر کا ارادہ کرنے سے یہ بدعت والا کام ثواب کا شمار نہیں ہوگا) بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا (اس لئے ان کے حق میں یہ قرآن پڑھنا، جو کہ کارِ خیر ہے، ہدایت کا ذریعہ نہیں ہوگا) اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس سے چلے گئے۔ حضرت عمرو بن سلمہ (اس روایت کے راوی) فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگِ نہروان میں لڑ رہی تھی (اعاذنا اللہ منہ، ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے، اور اس کے صحیح ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

چنانچہ امام دارمی رحمہ اللہ اس کو حضرت حکم بن مبارک سے روایت کرتے ہیں، اور حضرت حکم بن مبارک کو محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ [۱]

---

[۱] (البخاری فی الادب المفرد والترمذی). الحکم بن المبارک الباهلی مولاهم أبو صالح الخاشتی. ویقال الخواشتی البلخی. روی عن مالک وأبی عوانه والولید بن مسلم وزیاد ابن الربیع وحماد بن زیاد وعباد بن عباد وعبد الله بن ادریس وعیسی بن یونس وغیرهم. وعنه زکریاء بن یحیی ویحیی بن بشر البلخیان وعبد الله الدارمی وإسحاق بن ابراهیم ابن جبلة وآخرون. قال أبو عبد الله بن مندة أحد الثقات وذکره ابن حبان فی الثقات وقال خاشت ناحیة المصلی ببلخ قال البخاری مات سنة ۲۱۳ أو نحوها. له عند الترمذی حدیث واحد فی الملحمة الکبری وقلت: وقال ابن السمعانی خواشت من قری بلخ وهو حافظ ثقة وعده ابن عدی فی ترجمة أحمد بن عبدالرحمن الوهبی فیمن یسرق الحدیث (تهذیب التهذیب ج۲ ص۳۷۶)

الحکم بن المبارک الباهلی. مولاهم البلخی الخاشتی، أبو صالح. عن: مالک، وحماد بن زید، وشریک، ومحمد بن راشد المکحولی. وعنه: أبو محمد الدارمی، ویحیی بن بشر، ویحیی بن زکریا البلخیان. وثقه ابن حبان. وأخرج له الترمذی، والبخاری فی کتاب الأدب. وقد روی عبد بن حمید فی مسنده، عن الدارمی، عنه حدیثاً، وقع لنا موافقةً بعلوٍ من کتاب الدارمی. قال البخاری: مات سنة ثلاث عشرة أو نحوها (تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام. تألیف: شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی، تحت ترجمة الحکم بن المبارک الباهلی)

مات الحکم بن مبارک مولی باهلة البلخی الخاستی أبو صالح سنة ثلاث عشرة ومائتین أو نحوها (التاریخ الصغیر للبخاری ج۲ ص۲۹۹)

اوراس روایت کے دوسرے راوی عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ ہیں۔ [۱]

اورعمرو بن یحییٰ ثقہ ہیں، ان کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخِ کبیر میں بغیر جرح کے ذکر فرمایا ہے۔ [۲]

جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت جرح کرنے کی ہے۔ [۳]

---

[۱] ملحوظ رہے کہ بعض نسخوں میں غلطی سے واؤ کے بغیر عمر بن یحییٰ چھپ گیا ہے، حالانکہ صحیح عمرو بن یحییٰ ہے، کیونکہ عمرو بن یحییٰ ہی کی اپنے والد ''یحییٰ بن عمرو'' اوران کی اپنے والد ''سلمۃ بن عمرو'' سے سماعت ثابت ہے، اوراس روایت کے اخیر میں عمرو بن سلمۃ کی صراحت بھی ہے، نیز ابنِ ابی شیبۃ نے عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ کے پورے نام کے حوالہ سے اس حدیث کا ایک حصہ اس طرح روایت فرمایا ہے:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، قَالَ :كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ بَابِ عَبْدِ اللهِ نَنْتَظِرُ أَنْ يَخْرُجَ إلَيْنَا فَخَرَجَ ، فَقَالَ :إنَّ رَسُولَ اللهِ حَدَّثَنَا ، أَنَّ قَوْمًا يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ ,يَمْرُقُونَ مِنَ الإِسْلاَمِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ,وَايْمُ اللهِ لاَ أَدْرِي لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ ، قَالَ :فَقَالَ :عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ :فَرَأَيْنَا عَامَّةَ أُولَئِكَ يُطَاعِنُونَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ(الْمُصَنَّفُ لِابْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ ،كتاب الجمل باب ماذكر في الخوارج)

و هذا إسناد صحيح ,إلا أن قوله " :عمر بن يحيى "أظنه خطأ من النساخ ,و الصواب " :عمرو بن يحيى , "و هو عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة ابن الحارث الهمدانی .كذا ساقه ابن أبی حاتم فی كتابه "الجرح و التعديل(۲۶۹/۱/۳)و ذكر فی الرواة عنه جمعا من الثقات منهم ابن عيينة ,و روی عن ابن معين أنه قال فيه " :صالح" .و هكذا ذكره على الصواب فی الرواة عن أبيه ,فقال (۱۷۶/۲/۴) " : يحيى بن عمرو بن سلمة الهمدانی ,و يقال :الكندی .روی عن أبيه روی عنه شعبة و الثوری و المسعودی و قيس بن الربيع و ابنه عمرو بن يحيى . "و لم يذكر فيه جرحا و لا تعديلا و يكفی فی تعديله رواية شعبة عنه ,فإنه كان ينتقی الرجال الذين كانوا يروی عنهم , كما هو مذكور فی ترجمته ,و لا يبعد أن يكون فی "الثقات "لابن حبان ,فقد أورده العجلی فی "ثقاته "و قال " :كوفی ثقة(عون الودود لتيسير ما فی السلسلة الصحيحة من الفوائد و الردود ،كتاب العقيدة)

[۲] عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانی الكوفی، سمع اباه، سمع منه سعيد بن سليمان ويقال :الكندی(التاريخ الكبير للبخاری ج۶ ص ۳۸۲)

[۳] چنانچہ علامہ ابنِ قیم عکرمہ بن ابراہیم کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَعَلَّهُ الْبَيْهَقِيّ بِانْقِطَاعِهِ وَتَضْعِيفِهِ عِكْرِمَةَ بْنِ إبْرَاهِيمَ .قَالَ أَبُو الْبَرَكَاتِ بْنُ تَيْمِيّةَ : وَيُمْكِنُ الْمُطَالَبَةُ بِسَبَبِ الضّعْفِ فَإِنّ الْبُخَارِيّ ذَكَرَهُ فِي "تَارِيخِهِ "وَلَمْ يَطْعَنْ فِيهِ وَعَادَتُهُ ذِكْرُ الْجَرْحِ وَالْمَجْرُوحِينَ وَقَدْ نَصّ أَحْمَدُ وَابْنُ عَبّاسٍ قَبْلَهُ أَنّ الْمُسَافِرَ إذَا تَزَوّجَ لَزِمَهُ الْإِتْمَامُ وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ وَأَصْحَابِهِمَا وَهَذَا أَحْسَنُ مَا اُعْتُذِرَ بِهِ عَنْ عُثْمَانَ (زاد المعاد، مبحث فی قصر الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ابن ابی حاتم نے ابنِ معین سے ان کا ثقہ ہونا نقل فرمایا ہے، نیز ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ [1]

اور تیسرے راوی یحییٰ بن عمرو ہیں، ان کو بھی امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں بغیر جرح کے ذکر فرمایا ہے، اور امام عجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، ان سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور علامہ ابنِ قیم کا مندرجہ بالا کلام نقل کرنے کے بعد صاحبِ اعلاء السنن فرماتے ہیں:

قلت اراد بهذا الكلام تحسين الحديث، بان راويه قد وثقه البخارى بترك الطعن فيه، وهو توثيق منه فلايقبل فيه الجرح الا مفسراً ولم يوجد، وبان ابن عباس واحمد واباحنيفة ومالكا اخذوا به واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح لهٗ فالحديث حسن (اعلاء السنن، جلد۷، صفحه ۳۲۷، ۳۲۸، باب اذا تزوج المسافر بلداً وله فيه زوجة فليتم وان لم ينو الاقامة)

[1] عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانى سمع اباه روى عنه ابن ابى شيبة وابن نمير وعبد الله بن عمر وابراهيم بن موسى وعبد الله ابن سعيد الاشج سمعت ابى يقول ذلك، نا عبد الرحمن قال ذكره ابى عن اسحاق ابن منصور عن يحيى بن معين انه قال عمرو بن يحيى بن سلمة ثقة .(الجرح والتعديل لابنِ ابى حاتم، تحت رقم ۱۴۸۷)

عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانى من أهل الكوفة يروى عن أبيه (ثقات ابنِ حبان ج۸ص ۴۸۰)

[2] يحيى بن عمرو بن سلمة الهمدانى ويقال الكندى الكوفى عن أبيه روى عنه الثورى وشعبة وعاصم الاحول(التاريخ الكبير للبخارى ج۸ص ۲۹۲)

يحيى بن عمرو بن سلمة كوفى ثقة وأبوه كوفى تابعى ثقة (معرفة الثقات للعجلى ج ۲ ص ۳۵۶،تحت رقم الترجمة ۱۹۹۰)

يحيى بن عمرو بن سلمة الهمدانى ويقال الكندى روى عن ابيه روى عنه شعبة والثورى والمسعودى وقيس بن الربيع وابنه عمرو بن يحيى سمعت ابى يقول ذلك(الجرح والتعديل لابنِ ابى حاتم ج۹ ص ۱۷۶)

يحيى بن عمرو بن سلمة الهمدانى عن أبيه روى عنه أبو حنيفة والثورى وشعبة والمسعودى وآخرون (الإيثار بمعرفة رواة الآثار لابنِ حجر حرف الياء آخر الحروف، تحت رقم الترجمة ۲۶۷، ج ۱ ص ۱۹۰)

يحيى بن عمرو بن سلمة الهمدانى ، الكوفى .حدث (عن) : أبيه .روى عنه :ابنه عمرو ، ومسعر بن كدام ، وشعبة ، وسفيان الثورى ، وعبد الرحمن المسعودى ، وقيس بن الربيع (غنية الملتمس ايضاح الملتبس لأبى بكر أحمد بن على بن ثابت الخطيب،المتوفیٰ ۴۶۳ھ، ج ۱ ص ۴۳۸)

اور چوتھے راوی عمرو بن سلمۃ ہیں، ان کو ابنِ حبان نے ثقہ فرمایا ہے، اور امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں ان کا تذکرہ بغیر جرح کے فرمایا ہے، لہٰذا یہ بھی ثقہ ہیں۔ ۱

۱ عمرو بن سلمة بن الخرب الهمدانى من أهل الكوفة سمع على بن أبى طالب وعبد الله بن مسعود وسليمان بن ربيعة روى عنه ابنه يحيى والشعبى ويزيد بن أبى زياد وكان ممن حضر حرب الخوارج بالنهروان وورد المدائن أخبرنا احمد بن عمر بن روح النهروانى بها حدثنا محمد بن إبراهيم بن سلمة الكهيلى الكوفى أخبرنا محمد بن عبد الله بن سليمان الحضرمى حدثنا عبد الله بن عمر بن أبان حدثنا عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة الهمدانى قال سمعت أبى يحدث عن أبيه عمرو بن سلمة الهمدانى عن عبد الله ان رسول الله صلى الله عليه و سلم حدثنا ان قوما يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية وايم الله ما أدرى لعل أكثرهم منكم قال رأينا عامة أصحاب تلك الحلق يطاعوننا يوم النهروان مع الخوارج أخبرنا بن الفضل أخبرنا على بن إبراهيم المستملى حدثنا أبو احمد بن فارس حدثنا البخارى قال قال لى احمد حدثنا أبو نعيم قال مات عمرو بن حريث وعمرو بن سلمة سنة خمس وثمانين ودفنا فى يوم(تاريخ بغداد للخطيب البغدادى، ج۱۲ ص ۱۶۲، باب ذكر من اسمه عمرو، تحت رقم الترجمة ۶۶۵۰)

عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانى، ويقال :الكندى الكوفى، والد يحيى بن عمرو بن سلمة...... وذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات" ، وقال :مات سنة خمس وثمانين، ودفن مع عمرو بن حريث فى يوم واحد، وهو أخو عبد الله بن سلمة.روى له البخارى فى "الأدب "حديثا واحدا عن عبد الله بن مسعود "مامن مسلمين إلا بينهما ستر من الله، فإذا قال أحدهما لصاحبه كلمة هجر فقد خرق ستر الله، وإذا قال أحدهما للآخر أنت كافر، فقد كفر. (تهذيب الكمال ج۲۲ص۴۹)

عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانى الكوفى، سمع سلمان بن ربيعة وعليا رضى الله عنه، قال ابن ابى الاسود حدثنا عبد الواحد عن عاصم :سمع يحيى بن عمرو بن سلمة الكندى :عن ابيه، وقال سعيد بن سليمان حدثنا عمرو بن يحيى بن سلمة :سمع اباه عن ابيه :سمع ابن مسعود رضى الله عنه :حدثنا النبى صلى الله عليه وسلم ان قوما يقرء ون القرآن لا يجاوز تراقيهم، قال احمد حدثنا أبو نعيم :مات عمرو ابن حريث وعمرو بن سلمة سنة خمس وثمانين دفنا فى يوم، وقال أبو عوانة عن الشيبانى عن عامر :اخبرنى عمرو بن سلمة الكندى (التاريخ الكبير ج۶ص۳۳۷)

عمرو بن سلمة الهمدانى وهو ابن سلمة بن الحارث الكوفى سمع سلمان بن ربيعة عن على وروى عن ابن مسعود عن النبى صلى الله عليه وسلم سمعت ابى يقول ذلك قال أبو محمد روى عن عمرو بن سلمة ابنه يحيى وهو يحيى بن عمرو بن سلمة (سمعت ابى يقول اخطأ البخارى فى عمرو بن سلمة حيث جمع بينهما وهذا جرمى وذاك همدانى كذا فيه (الجرح والتعديل لابنِ ابى حاتم ج۶ ص۲۳۵)

(۲)......اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے بھی اس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ عمرو بن سلمۃ سے اس طرح روایت کیا ہے:

فَأَتَى أَبُوْ مُوسٰى، فَقَالَ :أَخْرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ :فَخَرَجَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى :مَا جَاءَ بِكَ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ ":لَا وَاللهِ إِلَّا أَنِّي رَأَيْتُ أَمْرًا ذَعَرَنِي وَإِنَّهُ لَخَيْرٌ، وَلَقَدْ ذَعَرَنِي وَإِنَّهُ لَخَيْرٌ، قَوْمٌ جُلُوْسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يَقُوْلُ لَهُمْ :سَبِّحُوْا كَذَا وَكَذَا، احْمَدُوْا كَذَا وَكَذَا"، قَالَ :فَانْطَلَقَ عَبْدُ اللهِ وَانْطَلَقْنَا مَعَهُ حَتّٰى أَتَاهُمْ، فَقَالَ ":مَا أَسْرَعَ مَا ضَلَلْتُمْ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَاءٌ وَأَزْوَاجُهُ شَوَابٌّ، وَثِيَابُهُ وَآنِيَتُهُ لَمْ تُغَيَّرْ، أَحْصُوْا سَيِّئَاتِكُمْ فَأَنَا أَضْمَنُ عَلَى اللهِ أَنْ يُّحْصِيَ حَسَنَاتِكُمْ "(المعجم الكبير،حديث نمبر ٨٥٥٧)

ترجمہ: تو پھر ابو موسیٰ اشعری تشریف لائے، اور پوچھا کہ کیا ابو عبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعود) ابھی تک گھر سے تشریف نہیں لائے؟ (ہم نے کہا کہ نہیں) تھوڑی دیر بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ اس وقت آپ کو کیا چیز لے کر آئی ہے؟

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، کوئی بات نہیں، مگر یہ کہ میں نے ایک ایسی بات دیکھی جس سے مجھے ڈر پیدا ہوا اور وہ بظاہر اچھی بات نظر آ رہی ہے، اور وہ بات ہی ایسی ہے کہ بظاہر اس کے اچھی ہونے کے باوجود مجھے اس سے ڈر ہو رہا ہے، وہ یہ کہ مسجد میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی انہیں کہہ رہا ہے کہ اتنی اتنی تسبیح پڑھو، اور اتنی اتنی حمد کرو۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس گئے، اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچ گئے، تو آپ نے فرمایا، ''کہ تم لوگ اتنی جلدی گمراہی میں مبتلا ہو گئے، دراں حالیکہ ابھی حضور ﷺ

کے صحابۂ کرام حیات ہیں، اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بوڑھی نہیں ہوئیں، اور آپ ﷺ کے کپڑے اور برتن ابھی تک متغیر نہیں ہوئے، تم (اس طرح تسبیحات کو شمار کرنے کے بجائے) اپنے گناہوں کو شمار کرو، میں اللہ پر بھروسہ کر کے ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو شمار فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

یہ روایت سند کے اعتبار سے اگر چہ کچھ کمزور ہے۔ [۱]

لیکن گزشتہ صحیح روایت کے اس کا شاہد ہونے کی وجہ سے حسن درجہ میں داخل ہے۔ [۲]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(الف)......صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اس طرح کا اجتماعی ذکر رائج نہ تھا، جس

---

[۱] قال الهيثمي:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ ، وَفِيهِ مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ ، وَثَّقَهُ النَّسَائِيُّ ، وَضَعَّفَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى (مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ ،بَابُ الاقْتِدَاءِ بِالسَّلَفِ)

وقال الترمذی:

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ (ترمذی،باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الدُّخُولِ عَلَى الْمُغِيبَاتِ)

[۲] قال الترمذی :

و سَمِعْت أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى لَا يُحْتَجُّ بِهِ وَكَذَلِكَ مَنْ تَكَلَّمَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ لَهِيعَةَ وَغَيْرِهِمْ إِنَّمَا تَكَلَّمُوا فِيهِمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ وَكَثْرَةِ خَطَئِهِمْ وَقَدْ رَوَى عَنْهُمْ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ الْأَئِمَّةِ فَإِذَا تَفَرَّدَ أَحَدٌ مِنْ هَؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ لَمْ يُحْتَجَّ بِهِ كَمَا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ابْنُ أَبِي لَيْلَى لَا يُحْتَجُّ بِهِ إِنَّمَا عَنَى إِذَا تَفَرَّدَ بِالشَّيْءِ وَأَشَدُّ مَا يَكُونُ هَذَا إِذَا لَمْ يَحْفَظْ الْإِسْنَادَ فَزَادَ فِي الْإِسْنَادِ أَوْ نَقَصَ أَوْ غَيَّرَ الْإِسْنَادَ أَوْ جَاءَ بِمَا يَتَغَيَّرُ فِيهِ الْمَعْنَى فَأَمَّا مَنْ أَقَامَ الْإِسْنَادَ وَحَفِظَهُ وَغَيَّرَ اللَّفْظَ فَإِنَّ هَذَا وَاسِعٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا لَمْ يَتَغَيَّرْ الْمَعْنَى (،كِتاب الْعِلَلِ، للترمذی)

ملحوظ رہے کہ اس روایت کے شروع میں راوی نے اس واقعہ کا مغرب اور عشاء کے درمیان وجود پذیر ہونا ذکر کیا ہے، مگر پہلی روایت جو کہ اس روایت کے مقابلے میں سند کے لحاظ سے قوی ہے، اس میں اس واقعہ کے فجر سے پہلے ہونے کی صراحت ہے، اور مغرب وعشاء کے درمیان پیش آنے والا واقعہ اس سے الگ ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے، اس لئے مغرب وعشاء کے وقت کے بارے میں یہ مؤخر الذکر روایت حسن نہ ہوگی، جیسا کہ امام ترمذی کے مندرجہ بالا کلام سے یہ اصول معلوم ہورہا ہے، وقد صرح بہ غیر واحد من ائمۃ المحدثین۔

میں سب ایک ذکر کا التزام کریں (اوران ذکر کرنے والے لوگوں میں کوئی صحابی یا جلیل القدر تابعی شامل نہ تھا) اس لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اس عمل کو برا سمجھا، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس عمل پر دیکھے بغیر ہی سُن کر سخت نکیر فرمائی، جو اس کے بدعت ومحدث ہونے کی دلیل ہے۔ [۱]

(ب)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نکیر فرمانا، اس اجتماعی ذکر کی ھیئت پر تھا، اسی لئے جواب میں ان لوگوں نے ذکر کرنا بتلایا، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب کے باوجود ان کے اس عمل کو درست قرار نہیں دیا۔

(ج)......اس زمانے میں صحابۂ کرام کی کثیر جماعت موجود تھی، اور وہ اس طرح ذکر نہیں کرتی تھی، اور نہ ہی اس طرح کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اسی لئے ان لوگوں کو تنبیہ کرتے وقت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام کی موجودگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض آثار کی موجودگی کا حوالہ دیا، اوران کو ضلالت کا مرتکب فرمایا۔

(د)......ان لوگوں نے کسی گناہ کا ارادہ نہیں کیا تھا، بلکہ خیر وثواب کا ارادہ کیا تھا، لیکن حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود اسے گناہ قرار دیا، کیونکہ بدعت میں ارادہ نیکی کا ہی ہوتا ہے، مگر وہ اس کے باوجود گناہ ہی رہتی ہے۔

(اس کی مزید تفصیل آگے عربی عبارت نمبر ا میں ملاحظہ فرمائیں)

پس اپنے مقصود ومفہوم میں صریح وصحیح روایت کے ہوتے ہوئے بعض حضرات کا تداعی کے ساتھ ایک ذکر کے التزام کی جہری مجالسِ ذکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام واحادیث کی طرف منسوب

---

[۱] چنانچہ اہلِ حق اکابر کی متفقہ دستاویز براہینِ قاطعہ میں ہے:
پس حاصل یہ ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو، خواہ وہ جزئیہ بوجودِ خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، وہ سب سنت ہے، اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے، اور جس کے جواز کی دلیل نہیں، تو خواہ وہ ان قرون میں بوجودِ خارجی ہوا یا نہ ہوا، وہ سب بدعتِ ضلالہ ہے، اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ کا شیوع بلا نکیر دلیل جواز کی ہے، اور نکیر ہونا اس پر دلیل عدمِ جواز کی ہے، علیٰ ھٰذا اس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اس کے عدمِ جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اس کے جواز کی ہوتی ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۳۲، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

کرنا کس قدر تعجب خیز امر ہے۔

(۳)......محدثِ عظیم حافظ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالبختر ی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابوالزعراء سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک اور اسی طرح کا واقعہ روایت کیا ہے۔

چنانچہ وہ اس طرح روایت فرماتے ہیں:

أَخْبَـرَ رَجُلٌ عَبْدَ اللهِ بْـنَ مَسْـعُـوْدٍ أَنَّ قَـوْمًـا يَـجْلِسُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْـمَـغْـرِبِ فِيْهِـمْ رَجُلٌ يَقُوْلُ :كَبِّرُوا اللهَ كَـذَا وَكَـذَا، سَبِّـحُوا اللهَ كَذَا وَكَـذَا، وَاحْمَدُوا اللهَ كَـذَا وَكَـذَا، قَالَ عَبْدُ اللهِ :فَيَـقُـوْلُوْنَ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :فَإِذَا رَأَيْتَهُمْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَأْتِنِيْ فَأَخْبِرْنِيْ بِمَجْلِسِهِمْ، فَأَتَاهُمْ وَعَلَيْهِ بُـرْنَـسٌ لَـهُ، فَـجَلَـسَ فَلَمَّا سَمِعَ مَا يَقُوْلُوْنَ قَامَ -وَكَـانَ رَجُلًا حَدِيْدًا- فَقَالَ :أَنَـا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، وَاللهِ الَّـذِيْ لَا إِلٰـهَ غَيْرُهُ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَـلْمًا، وَلَقَدْ فَضَّلْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا، فَقَالَ مَعْضَدٌ :وَاللهِ مَـا جِـئْـنَـا بِبِدْعَةٍ ظَلْمًا، وَلَا فَضَّلْنَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ عِلْمًا، فَـقَـالَ عَمْرُو بْنُ عَتْبَةَ :يَـا أَبَـا عَبْـدِ الرَّحْمٰنِ نَسْتَغْفِرُ اللهَ، قَالَ :عَـلَيْكُمْ بِالطَّرِيْقِ فَالْزِمُوْهُ، فَوَ اللهِ لَـئِنْ فَعَلْتُمْ لَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيْدًا، وَلَئِنْ أَخَذْتُمْ يَـمِيْـنًا وَشِمَالًا لَتَضِلُّنَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا (حلية الاولياء ج٢ص٢٥٨، تحت ترجمة سعيد بن فيروز أبو البختری)

ترجمہ: حضور ﷺ کے عظیم صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے اطلاع دی (ابوالزعراء کی روایت میں اس آنے والے شخص کا نام مسیّب بن نجیۃ مذکور ہے) کہ کچھ لوگ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے ہیں، اور ایک شخص ان میں سے (دوسروں کو مختلف قسم کے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے) کہتا ہے، کہ اتنی اور اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو، اور اتنی اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو، اور اتنی اور اتنی مرتبہ الحمدللہ کہو (اور

دوسرے لوگ اس کے کہنے کے مطابق یہ مخصوص ذکر کرتے ہیں)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس اطلاع دینے والے شخص سے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ کیا واقعی وہ لوگ اس طرح کرتے ہیں؟
اس شخص نے کہا کہ جی ہاں واقعی وہ لوگ ایسا کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ اب کی مرتبہ جب وہ ایسا کریں تو اس وقت تم ان کی اس مجلسِ ذکر کی مجھے آ کر خبر کرنا۔
چنانچہ (اس شخص نے آ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور اس وقت آپ کے سر پر لمبی ٹوپی تھی۔
پھر جب ان کے مذکورہ طریقہ پر ذکر کرنے کو اپنے کانوں سے سُن لیا تو غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے، اور آپ مضبوط آدمی تھے۔
اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں، اللہ وحدہٗ لاشریک کی قسم یہ کام کر کے یا تو تم نے ایک سیاہ بدعت ایجاد کی ہے، یا پھر تم لوگ علم میں حضور ﷺ کے صحابہ سے بھی آگے بڑھ گئے ہو؟
اس پر مجلس میں موجود معضد نامی شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم نے کوئی سیاہ بدعت نہیں کی اور نہ ہم محمد ﷺ کے صحابۂ کرام پر علم میں آگے بڑھے۔
عمرو بن عتبہ نامی شخص نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود) ہم اپنے اس عمل پر اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پر صحابہ کرام کا طریقہ لازم ہے (جبکہ تمہارا یہ طریقہ صحابۂ کرام کا نہیں ہے) اور اللہ کی قسم! اگر تم صحابہ کے طریقے کو اختیار کرو گے تو بہت آگے بڑھ جاؤ گے، اور اگر تم اس طریقہ سے ذرا بھی دائیں بائیں ہوئے تو تم ضرور بالضرور دُور دراز کی گمراہی میں جا پڑو گے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔ [۱]

چنانچہ حضرت ابوالزعراء، جو اس واقعے کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، امام عجلی اور ابنِ حبان اور ابنِ سعد نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ [۲]

اور حضرت ابوالزعراء سے اس کو روایت کرنے والے سلمہ بن کہیل ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔ [۳]

اور سلمہ بن کہیل سے روایت کرنے والے سفیان بن عیینہ، اور ان سے روایت کرنے والے ابونعیم ہیں۔

---

[۱] حافظ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ، حضرت عطاء بن سائب کی سند سے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رواه زائدة، وجعفر بن سليمان، عن عطاء ، ورواه قيس بن أبي حازم، وأبو الزعراء ، عن عبـد الـله بن مسعود فسمى أبو الزعراء الرجل الذى أتاه، فقال :جاء المسيب بن نجية إلى عبد الله.

حدثناه سليمان، قال :حدثنا على، قال :حدثنا أبو نعيم، قال :حدثنا سفيان، عن سلمة بن كهيـل، عن أبى الزعراء ، قال :جاء الـمسيب بن نجية إلى عبد الله، فقال :إني تركت قوماً في المسجد، فذكر نحوه(حلية الاولياء حواله بالا)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابوالبختری کے علاوہ اس کو حضرت قیس بن ابی حازم اور ابوالزعراء نے بھی روایت کیا ہے، اور اگرچہ ابوالبختری کی روایت میں انقطاع پایا جاتا ہے، لیکن قیس بن ابی حازم اور ابو الزعراء کی روایات اس انقطاع سے پاک ہیں۔

ابوالبختری، اور قیس بن ابی حازم کی روایات تو آگے آتی ہیں، اور ابوالزعراء کی سند پر کلام اوپر مذکور ہے۔

[۲] عبـد الـلـه بـن هـانـى أبـو الـزعـراء مـن أصـحـاب عبـد الـلـه ثقة (الثقـات للعجلى، جز ۲ ص ۶۵)

عبـد الـلـه بن هانىء أبو الزعراء الأكبر الكوفى وثقه العجلى من الثانية (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۵۴۳)

أبـو الـزعـراء الاعدل الكبير اسمه عبد الله بن هانىء الهمدانى من أهل الكوفة يروى عن بن مسعود روى عنه سلمه بن كهيل(ثقات ابن حبان، ج۵ ص ۱۴)

والـذى فـي الطبقات لابن سعد أبوالزعراء الحضرمي وقيل الكندى روى عن على وعبد الـلـه وكـان ثـقة ولـه أحـاديـث وقـال الـعـجـلى ثقة من كبار التابعين(تهذيب التهذيب ج۶ ص ۵۶)

[۳] سـلـمة بـن كـهيـل الـحضرمى أبو يحيى الكوفى ثقة من الرابعة(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۳۷۸)

یہ دونوں مشہور محدث اور حافظ الحدیث ہیں۔ ۱

اور ابونعیم سے روایت کرنے والے علی بن عبدالعزیز ہیں جو کہ امام اور حافظ الحدیث ہیں اور ان کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں۔ ۲

اور علی بن عبدالعزیز سے سلیمان بن احمد روایت کرتے ہیں، اور یہ مشہور محدث امام طبرانی کا نام ہے۔ ۳

اس روایت میں جو واقعہ مذکور ہے، وہ پہلی روایت کے علاوہ ہے، جس کے قرائن یہ ہیں:

---

۱ سفيان بن عيينة *(ع) ابن أبي عمران ميمون مولى محمد بن مزاحم، أخي الضحاك ابن مزاحم، الامام الكبير حافظ العصر، شيخ الاسلام، أبو محمد الهلالي الكوفي، ثم المكي(سير اعلام النبلاء ج۸ص۴۵۴)

أبو نعيم *(ع) الفضل بن دكين، الحافظ الكبير، شيخ الاسلام(سير اعلام النبلاء ج۱۰ ص۱۴۲)

۲ على بن عبد العزيز *ابن المرزبان ابن سابور :الامام، الحافظ، الصدوق، أبو الحسن البغوى، نزيل مكة .ولد سنة بضع وتسعين ومئة .وسمع :أبا نعيم، وعفان، والقعنبي، ومسلم بن إبراهيم، وموسى ابن إسماعيل، وأبا عبيد، وأحمد بن يونس، وعلى بن الجعد، وعاصم بن علي، وطبقتهم .وجمع، وصنف "المسند "الكبير، وأخذ القراء ات عن أبي عبيد، وغيره............وكان حسن الحديث .قال الدارقطني :ثقة مأمون .وقال ابن أبي حاتم :كتب إلينا بحديث أبي عبيد، وكان صدوقا (سير اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۴۸)

على بن عبد العزيز بن المرزبان بن سابور الحافظ الصدوق أبو الحسن البغوى شيخ الحرم ومصنف المسند.

سمع ابا نعيم وعفان والقعنبى ومسلم بن ابراهيم وابا عبيد وخلائق............وعاش بضعا وتسعين عاما، قال الدارقطني :ثقة مامون.

وقال ابن ابى حاتم :صدوق.

واما النسائى فمقته لكونه كان يأخذ على الحديث، ولا شك انه كان فقيرا مجاورا، قال ابن السنى :يبلغنى انه كان إذا عوتب على ذلك قال يا قوم انا بين الاخشبين وإذا ذهب الحجاج نادى أبو قبيس قعيقعان يقول من بقى ؟ فيقول :المجاورون، فيقول: اطبق.توفى سنة ست وثمانين ومائتين(تذكرة الحفاظ جز ۲ ص ۲۲۳)

۳ الطبرانى *هو الامام، الحافظ، الثقة، الرحال الجوال، محدث الاسلام، علم المعمرين، أبو القاسم، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمى الشامى الطبرانى، صاحب المعاجم الثلاثة(سير اعلام النبلاء ج۱٦ ص ۱۱۹)

(الف)...... پہلی روایت میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع دینے والے مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری ہیں، جبکہ دوسری روایت میں غیر معروف شخص ہیں، یا میسّب بن نجیہ نامی شخص ہیں۔

(ب)...... پہلی روایت میں فجر سے پہلے ذکر کرنے کا واقعہ مذکور ہے، جبکہ دوسری روایت میں مغرب کے بعد کی وضاحت ہے۔

(ج)...... پہلی روایت میں مختلف ذکر کے حلقوں کا ذکر ہے، جبکہ دوسری روایت میں مختلف حلقوں کے بجائے ایک ہی حلقہ اور ایک مجلس کا ذکر ہے۔

(د)...... پہلی روایت میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اطلاع ملنے کے فوراً بعد ہی ان لوگوں کے پاس تنبیہ کے لئے گئے تھے، جبکہ دوسری روایت میں جب مجلسِ ذکر قائم ہونے کی اطلاع ملی، اس وقت گئے تھے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ذکر کے التزام کے عمل کو سیاہ و تاریک بدعت اور صحابۂ کرام کے طریقہ سے ہٹنا قرار دیا۔

پس جو لوگ مروجہ اجتماعی ذکر کو؛ جس میں تمام اہلِ مجلس ایک ذکر کا التزام کرتے ہیں، اور اس کے لئے تداعی کرتے ہیں، حضور ﷺ اور صحابۂ کرام و احادیثِ رسول کی طرف منسوب کر کے سنت قرار دیتے ہیں، یہ درست نہیں۔

(۴)...... اور حضرت امام عبدالرزاق، سفیان بن عیینہ سے اور وہ بیان بن بشر سے، اور وہ قیس بن ابی حازم سے، اس روایت کو مختصر انداز میں اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

ذُكِرَ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ قَاصٌّ يَجْلِسُ بِاللَّيْلِ وَيَقُوْلُ لِلنَّاسِ ، قُوْلُوْا كَذَا ، قُوْلُوْا كَذَا (فَقَالَ) : إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَخْبِرُوْنِيْ ، فَأَخْبَرُوْهُ ، قَالَ : فَجَاءَ عَبْدُ اللهِ مُتَقَنِّعًا ، فَقَالَ : مَنْ عَرَفَنِيْ ، وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْنِيْ فَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ، تَعْلَمُوْنَ أَنَّكُمْ لَاَهْدٰى مِنْ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهٖ وَإِنَّكُمْ لَمُتَعَلِّقِيْنَ بِذَنْبِ ضَلَالَةٍ(مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۵۴۰۸، المعجم الكبير للطبراني حديث

نمبر ۵۴۵۸۱ عن عبدالرزاق)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ ایک قصہ گو رات کو بیٹھتا ہے، اور لوگوں کو کہتا ہے کہ اس طرح کہو، اور اس طرح کہو (یعنی تکبیر، تہلیل، تحمید اور تسبیح وغیرہ کراتا ہے)

تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم اسے دیکھو تو مجھے خبر کرو، تو لوگوں نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر کی۔

پس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سر پر لمبی ٹوپی اوڑھ کر آئے، اور فرمایا کہ جس نے مجھے پہچان لیا؛ فبہا، اور جس نے نہیں پہچانا تو میں عبداللہ بن مسعود ہوں، تم یہ (عمل کر کے) سمجھتے ہو کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب سے زیادہ ہدایت پر ہو، حالانکہ بلاشبہ تم گمراہی کے گناہ میں پھنسے ہوئے ہو (ترجمہ ختم)

اس روایت میں بعض لوگوں نے قصہ گو کے ذکر سے یہ سمجھ لیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو قصہ گوئی کی وجہ سے منع کیا تھا، اور اسی کو ضلالت کہا تھا۔

حالانکہ منع کرنے کی اصل وجہ مخصوص طریقہ پر اجتماعی ذکر کرنا تھی۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اوّلاً تو اس روایت میں کہیں اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں کہ وہ بے ہودہ اور لایعنی قصہ گوئی کرتا تھا اور درمیان میں کبھی کبھی لوگوں سے ذکر اللہ بھی کروایا کرتا تھا بلکہ یہ ثابت ہے کہ جو کچھ وہ کہتا جاتا تھا وہی کچھ جملہ اہلِ مجلس کہتے جاتے تھے، وثانیاً ہم نے مسند دارمی کی صحیح روایت سے یہ عرض کر دیا ہے کہ وہ سو سو مرتبہ اللہ اکبر، سو سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اور سو سو مرتبہ سبحان اللہ وغیرہ ان کو پڑھواتا تھا، اور وہ اس کے پیچھے پیچھے پڑھتے جاتے تھے اور ان کا اس اجتماعی رنگ میں ذکر کرنا ہی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا اور اسی کو انہوں نے بدعتِ ضلالہ اور بدعتِ عظمٰی سے تعبیر کیا ہے............

از راہِ انصاف یہ فرمائیں کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے قصہ گوئی کو بدعتِ عظمٰی سے تعبیر کیا ہے یا سنگ ریزوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھنے کو؟ اور یہ انکار عروضِ ہیئتِ جدیدہ کی وجہ سے تھا یا قصہ گوئی کی وجہ سے، اور ان لوگوں نے اپنا قصور سنگ ریزوں اور کنکریوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھنا بیان کیا ہے یا قصہ گوئی سننا؟ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ''فعدو اسیئاتکم'' ارشاد فرما کر تکبیر و تسبیح وغیرہ کے شمار کرنے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس روایت کی سند بھی درست ہے۔

چنانچہ اس کو روایت کرنے والے امام عبدالرزاق تو مشہور حافظ الحدیث ہیں۔

اور سفیان بن عیینہ بھی مشہور محدث اور حافظ الحدیث ہیں، جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔

اور دوسرے راوی حضرت بیان بن بشر احمسی ہیں، یہ بھی حدیث کے بڑے امام اور ثقہ ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس فعل کو بدعت کہا ہے یا اس سے قصہ گوئی کا کنکریوں پر شمار کرنا مراد ہے؟

الغرض......... یہ تاویل سراسر مردود ہے، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار صرف عروضِ ہیئتِ جدیدہ کی وجہ سے تھا، اسی کی طرف شیخ الاسلام ابن دقیق العید نے اشارہ کیا ہے اور اسی کو قاضی ابراہیم نے "**بصفة لم تكن في زمن الصحابة**" سے تعبیر کیا ہے، اور یہ بتلایا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار اس مخصوص ہیئت اور خاص کیفیت کے ساتھ اور متعین صفت کے ساتھ ذکر اللہ پر جمع ہونے کی وجہ سے تھا اور اسی کو انہوں نے بدعتِ ظلماء اور بدعتِ عظمیٰ اور ضلالت فرمایا ہے۔

وثالثاً لفظِ **قاص** کے معنیٰ لغتِ عربی میں بیان کرنے والا ہے، عام اس سے کہ اچھی بات بیان کرے یا بُری۔ ہاں عرف میں قاص قصہ گو کو کہتے ہیں، عام اس سے کہ وہ اچھے قصے بیان کرے یا بُرے، لفظِ قاص سے علی التعین قصہ گو مراد لینا اور قصہ گو سے بے اصل قصہ گو مراد لینا عجیب منطق ہے (راہِ سنت صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶، باب چہارم۔ ملخصاً)

[1] **بيان بن بشر الاحمسى البجلى ، أبو بشر الكوفى المعلم.......... قال البخارى ، عن على ابن المدينى : له نحو سبعين حديثا .وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل ، عن أبيه : ثقة من الثقات .وقال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين ، وأبو حاتم ، والنسائى : ثقة. زاد أبو حاتم : وهو أحلى من فراس .وقال أحمد بن عبد الله العجلى : كوفى ثقة ، وليس بكثير الحديث ، روى أقل من مئة حديث .وقال يعقوب بن شيبة : كان ثقة ثبتا .روى له الجماعة(تهذيب الكمال،تحت ترجمه رقم ۷۹۲)**

بيان بن بشر *(ع) الامام، الثقة، المؤدب، أبو بشر الاحمسى الكوفى .عن أنس بن مالك، وطارق بن شهاب، وقيس بن أبى حازم، والشعبى، وجماعة .روى عنه زائدة، وسفيان بن عيينة، وابن فضيل، وعبيدة بن حميد، وعلى ابن عاصم، وآخرون .له نحو من سبعين حديثا .وهو حجة بلا تردد.(سير اعلام النبلاء ج۶ ص۱۲۴)

بيان بن بشر الاحمسى كنيته أبو بشر المعلم من أهل الكوفة يروى عن أنس بن مالك روى عنه الثورى وشعبة والناس(ثقات ابنِ حبان ج۴ص۷۹)

بيان بن بشر الأحمسى بمهملتين أبو بشر الكوفى ثقة ثبت من الخامسة (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۴۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور تیسرے راوی قیس بن ابی حازم ہیں، جن کا اصل نام حصین بن عوف ہے، اور یہ کوفہ کے مشہور محدث ہیں، اور ان کے والد ابو حازم صحابیٔ رسول ہیں۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ابن المديني له نحو سبعين حديثا وقال أحمد ثقة من الثقات وقال ابن معين وأبو حاتم والنسائي ثقة.وزاد أبو حاتم وهو أعلى من فراس وقال العجلي كوفي ثقة وليس بكثير الحديث روى أقل من مائة حديث وقال يعقوب بن شيبة كان ثقة ثبتا .قلت :وقال يعقوب بن سفيان ثقة وقال أبو ذر الهروي عن الدارقطني هو أحد الثقات الاثبات وفرق أبو الفضل الهروي والخطيب في المتفق والمفترق بينه وبين بيان بن بشر المعلم يروى عن هاشم بن البريد .زاد الخطيب ليس لهاشم رواية عن البجلي ومما يدل على أنهما اثنان ان المعلم طائي والاخر بجلي وذكره ابن حبان في الثقات(تهذيب التهذيب ج ا ص ۴۴۴)

بيان بن بشر أبو بشر الكوفي الاحمسي المعلم، قال لي صدقة اخبرنا اسحاق الازرق عن شريك عن بيان :عن قيس عن المغيرة بن شعبة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أبردوا بالظهر !وقال لنا موسى عن ابي عوانة عن طارق عن قيس عن عمر قوله، وقال وكيع عن ابن ابي خالد :عن قيس :كان يقال، وسمع انسا، روى عنه الثوري وشعبة وأبو عوانة(التاريخ الكبير للبخاري ج۲ ص۱۳۳)

[۱] قيس بن أبي حازم ، واسمه حصين بن عوف ، ويقال :عوف بن عبد الحارث ويقال :عبد عوف بن الحارث بن عوف بن حشيش بن هلال بن الحارث بن رزاح بن كلفة ، ويقال :كليب بن عمرو بن لؤي بن رهم ، ويقال :دهر بن معاوية بن أسلم بن أحمس بن الغوث بن أنمار بن أراش بن عمرو ابن الغوث بن نبت بن مالك بن زيد بن كهلان بن سبأ بن يشجب ابن يعرب بن قحطان البجلي الاحمسي ، أبو عبد الله الكوفي .وبجيلة هم بنو أنمار بن أراش ، أمهم بجيلة بنت مصعب بن سعد العشيرة .أدرك الجاهلية ، وهاجر إلى النبي صلى الله عليه وسلم ليبايعه ، فقبض وهو في الطريق ، وقيل :إنه رآه يخطب ، ولم يثبت ذلك ، وأبوه أبو حازم له صحبة(تهذيب الكمال تحت ترجمة قيس بن ابي حازم)

قيس بن ابي حازم الامام أبو عبد الله الاحمسي البجلي الكوفي محدث الكوفة سار ليدرك النبي صلى الله عليه وآله وليبايعه فتوفى نبي الله وقيس في الطريق، سمع ابا بكر وعمر وعثمان وعليا وابا عبيدة وابن مسعود رضي الله عنهم وعدة من الكبار، وكان عثمانيا، حدث عنه بيان بن بشر والاعمش واسماعيل بن ابي خالد ومجالد وآخرون، وثقه يحيى بن معين وغيره، وقال ابن المديني قال لي يحيى بن سعيد :هو منكر الحديث، ثم ذكر له حديث كلاب الحوأب، قلت :حديثه محتج به في كل دواوين الاسلام .توفي سنة سبع وتسعين وقيل سنة ثمان رحمه الله تعالى .(تذكرة الحفاظ ج ا ص ۶۱)

اور ان کا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ [۱]

(۵)......اور امام طبرانی رحمہ اللہ؛ حضرت ابومسلم کُشی سے، اور وہ ابوعمر ضریر سے، اور وہ حماد بن سلمہ سے، اور وہ عطاء بن سائب سے، اور وہ ابوعبدالرحمٰن سلمی، سے اس طرح روایت کرتے ہیں:

كَانَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ السُّلَمِيُّ وَمُعَضَّدٌ فِيْ أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِمَا اِتَّخَذُوا مَسْجِدًا يُسَبِّحُونَ فِيهِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ كَذَا، وَيُهَلِّلُوْنَ كَذَا وَيَحْمَدُوْنَ كَذَا، فَأُخْبِرَ بِذٰلِكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ لِلَّذِيْ أَخْبَرَهُ "إِذَا جَلَسُوْا فَآذِنِّيْ"، فَلَمَّا جَلَسُوْا آذَنَهُ فَجَاءَ عَبْدُ اللهِ عَلَيْهِ بُرْنُسٌ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَكَشَفَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَّأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ "أَنَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ، وَاللهِ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ، أَوْ قَدْ فَضَلْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا"، فَقَالَ مُعَضَّدٌ، وَكَانَ رَجُلا مُفَوَّهًا: وَاللهِ مَا جِئْنَا بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ وَلا فَضَلْنَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ "لَئِنِ اتَّبَعْتُمُ الْقَوْمَ لَقَدْ سَبَقُوْكُمْ سَبْقًا مُبِيْنًا، وَلَئِنْ جُرْتُمْ يَمِيْنًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيْدًا (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۸۵۵۴)

ترجمہ: عمر بن عتبہ بن فرقد سلمی اور معضد اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک مسجد میں مغرب اور عشاء کے درمیان اجتماعی انداز میں لَاۤ اِلٰــهَ اِلَّا الله اور الحمدللہ وغیرہ پڑھتے تھے۔

اس واقعہ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر کی گئی، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دینے والے کو کہا کہ جب وہ اس مرتبہ مذکورہ مجلسِ ذکر قائم کریں تو

---

[۱] چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث اس طرح ہے، جس میں سماع کی تصریح ہے:
حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا (بخاری، كتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحكمة)

مجھے اطلاع دو، پس جب انہوں نے یہ مجلس قائم کی، تو اس شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سر پر لمبی ٹوپی پہن کر تشریف لائے، اور ان کی مجلس میں داخل ہوئے، پھر آپ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری، اور فرمایا کہ میں ام عبد کا بیٹا ہوں، قسم اللہ کی بلاشبہ تم سیاہ بدعت کا ارتکاب کررہے ہو، یا پھر تم (اپنے گمان میں) محمد ﷺ کے صحابۂ کرام سے علم میں زیادہ فضیلت لے گئے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں)

تو اس پر معضد نے کہا جو کہ منہ پھٹ آدمی تھا کہ اللہ کی قسم ہم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب نہیں کیا، اور نہ ہم محمد ﷺ کے صحابہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔

تو اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم حضور ﷺ کے صحابۂ کرام کی اتباع کروگے؛ تو تم واضح طور پر ہدایت میں آگے بڑھ جاؤگے، اور اگر تم صحابۂ کرام کے طریقہ سے دائیں بائیں ہوگے، تو تم دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہوجاؤگے (ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ومعتبر ہیں۔

چنانچہ اس روایت کے پہلے راوی ابو مسلم کُشی ہیں، جو امام اور حافظ الحدیث اور ثقہ ہیں۔ [1]

---

[1] الطبقة السادسة عشرة. الكجي *الشيخ، الامام، الحافظ، المعمر، شيخ العصر، أبو مسلم، إبراهيم بن عبدالله بن مسلم بن ماعز بن مهاجر، البصرى الكجي، صاحب " السنن ." ولد سنة نيف وتسعين ومئة ......وثقه الدارقطني، وغيره. وكان سريا نبيلا متمولا، عالما بالحديث وطرقه، عالي الاسناد، قدم بغداد وازدحموا عليه...... مات ببغداد في سابع المحرم، سنة اثنتين وتسعين ومئتين، فنقل إلى البصرة، ودفن بها، وقد قارب المئة، رحمه الله(سيراعلام النبلاء ج۱۳ ص۴۲۵)

أخبرنا علي بن محمد بن عبد الله المعدل أخبرنا دعلج بن أحمد قال سمعت موسى بن هارون يقول أبو مسلم الكشي ثقة أخبرني الأزهري عن أبي الحسن الدارقطني قال أبو مسلم إبراهيم بن عبد الله بن مسلم البصري يعرف بالكجي صدوق ثقة حدثني محمد بن علي الصوري قال سألت عبد الغني بن سعيد الحافظ عن أبي مسلم الكجي فقال ثقة نبيل أخبرنا محمد بن أحمد بن رزق أخبرنا إسماعيل بن علي الخطبي قال ومات أبو مسلم إبراهيم بن عبد الله الكجي يوم الأحد لسبع خلون من المحرم سنة اثنتين وتسعين ومائتين وأحدر به إلى البصرة فدفن هناك(تاريخ بغداد -الخطيب البغدادي ج ٦، ص۱۲۳)

اوراس روایت کے دوسرے راوی ابوعمر ضریر ہیں، جوکہ صدوق اور صالح ہیں۔ ۱

اوراس روایت کے تیسرے راوی حماد بن سلمۃ ہیں، جوکہ اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔ ۲

اوراس روایت کے چوتھے راوی عطاء بن السائب ہیں، جوکہ امام، حافظ اور کوفہ کے محدث اور ثقہ ہیں۔ ۳

---

۱ حفص بن عمر ، أبو عمر الضرير الاكبر البصرى......قال أبو حاتم : صدوق ، صالح الحديث ، عامة حديثه يحفظه .وقال ابن حبان : كان من العلماء بالفرائض ، والحساب ، والشعر ، وأيام الناس ، والفقه ، ولد وهو أعمى .وقال فى موضع آخر :كان من علماء أهل البصرة مات سنة عشرين ومئتين .زاد غيره :لتسع بقين من شعبان بالبصرة وهو ابن نيف وسبعين سنة(تهذيب الكمال ج٧ص ٤٥)

حفص بن عمر أبو عمر الضرير الأكبر البصرى صدوق عالم قيل ولد أعمى من كبار العاشرة مات سنة عشرين وقد جاز السبعين(تقريب التهذيب ج ١ ص ٢٢٨)

۲ حماد بن سلمة بن دينار البصرى ، أبوسلمة بن أبى صخرة مولى ربيعة بن مالك بن حنظلة من بنى تميم ، ويقال :مولى قريش ، ويقال :مولى حميرى بن كرامة ، وهو ابن أخت حميد الطويل......وقال إسحاق بن منصور ، عن يحيى بن معين :حماد بن سلمة ثقة .وقال عباس الدورى ، عن يحيى بن معين :حديثه فى أول أمره وآخره واحد .وقال عنه أيضا :من خالف حماد بن سلمة فى ثابت فالقول قول حماد .قيل : فسليمان بن المغيرة عن ثابت قال :سليمان ثبت ، وحماد أعلم الناس بثابت .وقال أبو بكر بن أبى خيثمة ، عن يحيى بن معين :أثبت الناس فى ثابت البنانى حماد بن سلمة .وقال جعفر بن أبى عثمان الطيالسى ، عن يحيى بن معين :من سمع من حماد بن سلمة الاصناف ففيها اختلاف ، ومن سمع من حماد بن سلمة نسخا فهو صحيح . وقال عنه أيضا :إذا رأيت إنسانا يقع فى عكرمة ، وفى حماد بن سلمة فاتهمه على الاسلام(تهذيب الكمال ج٧ص ٢٦٢)

۳ البتہ ان کو آخر میں اختلاط ہوگیا تھا، پس جن حضرات نے ان سے اختلاط سے قبل سماعت کی، ان کی مرویات تو معتبر ہیں، اور حضرت حماد بن سلمۃ نے حضرت عطاء سے اختلاط سے قبل سماعت کی یا بعد میں، اس بارے میں دونوں قول ہیں، اور علامہ ابنِ حجر نے قبل اور بعد دونوں زمانوں میں سماعت کو ترجیح دی ہے، اس اعتبار سے مذکور روایت حسن ہے، اور دیگر شواہد کے ہوتے ہوئے تو حسن ہونے میں شبہ ہی نہیں۔

وقال النسائى: ثقة فى حديثه القديم الا انه تغير ، ورواية حمادبن زيد، وشعبة، وسفيان عنه جيدة ، الحميدى عن سفيان قال :كنت سمعت من عطاء بن السائب قديما (سير اعلام النبلاء ج٦ص ١١٠)

وقال أبو حاتم : كان محله الصدق قديما قبل أن يختلط ، صالح مستقيم الحديث ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور آخری راوی حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی ہیں، جو کہ کوفہ کے عظیم قاری، امام اور معلم اور ثقہ ہیں، اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بأخرة تغير حفظه ، فی حديثه تخاليط كثيرة ، وقديم السماع من عطاء : سفيان ، وشعبة .وفی حديث البصريين الذين يحدثون عنه تخاليط كثيرة لانه قدم عليهم فی آخر عمره ، وما روى عنه ابن فضيل ففيه غلط واضطراب ، رفع أشياء كان يرويها عن التابعين فرفعها إلى الصحابة(تهذيب الكمال ج۲۰ ص۸۶)

قال البوصيری:

هَذَا إِسْنَادٌ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ إِلَّا أَنَّ عَطَاءَ بْنَ السَّائِبِ اخْتَلَطَ بِأَخَرَةٍ ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ إِنَّمَا رَوَى عَنْهُ بَعْدَ الاخْتِلاطِ كَمَا أَوْضَحْتُهُ فِي تَبْيِينِ حَالِ الْمُخْتَلِطِينَ .لَكِنَّ الْمَتْنَ لَهُ شَاهِدٌ صَحِيحٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَوَاهُ الإِمَامُ أَحْمَدُ بن حنبل فِي مسنده ، وَالْبُخَارِيُّ ، فِي صَحِيحه وَغَيْرُهُمَا(إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة تحت حديث رقم ۶۱۷۲)

قال الهيثمی:

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ وَفِيهِ عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ وَهُوَ ثِقَةٌ اخْتَلَطَ ، وَلَكِنَّهُ مِنْ رِوَايَةِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَطَاءٍ ، وَحَمَّادٌ سَمِعَ مِنْهُ قَبْلَ الاخْتِلاطِ -قَالَهُ أَبُو دَاوُدَ فِيمَا رَوَاهُ أَبُو عُبَيْدٍ الْآجُرِّيُّ عَنْهُ (مجمع الزوائد ج۲ ص۱۰۵ ،باب ما يستفتح به الصلاة)

رَوَاهُ أَحْمَدُ ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ، لِأَنَّ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ رَوَى عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَبْلَ الِاخْتِلَاطِ (مجمع الزوائد ج۷ص۱۱۲)

وَرِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ ، وَقَدْ حَدَّثَ عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَبْلَ الِاخْتِلَاطِ (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۹۷)

قال المنذری:

وإسناده صحيح إن شاء الله فإن عطاء بن السائب ثقة وقد حدث عنه حماد بن سلمة قبل اختلاطه (الترغيب والترهيب ج۲ ص۲۹۱)

قال ابن حجر:

وإسناده صحيح فإنه من رواية عطاء بن السائب وقد سمع منه حماد بن سلمة قبل الاختلاط أخرجه أبو داود وابن ماجة من حديث حماد(تلخيص الحبير فی احاديث الرافعی الكبير تحت حديث رقم ۱۹۰)

قال ابن حجر:

قلت :فيحصل لنا من مجموع كلامهم ان سفيان الثوری وشعبة وزهيرا وزائدة وحماد بن زيد وأيوب عنه صحيح ومن عداهم يتوقف فيه إلا حماد بن سلمة فاختلف قولهم والظاهر انه سمع منه مرتين مرة مع أيوب كما يومی إليه كلام الدارقطنی ومرة بعد ذلک لما دخل إليهم البصرة وسمع منه مع جرير وذويه والله أعلم(تهذيب التهذيب ج۷ص۱۸۵)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا لقاء وسماع دونوں ثابت ہیں۔ [1]

(۲)......اور امام عبدالرزاق نے اور ان کے واسطے سے امام طبرانی نے؛ جعفر بن سلیمان سے؛ اور انہوں نے عطاء بن سائب سے؛ اور انہوں ابوالبختری سے اس طرح روایت کیا ہے:

بَلَغَ عَبْدَاللّٰہِبْنَ مَسْعُوْدٍرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ قَوْمًایَقْعُدُوْنَ مِنَ الْمَغْرِبِ اِلَی الْعِشَاءِ یُسَبِّحُوْنَ یَقُوْلُوْنَ:قُوْلُوْاکَذَا قُوْلُوْاکَذَا.قَالَ عَبْدُاللّٰہِ:اِنْ قَعَدُوْافَآذِنُوْنِیْ بِھِمْ ، فَلَمَّا جَلَسُوْاآذَنُوْہُ فَانْطَلَقَ اِذَاآذَنُوْہُ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَھُمْ وَعَلَیْہِ بُرْنُسٌ فَأَخَذُوْافِیْ تَسْبِیْحِھِمْ فَحَسَرَ عَبْدُاللّٰہِعَنْ رَّأْسِہِ الْبُرْنُسَ وَقَالَ: أَنَاعَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍفَسَکَتَ الْقَوْمُ.فَقَالَ : لَقَدْجِئْتُمْ بِبِدْعَۃٍ ظَلْمَاءَ اَوْلَقَدْفَضَلْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍﷺ عِلْمًاقَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ مَاجِئْنَابِبِدْعَۃٍ ظَلْمَاءَ وَمَافَضَلْنَااَصْحَابَ مُحَمَّدٍﷺعِلْمًافَقَالَ عَمْرُوبْنُ عَتْبَۃَ بْنِ فَرْقَدٍ:أَسْتَغْفِرُاللّٰہَ یَاابْنَ مَسْعُوْدٍ وَأَتُوْبُ اِلَیْہِ قَالَ فَأَمَرَھُمْ أَنْ یَّتَفَرَّقُوْا (المصنف عبدالرزاق جلد۳صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲حدیث نمبر ۵۴۰۹،کتاب الجمعۃ .باب ذکر القصاص.

---

[1] أبو عبد الرحمن السلمی *(ع) مقرء الکوفۃ، الامام العلم، عبداللہ بن حبیب بن ربیعۃ الکوفی، من أولاد الصحابۃ، مولدہ فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم(سیر اعلام النبلاء ، ج۴ ص۲۶۷)

عبد الرحمن السلمی الکوفی المقرء مشھور بکنیتہ ولأبیہ صحبۃ ثقۃ ثبت من الثانیۃ مات بعد السبعین(تقریب التھذیب ج ا ص۴۸۶)

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بن عَبْدِ الْعَزِیزِ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَیْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلامِ بن حَرْبٍ، عَنْ عَطَاءِ بن السَّائِبِ، عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِیِّ، قَالَ :سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّہِ بن مَسْعُودٍ، یَقُولُ":إِنَّ اللَّہَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ یُنَزِّلْ دَاءً إِلا أَنْزَلَ لَہُ دَوَاءً إِلا الْمَوْتُ."(المعجم الکبیر حدیث نمبر ۸۸۴۲)

حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ شُعَیْبٍ، قَالَ :ثنا الْخَصِیبُ، قَالَ :ثنا ھَمَّامٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِیِّ، "أَنَّہُ صَلَّی خَلْفَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَابْنِ مَسْعُودٍ فَکِلَاھُمَا یُسَلِّمُ عَنْ یَمِینِہِ وَعَنْ یَسَارِہِ :السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ ,السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ "(شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۲۲)

مطبوعة: ادارة القرآن، کراچی. الطبعة الثانیة ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء والمعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۲) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ مغرب سے عشاء تک بیٹھ کر تسبیحات پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس طرح سے کہو اور اس طرح سے کہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب وہ بیٹھیں تو مجھے ان کی اطلاع کرو، پھر جب انہوں نے مجلس قائم کی تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی، جونہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی، فوراً ان کے پاس گئے، اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے، اور آپ نے لمبی ٹوپی پہنی ہوئی تھی، ان لوگوں نے اپنی تسبیحات شروع کیں، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے

---

[1] بعض روایات کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں دو حلقے دیکھے، تو آپ نے معلوم کیا کہ ان میں سے کون سا حلقہ پہلے سے تھا، پھر آپ نے دوسرے حلقے والوں کو پہلے حلقے والوں کے ساتھ شامل ہونے کا حکم فرمایا۔

اس روایت کے الفاظ سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ذکر کے الگ الگ حلقے قائم کرنے سے منع کیا ہے، نہ کہ اجتماعی طور پر ایک حلقہ قائم کرنے سے۔

حالانکہ یہ سراسر غلط فہمی ہے، کیونکہ مختلف سندوں سے مروی روایت میں ایک سے زیادہ حلقے کا ذکر نہیں، مگر اس کے باوجود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس پر نکیر فرما رہے ہیں، یہاں تک کہ انہیں متفرق ہونے کا حکم فرما رہے ہیں۔

جہاں تک الگ حلقے کو متحد کرنے کا معاملہ ہے، تو اس میں ذکر کے حلقوں کا ذکر نہیں، بلکہ ایک تفصیلی روایت میں اس کی وجہ بھی مذکور ہے، کہ آپ نے بغض وعداوت کے باعث الگ بیٹھنے والوں کو منع فرمایا۔

لہٰذا اس روایت سے اجتماعی ذکر کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بن عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلامِ بن حَرْبٍ، عَنْ عَطَاءِ بن السَّائِبِ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، وَرُبَّمَا، قَالَ :عَامِرٍ، قَالَ :دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ، فَقَالَ لِلْغُلامِ :انْطَلِقْ وَانْظُرْ أَهَؤُلاءِ جُلُوسًا قَبْلُ أَمْ هَؤُلاءِ؟ "فَجَاءَ، فَقَالَ :هَؤُلاءِ، فَقَالَ ":إِنَّمَا يَكْفِي الْمَسْجِدَ مُحْدِثٌ وَاحِدٌ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالتَّبَاغِي " حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بن عُمَرَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بن رَجَاءٍ، أنا زَائِدَةُ، عَنْ عَطَاءِ بن السَّائِبِ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ :ذُكِرَ لِعَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَجُلا يُجْتَمَعُ إِلَيْهِ، وَذَكَرَ حَدِيثَ أَبِي نُعَيْمٍ(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۳)

سر سے ٹوپی اتاری، اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔

یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے (یعنی انہوں نے ذکر کرنا موقوف کر دیا) پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سیاہ بدعت کا ارتکاب کر رہے ہو، یا پھر تم (اپنے گمان میں) محمد ﷺ کے صحابۂ کرام سے علم میں زیادہ فضیلت رکھتے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں)

پھر بنی تمیم کے ایک آدمی نے کہا کہ ہم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب نہیں کیا، اور نہ ہم محمد ﷺ کے صحابہ پر علم میں فضیلت رکھتے ہیں۔

پھر عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا کہ اے ابنِ مسعود میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، اور اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہوں، پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو الگ الگ کر دیا (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، مگر دوسری روایات کے پیشِ نظر اس کے حسن درجہ میں داخل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ [1]

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے اجتماعی ذکر کرنے والوں کو الگ الگ کر دینے کا بھی ذکر ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ اس طرح اجتماعی طور پر ذکر کرنے کو بدعت جانتے تھے، اور اسی کو آپ نے سیاہ بدعت فرمایا۔

(۷)......اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی ''کتاب الزہد'' میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن فضل سے؛ اور انہوں نے عطاء بن سائب سے؛ اور انہوں نے ابوالبختری سے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] قلت وأبوالبختری لم يسمع من ابن مسعود فالحديث منقطع. ولكن عدم سماع ابی البختری من ابن مسعود لم يضرنا، لان مثل هذا الانقطاع عندنا ليس بجرح وهٰذه الرواية منقولة الينا بطرق آخر ايضا لم يوجد الانقطاع فيها (محمد رضوان)

[2] حدثنا عبد الله ، حدثنی أحمد بن إبراهيم ، حدثنا محمد بن فضل ، عن عطاء بن السائب ، عن أبی البختری قال :أخبر رجل عبد الله بن مسعود ، رحمه الله أن قوما ، يجلسون فی المسجد بعد المغرب وفيهم رجل يقول :كبروا لله كذا وكذا وسبحوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۸)......اور ابنِ وضاح قرطبی (المتوفی ۲۸٦ھ) نے اپنی سندِ صحیح کے ساتھ عبدالواحد بن صبرۃ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت بیان فرمائی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

بَـلَـغَـهُ أَنَّهُـمُ يَـجُتَـمِعُوْنَ فِيُ نَاحِيَةٍ مِّنُ مَّسُجِدِ الْكُوُفَةِ يُسَبِّحُوُنَ تَسُبِيُحًا مَعُلُوُمًا وَيُهَلِّلُوُنَ وَيُكَبِّرُوُنَ ، قَالَ :فَـلَبِـسَ بُـرُنَسًا ، ثُمَّ انُطَلَقَ فَجَلَسَ إِلَيُهِمُ ، فَلَمَّا عَرَفَ مَا يَقُوُلُوُنَ رَفَعَ الْبُرُنُسَ عَنُ رَأْسِهٖ ثُمَّ قَالَ :أَنَا أَبُوُ عَبُدِ الرَّحُمٰنِ ، ثُمَّ قَالَ :لَـقَـدُ فَـضَلُتُمُ أَصُحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ عِلُمًا ، أَوُ لَـقَـدُ جِـئُتُمُ بِبِدُعَةٍ ظَلُمَاءَ .قَالَ :فَـقَـالَ عَـمُرُو بُنُ عُتُبَةَ : نَسُتَغُفِرُ اللّٰهَ ، ثَـلَاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ مِنُ بَنِيُ تَمِيُمٍ :وَاللّٰهِ مَا فَضَّلُنَا أَصُـحَابَ مُحَمَّدٍ عِلُمًا ، وَلَا جِئُنَا بِبِدُعَةٍ ظَلُمَاءَ ، وَلٰكِنَّا قَوُمٌ نَذُكُرُ رَبَّنَا ، فَـقَالَ : بَـلٰـى وَالَّـذِيُ نَـفُـسُ ابُـنَ مَسُـعُوُدٍ بِيَدِهٖ ، لَقَدُ فَضَلُتُمُ أَصُحَابَ مُـحَـمَّـدٍ عِلُمًا ، أَوُ جِئُتُمُ بِبِدُعَةٍ ظَلُمَاءَ ، وَالَّـذِيُ نَفُسُ ابُنَ مَسُعُوُدٍ بِيَدِهٖ لَـئِنُ أَخَذُتُمُ آثَارَ الْقَوُمِ لَيَسُبِقَنَّكُمُ سَبُقًا بَعِيُدًا ، وَلَئِنُ حُرُتُمُ يَمِيُنًا وَّشِمَالًا لَتَضِلُّنَ ضَلَالًا بَعِيُدًا (البدع لابن الوضاح القرطبی المتوفی ۲۸٦ھ، باب مایکون بدعة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ کوفہ کی مسجد میں ایک طرف جمع ہوکر متعین تسبیحات پڑھتے ہیں، اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا وِرد کرتے ہیں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لله كذا وكذا واحمدوا لله كذا وكذا فقال عبد الله :فيقولون ؟ قال :نعم ، فإذا رأيتهم فعلوا ذلك فأتني فأخبرني بمجلسهم ، فأتاهم وعليه برنس فجلس فلما سمع ما يقولون قام وكان رجلا حديدا فقال :أنا عبد الله بن مسعود والذي لا إله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء ، أو لقد فضلتم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم علما ؟ فقال معضد : والله ما جئنا ببدعة ظلماء ولا فضلنا أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم علما ، فقال عمرو بن عتبة :يا أبا عبد الرحمن نستغفر الله قال : عليكم بالطريق فالزموه فوالله لئن فعلتم لقد سبقتم سبقا بعيدا وإن أخذتم يمينا وشمالا لتضلوا ضلالا بعيدا (الزهدلاحمد

بن حنبل حدیث نمبر ٢١١٦)

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لمبی ٹوپی پہنی، پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے، اور ان کے قریب جا کر بیٹھ گئے، پھر جب آپ نے ان کے ذکر کرنے کے طریقہ کو پہچان لیا تو آپ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری، پھر فرمایا کہ میں ابوعبدالرحمٰن ہوں، پھر فرمایا کہ تم (اپنے گمان میں) محمد ﷺ کے صحابۂ کرام سے علم میں زیادہ فضیلت رکھتے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں) یا تم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔

پھر عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں، اس نے یہ بات تین مرتبہ کہی، پھر بنی تمیم کے ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم نہ تو ہم محمد ﷺ کے صحابۂ کرام پر علم میں فضیلت رکھتے ہیں، اور نہ ہی ہم نے کوئی سیاہ بدعت کی ہے، بلکہ ہم تو جمع ہو کر اپنے رب کا ذکر کر رہے ہیں۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں ابنِ مسعود کی جان ہے، کہ تم محمد ﷺ کے صحابۂ کرام سے علم میں اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہو، یا سیاہ بدعت کا ارتکاب کیا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں ابنِ مسعود کی جان ہے کہ اگر تم صحابۂ کرام کے نقشِ قدم پر چلو گے تو تم بہت آگے بڑھ جاؤ گے، اور اگر تم صحابۂ کرام کے طریقہ سے دائیں بائیں ہو گے، تو تم دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے (ترجمہ ختم)

اس روایت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ وہ لوگ اجتماعی طور پر ذکر کر رہے تھے، اس کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں کر رہے تھے، اسی پر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو بدعت کا مرتکب قرار دیا۔

اور یہی وجہ ہے کہ جواب میں ان لوگوں نے یہ کہا کہ ''ہم تو جمع ہو کر اپنے رب کا ذکر کر رہے ہیں'' مگر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا، اور اس پر بدعت ہونے کا حکم لگایا۔

(۹)......اور امام طبرانی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن اغر سے روایت کرتے ہیں:

بَلَغَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنُ زُرَارَةَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ يُذَكِّرُهُمْ، فَأَتَاهُمْ عَبْدُ اللهِ، فَقَالَ ":أَنتُمْ أَهْدَى أَمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ إِنَّكُمْ مُتَمَسِّكُوْنَ بِطَرَفِ ضَلَالَةٍ "(المعجم الكبير حديث نمبر ۸۵۵۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ عمر بن ضرارۃ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان کو اجتماعی ذکر کراتا ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا، کہ تم زیادہ ہدایت پر ہو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بلاشبہ تم گمراہی کے حصے کو پکڑ رہے ہو (ترجمہ ختم)

اس روایت میں اجتماعی طور پر ذکر کرنے اور اس پر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے تنبیہ کرنے کی صراحت ہے۔ [1]

ان روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اجتماعی ذکر پر نکیر کی روایات ان کے مختلف شاگردوں سے مختلف صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہیں، اور ان کا کسی طرح انکار درست نہیں۔

اور چونکہ ان تمام روایات میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے

---

[1] بعض حضرات نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابووائل سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ وہ ذکر سے روکتے تھے۔

حالانکہ میں نے ان کے ساتھ کسی مجلس میں شرکت نہیں کی مگر وہ اس مجلس میں ذکر بالجہر کرتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں انہوں نے ذکر کرنے والوں کو منع کیا، درست نہیں ہے۔ اس کا جواب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

''اولاً اس لیے کہ اس (حضرت ابووائل کی روایت) کی سند اور پھر اس کی صحت اور اتصال درکار ہے، محض حدیث صحیح کہنے سے صحیح نہیں ہو جاتی یا کم از کم مستند علماء اس کو صحیح قرار دیتے ہوں، بخلاف ان کی نہی کی روایت کے جس کو وہ قدصح سے تعبیر کرتے ہیں وثانیاً نہ تو اس روایت میں مسجد کی قید ہے اور نہ اجتماعی رنگ کا ذکر ہے وثالثاً اگر ثابت بھی ہو تو یہ تعلیم پر محمول ہوگا (حکم الذکر بالجہر صفحہ ۱۴۴)

طریقہ کا حوالہ دے کر ان لوگوں کو اس سے منحرف ہونے والا قرار دیا۔

جس کی وجہ سے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرفوع حدیث کا حکم رکھتی ہے۔

اور اگر کوئی مرفوع تسلیم نہ کرے تب بھی یہ حکماً مرفوعاً ہے۔ ۱

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا صحابۂ کرام اور فقہ وتصوف میں جو مقام ہے، وہ بالکل ظاہر ہے۔ ۲

---

۱ قول الصحابی المجتهدفیمالانص فیه حجة عندنایترک به القیاس (مقدمة اعلاء السنن، قواعدفی علوم الحدیث جلد۱۹ صفحه۱۲۸ و ۱۲۹)

وقول الصحابی اذاکان فقیهامقدم علی القیاس (المبسوط للسرخسی جلد۶، کتاب الطلاق)

والحاصل ان قول الصحابی حجة یجب تقلیدهٔ عندنااذالم ینفه شیئ آخرمن السنة (ردالمحتار جلد۲ ،باب الجمعة ،وفتح القدیر جلد۲ ،باب صلاة الجمعة)

وقال الخطیب رحمه اللهفی الموقوفات علی الصحابة جعلهاکثیرمن الفقهاء بمنزلة المرفوعات الی النبی ﷺ فی لزوم العمل بهاوتقدیمهاعلی القیاس والحاقهابالسنن .انتهیٰ (مقدمة فتح الملهم جلد ۱ صفحه ۱۱۵)

اقول فی قول ابن مسعودرضی الله عنه ان هذاالفعل لم یکن فی عهدالنبی والصحابة ، وهٰذاالتعلیل یوجب التقلیدوالعمل بهٖ خصوصاًوانکارابن مسعودمحمول علیٰ صورة مخصوصة بالذکرفلایعارض النصوص العام الذی یقتضی ثبوت الذکرمطلقاًکما هومذکورفی الکتب (محمدرضوان)

۲ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

رَضِیتُ لِأُمَّتِی مَا رَضِیَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ(مستدرک حاکم حدیث نمبر ۵۳۸۷،وحدیث نمبر ۵۳۸۸)

ترجمہ: جس چیز کو عبداللہ بن مسعود پسند کریں، میں بھی اس چیز کو تمہارے لیے پسند کرتا ہوں (ترجمہ ختم)

قال الحاکم:

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِیحٌ عَلَی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ ، وَلَمْ یُخَرِّجَاهُ ، وَلَهُ عِلَّةٌ مِنْ حَدِیثِ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ ، فَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَی بْنِ عِمْرَانَ الْفَقِیهُ ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ أَبِی طَالِبٍ ، حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیْبٍ ، حَدَّثَنَا وَکِیعٌ ، عَنْ سُفْیَانَ(مستدرک حاکم حدیث نمبر ۵۳۸۷)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

رَضِیتُ لِأُمَّتِی مَا رَضِیَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ ، وَکَرِهْتُ لِأُمَّتِی مَا کَرِهَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ(مسند البزار حدیث نمبر ۱۹۸۶)

ترجمہ: جس چیز کو عبداللہ بن مسعود پسند نہ کریں، میں بھی اس چیز کو تمہارے لیے پسند نہیں کرتا، اور جس چیز کو ابنِ مسعود میری امت کے لئے ناپسند کریں، میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں (ترجمہ ختم)

قال الهیثمی:

وَفِی إِسْنَادِ الْبَزَّارِ مُحَمَّدُ بْنُ حُمَیْدٍ الرَّازِیُّ وَهُوَ ثِقَةٌ ، وَفِیهِ خِلَافٌ ، وَبَقِیَّةُ رِجَالِهِ وُثِّقُوا(مجمع الزوائد ج۹ ص۲۹۰ باب ما جاء فی عبد الله بن مسعود رضی الله عنه)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد متعدد محدثین نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

"اِتَّبِعُوا، وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ، كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ." (المعجم كبير للطبرانی، حديث نمبر ۸۶۸۲، واللفظ له، سنن دارمی، باب فِي كَرَاهِيَةِ أَخْذِ الرَّأْيِ، شعب الايمان، حديث نمبر ۲۰۲۴، الابانة الكبرى لابن بطة حديث نمبر ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۲۰۵) [۱]

ترجمہ: (اسلاف کی) پیروی کرو، اور بدعت ایجاد نہ کرو، یہ تمہاری نجات کے لئے کافی ہے، ہر بدعت گمراہی ہے (ترجمہ ختم)

سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور اَللہُ اَکْبَر وغیرہ جیسے عظیم الشان اذکار جو کہ سنت ہیں اور ان کے عظیم فضائل احادیث وروایات سے ثابت ہیں، اگر اپنے اپنے طور پر گھر میں یا مسجد میں ان کا ذکر اور وِرد کیا جائے تو عظیم ثواب کا باعث ہیں۔

لیکن یہی مسنون اور عظیم الشان فضائل کے حامل اذکار اور کلمات جب اجتماعی شکل میں کئے گئے، کہ ایک شخص یہ کلمات مخصوص مقدار میں پڑھنے کی طرف متوجہ کرتا اور دوسرے لوگ اس کی تعمیل میں اجتماعی انداز میں ذکر کرتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی اور تاریک وسیاہ بدعت کے ایجاد کرنے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر علم میں آگے بڑھنے والا فرمایا۔

جس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کا اجتماعی ذکر بدعتِ اضافیہ میں شامل ہے، اور بدعتِ اضافیہ سے مراد وہ بدعت ہے کہ جو کسی اضافہ (مثلاً تداعی وغیرہ) کی وجہ سے بدعت بنی ہو۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایات اپنے مقصود ومدعا میں واضح ہیں، لیکن بعض حضرات ان میں مختلف تاویلات فرماتے ہیں۔

مثلاً کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔

---

[۱] قال الهيثمی:
رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ (مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ، بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِالسَّلَفِ)

حالانکہ ہم اس کا مختلف طرق سے صحیح السند ہونا مفصلاً ذکر کر چکے ہیں۔

امام قاضی خان، امام بزاز، علامہ شامی اور علامہ حموی رحمہم اللہ جیسے فقیہ حضرات نے بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

علامہ قاضی، امام بزاز، علامہ شامی اور علامہ حموی رحمہم اللہ سب کے سب بزرگ حضرت ابنِ مسعود کی اس روایت کو وقد صح سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کو صحیح کہتے ہیں اور خود صاحبِ انوارِ ساطعہ وقد صح کے الفاظ سے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں۔ اگر امام سیوطی کو اس کی سند معلوم نہیں ہو سکی، جیسا کہ سباحۃ الفکر ص۶۸ میں نقل کیا گیا ہے کہ اس اثر کی سند اور اس کے مخرج کا پتہ ہونا چاہیے تاکہ اس کی صحت اور ضعف کا حال کھلے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اور صاحبِ روح البیان نے جو اس روایت کو بلاوجہ جھوٹ اور افترا کہا ہے (تفسیر روح البیان جلد۲ ص۲۴۳)

تو ان کا قول سرے سے قابلِ التفات ہی نہیں ہے۔ وہ تو موضوع اور جعلی حدیثوں کو صحیح اور صحیح احادیث کو ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ پھر حدیث کی تصحیح اور تضعیف اُن کا مقام ہی نہیں ہے۔ یہ مسلّم محدثین اور صاحبِ بصیرت فقہاء کا کام ہے۔ صاحبِ روح البیان تو ایک صوفی مزاج مفسّر ہیں جنہوں نے رطب ویابس سبھی کچھ تفسیر میں جمع کر دیا ہے (دیکھئے اکسیر ص۸۲)

(ماخوذ از راہِ سنت صفحہ ۱۲۸، باب چہارم)

وقد صح عن ابن مسعود انه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یهللون ويصلون عليه عليه الصلاة والسلام جهراً فراح اليهم وقال ماعهدناذلک علىٰ عهده عليه الصلاة والسلام وما اراكم الا مبتدعين (غمزعيون البصائر، القول فی احكام المسجد، رفع الصوت بالذكر فی المسجد جلد۴)

صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبی ﷺ جهراً وقال لهم "ما اراكم الا مبتدعين" (ردالمحتار شامی جلد۶، فصل فی البيع بعد باب الاستبراء وغيره)

وقد صح عن ابن مسعود انهٔ سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد يهللون ويصلون عليه الصلوٰة والسلام جهراً فراح اليهم فقال ماعهدنا ذالک علىٰ عهده عليه السلام وما اراكم الا مبتدعين فمازال يذكر ذالک حتى اخرجهم عن المسجد.اھ (فتاویٰ بزازیه ج۳ ص۳۷۵، علی هامش الفتاویٰ الهندية)

اور جو بعض فقہاء ومحدثین سے اس روایت کا انکار منقول ہے، وہ اخراج عن المسجد پر محمول کیا جا سکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ صحیح روایات میں اخراج عن المسجد ثابت نہیں، اور جنہوں نے اخراج کو صحیح قرار دیا، ان کی مراد مطلق نکیر ہے، گویا کہ ان کی مراد اخراج بمعنیٰ افتراق ہے، اور یا پھر ممکن ہے کہ منکرین حضرات کو یہ پوری روایت نہ پہنچ سکی ہو، اور انہوں نے مسجد میں مطلق ذکر کرنے والوں کی تنبیہ سے متعلق یہ روایت سمجھتے ہوئے اس کا انکار کیا ہو۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد میں مطلق ذکر سے منع نہیں فرمایا، بلکہ مخصوص ہیئت کے ساتھ ذکر سے منع کیا ہے۔ فلاتعارض بينهما۔

لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے ثبوت کا انکار درست نہیں۔ [۱]

اسی طرح بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات کو جو دیگر احادیث وروایات کے خلاف قرار دیا ہے، یا یہ کہا ہے کہ یہ منع کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ بہت بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے، وغیرہ وغیرہ۔ [۲]

اولاً تو صحیح روایات کے مضمون کے تناظر میں اس قسم کی تاویلات راجح معلوم نہیں ہوتیں، دوسرے ان تاویلات کے باوجود بھی تداعی اور بھیئتِ اجتماعی مخصوص ذکر کے التزام پر مشتمل مروجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا جواز ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ ان امور کے مکروہ وبدعت ہونے کی فقہائے کرام واکابرِ عظام صراحت فرما چکے ہیں، اور بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اپنی ذاتی رائے تھی، اور دوسرے لفظوں میں یہ ان کا تفرد تھا۔ [۳]

یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا حوالہ دے کر یہ بتلا

---

[۱] جیسا کہ ایک صاحبِ علم بزرگ تحریر فرماتے ہیں:

سنن دارمی کے علاوہ مصنف عبدالرزاق، جلد۳ ص ۲۲۱ اور المعجم الکبیر جلد۹ ص ۱۳۳ اور تلبیس ابلیس علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ میں بھی مختلف طرق سے یہ اثر موجود ہے، لیکن کوئی طریق بھی ضعف سے خالی نہیں، رہا متن تو اس کے متن کے اندر بھی خفیہ علت موجود ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یا تو یہ اثر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ پر جھوٹ وافتراء ہے، یا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار ایک خاص محل پر محمول ہے، کیونکہ قرآن وحدیث کی رو سے جہر معتدل اور مجالسِ ذکر کا جواز واستحباب ثابت ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی قرآن وحدیث کی مخالفت کریں (ذکر اللہ کے فضائل ومسائل ص ۳۰۵، درذیل: مجالسِ ذکر اور ان کے فوائد، تالیف: مفتی مختار الدین شاہ صاحب؛ کربوغہ شریف، ناشر دار الایمان ویسٹریج III راولپنڈی، تاریخ طبع محرم ۱۴۲۸ھ جنوری ۲۰۰۷ء)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سندوں سے ثبوت کے بعد جھوٹ وافتراء ہونے کی تو گنجائش نہیں۔

جہاں تک خاص محل پر محمول ہونے کا تعلق ہے، تو اس میں کوئی شبہ نہیں، اور وہ محمل غیر مشروع ومنکَر کا منضَم ہونا ہے، اور مبحوث فیہ یہی مجالسِ ذکر ہیں۔ کما سیجیئ۔

رہا جہرِ معتدل اور نفسِ مجالسِ ذکر (جن میں کوئی منکَر شامل نہ ہو) اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

[۲] ملاحظہ ہو: ''ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں'' صفحہ نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۹، مطبوعہ: زمزم پبلشرز کراچی، تاریخِ اشاعت اپریل 2007ء۔

[۳] ملاحظہ ہو: ''ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں'' صفحہ نمبر ۱۵۶، مطبوعہ: زمزم پبلشرز کراچی۔

دیا کہ اس طرح کا اجتماعی ذکر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں رائج نہ تھا، جس کے بعد اس مضمون کے مرفوع ہونے میں بھی شبہ نہ ہونا چاہئے۔ کما مر۔

پس اس کو ان کی ذاتی رائے اور تفرد قرار دینے کے کوئی معنی نہیں؟

اسی طرح بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا منع فرمانا احتیاط اور سدِ باب کے طور پر تھا، تاکہ لوگ اس کو مسجد کے اعمال میں سے اور خاص خاص تعداد کو اور طریقہ کو سنت سمجھ کر بدعت شروع نہ کر دیں۔ [1]

یہ بھی قابلِ تامل ہے، پھر خیر القرون کے دور میں تو بدعت شروع کرنے کا ڈر ہو، اور آج قربِ قیامت کے پُرفتن دور میں وہ ڈر موجود نہ ہو، یہ کیونکر ممکن ہے، جبکہ ہم دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ حضرت رضی اللہ عنہ تداعی کے ساتھ ایک ذکر کے التزام وغیرہ جیسی قیود وتخصیصات کی وجہ سے اور بالفاظِ دیگر احداث فی الدین کی وجہ سے منع فرمایا تھا۔

چنانچہ علامہ قاضی ابراہیم حنفی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> یعنی یہ جو تم کرتے ہو یا تو تاریک بدعت ہے، یا تم نے وہ بات پائی ہے جو صحابہ کے بھی ہاتھ نہ آئی تھی، خواہ بے خبری سے، خواہ سُستی سے۔ پس تم طریقِ عبادت کے علم میں صحابہ سے غالب ہو نکلے، دوسری صورت ناممکن ہے، پس پہلی صورت یعنی اس کام کا بدعتِ سیئہ ہی ہونا متعین ہے، یہی بات ہر اس شخص کے بارے میں کہی جائے گی جو خالص عبادتِ بدنی کو اس طور سے ادا کرے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھا
>
> (مجالسُ الابرار، اُردو ص ۱۶۵، مجلس نمبر ۱۸، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی) [2]

---

[1] ملاحظہ ہو: ''ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں'' صفحہ نمبر ۱۴۷۔

[2] حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:
ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۰۶۷ھ) کی یہ غلطی ہے کہ وہ مجالسُ الابرار کو ملا احمد رومی کی تالیف بتاتے ہیں، ایسی غلطیاں ان سے بکثرت صادر ہو جاتی ہیں (مثلاً دیکھئے فوائدِ بہیہ ص ۱۹ اور اس کا حاشیہ تعلیقاتِ سنیہ ۱۸۰)
مجالس الابرار کی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی بڑی تعریف کی ہے، فرماتے ہیں کہ کتاب ''معتبر است'' (فتاویٰ عزیزی جلد ۲ صفحہ ۱۱۵) (ماخوذ از راہِ سنت صفحہ ۶۱، بابِ اوّل)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجالسِ ذکر کے مجوِّزین (یعنی جائز قرار دینے والوں) نے اس (روایت) کے تین جوابات دیے ہیں (۱) اس اثر کا کتبِ حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا (۲) یہ جوازِ جہر سے متعلقہ احادیثِ صحیحہ صریحہ کے خلاف ہے (۳) ان لوگوں نے کوئی بدعت شامل کر لی ہوگی مثلاً اجتماع بالتداعی، امام و ائتمام، باہم کوئی اور ارتباط، جہرِ مفرِط وغیرہا۔

پہلا جواب (یعنی اس روایت کو غیر ثابت قرار دینا۔ ناقل) اس لیے صحیح نہیں کہ طبرانی نے متعدد اسانید سے (اور سننِ دارمی نے۔ ناقل) اس کی تخریج فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں اکثر فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ''وَقَدْ صَحَّ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ'' سے اس (روایت) کی تصحیح و توثیق فرمائی ہے۔

دوسرے جواب (یعنی یہ کہ یہ روایت جہر کے جواز سے متعلق صحیح و صریح احادیث کے خلاف ہے۔ ناقل) میں رد بلا سبب ہے، اس لیے تیسرا جواب ہی متعین ہے'' (رسائل الرشید صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶، مطبوعہ مکتبہ حلیمیہ کراچی)

تیسرے جواب کے صحیح ہونے کی تائید اس روایت کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے، کہ جس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ پر نکیر کرتے ہوئے اس کو بدعت سے تعبیر فرمایا ہے۔

اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نصِ صریح ہے کہ یہ کیفیت اور احداث ہیئتِ جدیدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں نہ تھی (راہِ سنت صفحہ ۱۲۹)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ اگرچہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے لیکن اس کا یہ خاص طرز و طریقہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بتایا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے۔ لہٰذا یہ بدعتِ ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی،

بدعتِ عظمیٰ بھی ہے اور بدعتِ ظلماء بھی اور بقول امام ابنِ دقیق العید رحمہ اللہ اس مخصوص کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فضیلتِ ذکر کی عام دلیلوں کے نیچے داخل نہیں کیا (راہِ سنت ص ۱۴۴) [۱]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے ذکر کے مخصوص طریقے متعین کر لینے کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے، چنانچہ انہوں نے زمانۂ فتن میں لوگوں کی تیس حالتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دسویں حالت کے ذیل میں اس بات کو مفصل بیان فرمایا ہے (ملاحظہ ہو ''ازالۃ الخفاء مترجم ج ۱ ص ۵۰۴، فصل پنجم، مقصدِ اول)

پس گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مروّجہ مجالسِ ذکر کی طرح کا اجتماعی ذکر کرنا صحابۂ کرام میں رائج نہ تھا۔ [۲]

اس لئے ہر شخص کو اپنا ذکر الگ الگ اور جدا جدا کرنے میں ہی عافیت وسلامتی نظر آتی ہے، اور اس میں تداعی اور ایک ہی ذکر خواہ سرّی ہو یا جہری جیسی قیودات وتخصیصات وغیرہ کے التزام سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(مزید تفصیل آگے عبارات نمبر ۱ میں ملاحظہ فرمائیں)

---

[۱] ابنِ دقیق العید رحمہ اللہ کی عبارت یہ ہے:

فھٰذا ابن مسعود انکر ھٰذا الفعل مع امکان ادراجه تحت عموم فضیلة الذکر (احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام لابن دقیق العید ج ۱ ص ۵۲، اعداد رکعات الرواتب)

[۲] مگر اس کے برعکس بعض حضرات تداعی اور مخصوص ذکر کے التزام بلکہ بصوتِ واحد جہر کے ساتھ مساجد میں مجالسِ ذکر کے انعقاد کو نہ صرف جائز بلکہ سنت ومستحب قرار دے رہے ہیں، اور ان کے انعقاد کی دوسروں کو ترغیب بھی دے رہے ہیں۔

فقہائے کرام واکابرِ امت سے ثبوت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد شریعت کے مستحکم اُصولوں کے عین مطابق ہے، اور اسی وجہ سے فقہائے کرام اور اکابرِ امت جو دین کے محافظ ہیں۔

وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت اور بدعت کی حقیقت کے پیشِ نظر ذکر میں اس طرح کی قیودات وتخصیصات پیدا کرنے پر کیسے خاموشی اختیار کر سکتے تھے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اتباع میں اپنی اس ذمہ داری کا تسلسل جاری رکھا۔ [1]

آگے اسی قسم کی قیودات وتخصیصات پر مشتمل ذکر ودرود کے متعلق چند اکابر اور فقہائے امت کی تصریحات پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وصیت

(۱)......حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے (جن کا علمی سلسلہ بالواسطہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو جو وصیتیں فرمائیں۔

ان میں سے ایک وصیت یہ تھی:

"وَلَا تَحْضُرْ مَجَالِسَ الذِّكْرِ"

---

[1] جیسا کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ براہینِ قاطعہ میں فرماتے ہیں:

"قرآن وحدیث وقولِ صحابی سے اگرچہ جزیہ ہی ہو، فقہاء کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اس کلیہ سے صدہا مسائلِ جزیہ جملہ ابواب فقہ کے ثابت کرتے ہیں، اس کا ہی نام تفقہ ہے، سب ادنیٰ اعلیٰ اہلِ علم اس کو جانتے ہیں، تمام بخاری وغیرہ کتب کے ابواب اس کے شاہد ہیں، ایسا ہی طیبی نے اس قول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کلیہ پیدا کیا اور پھر وہ کلیہ سب ابواب میں مفیدِ حکم ہوا، عبادات ومعاملات میں اور خلاصہ کلیہ کا یہ ہے، کہ حکمِ شارع کا اپنے محل ومورد پر قصر کرے، اس کے درجہ سے تعدی نہ کرے، اگر کرے گا، تو تغیر حکم شرع کا ہو جائے گا اور تغیرِ حکمِ شرعی کو ہی بدعت کہتے ہیں (براہین قاطعہ صفحہ ۲۶، درذیل مولوی امیر باز خان کے جواب کے رد کارد)

ترجمہ: اور تم مجالسِ ذکر میں حاضر مت ہونا۔ [1]

ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ وصیت اسی قسم کی مجالسِ ذکر کے متعلق فرمائی ہے جو بدعات ومنکرات پر مشتمل ہوں۔

جیسا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے گزرا۔ [2]

علامہ شاطبی رحمہ اللہ کا حوالہ

(۲)......محیُ السنۃ قاطعُ البدعۃ علامہ ابواسحاق شاطبی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وَتَعْيِيْنُ الْكَيْفِيَّاتِ وَالْتِزَامُ الْهَيْئَاتِ الْمُعَيَّنَةِ اَوِالْاَزْمِنَةِ الْمُعَيَّنَةِ مَعَ الدَّوَامِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ ،وَهٰذَاهُوَالْاِبْتِدَاعُ وَالْبِدْعَةُ وَيُسَمّٰى فَاعِلُهٗ مُبْتَدِعاً (الاعتصام الجزء الاول ،الباب الاول فی تعریف البدع وبیان معناها، صفحه۲۵ ،مطبوعه بیروت لبنان)

ترجمہ: اور اپنی طرف سے دوام کے ساتھ کیفیات کو متعین کرلینا اور معیّن شکل وصورت اور طور طریق کا (اعتقادی یا عملی) التزام کرلینا یا معین زمانوں کا التزام کرلینا وغیرہ وغیرہ، یہی ابتداع اور بدعت ہے اور اس کے کرنے والے کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور آگے آتا ہے کہ اجتماعی طور پر ایک ذکر کا التزام کرلینا متعین کیفیات وھیئات کے التزام میں

---

[1] (الأشباه والنظائر مع شرحۂ الحموی جلد۴،تحت الفن السابع ومجموعه وصایا امام اعظم رحمه الله علیه صفحه۴۴، مرتبه: حضرت مولانامفتی محمدعاشق الٰهی صاحب بلندشهری رحمه الله .مطبوعة:ادارة المعارف ، كراچی)

[2] علامہ حموی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس وصیت کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے لیکن اس پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ حدیث میں حلقۂ ذکر کے ساتھ وابستہ ہونے اور حلقۂ ذکر کو ریاض الجنۃ فرمانے کی تصریح ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"قوله ولاتحضر مجالس الذكر كذافي النسخ ومثلهٗ في مناقب الكردري وهومشكل فقدورد في الحديث عليكم بحلق الذكرفانهارياض الجنة وفي بعض النسخ ولاتحقربالقاف وهوغيرمناسب للمعطوف فتأمل (الأشباه والنظائرمع شرحهٗ الحموی جلد۴،تحت الفن السابع)

مگر اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں جن مجالس کو ریاضُ الجنۃ اور حلقۂ ذکر کہا گیا ہے، اس کا مفہوم بہت عام ہے اور آپ نے اُن خاص مجالسِ ذکر سے منع فرمایا ہے جو بدعات پر مشتمل ہوں اور یہی ہماری بحث کا موضوع ہیں، ورنہ امام ابوحنیفہ جیسے بحرُ العلوم سے صریح وصحیح احادیث کے خلاف وصیت کرنے کا کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے۔ محمد رضوان

داخل ہے۔ [1]

(۳)......اور مذکورہ عبارت کے کچھ بعد علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنْهَا الْتِزَامُ الْكَيْفِيَّاتِ وَالْهَيْئَاتِ الْمُعَيَّنَةِ كَالذِّكْرِ بِهَيْئَةِ الْاِجْتِمَاعِ عَلٰى صَوْتٍ وَّاحِدٍ (الاعتصام ،الجزء الاول ،الباب الاول فی تعریف البدع وبیان معناها، صفحه۲۶ ،مطبوعه بیروت لبنان)

ترجمہ: اوران ہی بدعات میں سے ایک بدعت یہ ہے کہ مخصوص کیفیات اور معین ھیئات کا (اعتقاداً یا عملاً) التزام کر لینا جیسے کہ اجتماعی طریقے پر ایک ساتھ آواز ملا کر ذکر کرنا (ترجمہ ختم)

اس عبارت میں مخصوص کیفیات اور معین ھیئات کی مثال اجتماعی انداز میں ایک ذکر کے التزام کی پیش کی گئی ہے۔

---

[1] نیز آگے ''بعض صوفیائے کرام کے مجالسِ ذکر قائم کرنے کے شبہ کے مدلل ومفصل جواب'' کے عنوان کے تحت یہ تفصیل آتی ہے کہ التزام چاہے اعتقادی ہو، یا عملی؛ بہر حال ناجائز ہے،اوراگر کسی محتاط کا اپنا عقیدہ درست ہوتب بھی ایہامِ جاہل کی وجہ سے اس کو علی الاعلان کرنا مکروہ ہے،علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے۔

حاصل معنى كلام هذين الشيخين بيان وجه الكراهة في المداومة وهو أنه إن رأى ذلك حتما يكره من حيث تغيير المشروع وإلا يكره من حيث إيهام الجاهل (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة)

وَمَا يُفْعَلُ عَقِيبَ الصَّلَاةِ فَمَكْرُوهٌ لِأَنَّ الْجُهَّالَ يَعْتَقِدُونَهَا سُنَّةً أَوْ وَاجِبَةً وَكُلُّ مُبَاحٍ يُؤَدِّي إلَيْهِ فَمَكْرُوهٌ انْتَهَى .وَحَاصِلُهُ أَنَّ مَا لَيْسَ لَهَا سَبَبٌ لَا تُكْرَهُ مَا لَمْ يُؤَدِّ فِعْلُهَا إلَى اعْتِقَادِ الْجَهَلَةِ سُنِّيَّتَهَا كَالَّتِي يَفْعَلُهَا بَعْضُ النَّاسِ بَعْدَ الصَّلَاةِ (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

التزامِ اعتقادی کا ناجائز ہونا تو ظاہر ہے لیکن ظاہراً صحتِ اعتقاد کے ساتھ عملی التزام میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی ،اس کو فقہاء کیوں منع کرتے ہیں؟ سو واقعی فقہاء حکماء ہیں،اسرارِ شریعت کو خوب سمجھتے ہیں، بات یہ ہے کہ التزامِ عملی سے رفتہ رفتہ اعتقاد پر بھی اثر ہونے لگتا ہے،خصوص عام لوگوں کے اعتقاد پر اور اگر بالفرض نہ بھی ہوتو اس میں صورتاً شریعت کے ساتھ معارضہ ہے جیسا کہ التزامِ اعتقادی میں حقیقتاً معارضہ ہے،اس لیے وہ دونوں قسم کے التزام کو منع فرماتے ہیں (خطباتِ حکیم الامت جلد۵ ،مواعظِ میلادُ النبی صفحہ۲۶۱و۲۶۲،وعظ المورد الفرخی فی المولد البرزخی۔مطبوعہ:المکتبۃ الاشرفیہ،لاہور۔سنِ اشاعت:۱۹۹۲ء)

(۴)......اور ایک مقام پر علامہ شاطبی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فَاِذَانُدِبَ الشَّرْعُ مَثَلاً اِلیٰ ذِکْرِ اللهِ فَالْتَزَمَ قَوْمٌ اَلْاِجْتِمَاعَ عَلیٰ لِسَانٍ وَّاحِدٍ وَّبِصَوْتٍ اَوْفِیْ وَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ مَّخْصُوْصٍ عَنْ سَائِرِ الْاَوْقَاتِ لَمْ یَکُنْ فِیْ نُدُبِ الشَّرْعِ مَایَدُلُّ عَلیٰ هٰذَاالتَّخْصِیْصِ الْمُلْتَزَمِ بَلْ فِیْهِ مَایَدُلُّ عَلیٰ خِلَافِهٖ (الاعتصام الجزء الاول ،الباب الرابع فی مأخذاهل البدع بالاستدلال ،فصل ومنهاتحریف الادلة فی مواضعها،صفحه ۱۶۹)

ترجمہ: جب شریعت نے کسی چیز کی ترغیب دی ہومثلاً اللہ کا ذکر،تو اگر کوئی قوم اس کا (اعتقادی یا عملی) التزام کرلے کہ ایک زبان ہوکر آواز سے وہ اللہ کا ذکر کرے یادوسرے اوقات کے علاوہ کسی مخصوص اور متعین وقت کے اندر وہ ذکر کرے تو شریعت کی وہ ترغیب اس مخصوص التزام کی ہوئی چیز پر ہرگز دلالت نہیں کرتی بلکہ وہ اس کے خلاف دلالت کرتی ہے (ترجمہ ختم)

مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ذکر میں مخصوص کیفیات اور ھیئات کا التزام بدعت ہے،جس کو دیگر فقہائے کرام نے ''بِشَیْیءٍ دُوْنَ شَیْءٍ'' سے اور ہمارے اکابر نے تداعی کی قید کو بھی مخصوص ھیئت کی تعیین والتزام سے تعبیر فرمایا ہے،اور اس کا آگے ذکر آتا ہے۔

اور مذکورہ عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ذکر کا التزام بھی اس اصول میں داخل ہے،اور ہماری زیرِ بحث مجالسِ ذکر میں ظاہر ہے کہ یہ خرابی موجود ہے۔

علامہ ابنِ ہمام وامام زیلعی رحمہما اللہ کا حوالہ

(۵)......علامہ ابنِ ہمام اور امام زیلعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا یُمْنَعُ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی بِسَائِرِ الْأَلْفَاظِ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ بَلْ مِنْ إِیقَاعِهٖ عَلٰی وَجْهِ الْبِدْعَةِ (فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین،تبیین الحقائق،کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین ، مندوبات العیدین)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر خواہ وہ کسی طرح کے الفاظ کے ساتھ ہو اور کسی بھی وقت ہو، ممنوع نہیں بلکہ اصل ممانعت اُس کو بدعت کے طریقہ پر کرنے میں ہے (ترجمہ ختم)

اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کا حوالہ

(۶)......اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی ردالمختار میں اس اصول کو نقل فرمایا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

لَا یُمْنَعُ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ -تَعَالٰی فِیْ وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ بَلْ مِنْ إِیقَاعِہٖ عَلٰی وَجْہِ الْبِدْعَۃِ (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر خواہ وہ کسی بھی وقت ہو، ممنوع نہیں ہے بلکہ اصل ممانعت اُس کو بدعت کے طریقہ پر کرنے میں ہے (ترجمہ ختم)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خواہ کسی بھی قسم کا ہو مثلاً لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمدللہ وغیرہ اور کسی بھی وقت ہو، یہ ممنوع نہیں، البتہ اگر ذکر میں کوئی بدعت شامل ہو تو وہ ممنوع ہوجاتا ہے، اور سب لوگوں کا مل کر ایک قسم کے ذکر کی پابندی اور اس کے لئے لوگوں کو جمع کرنے اور اس جیسی دوسری تخصیص کا بدعت ہونا پہلے بیان کیا جاچکا ہے، اور آگے بھی تفصیل کے ساتھ آتا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کی تخصیصات وقیودات زیرِ بحث مروجہ ذکر کی مجلسوں میں موجود ہیں۔

علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ کا حوالہ

(۷)......اور علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ نے اس اصول کے ساتھ ساتھ اس کی دلیل بھی تحریر فرمائی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

لَا یُمْنَعُ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ بِسَائِرِ الْاَلْفَاظِ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ بَلْ مِنْ اِیْقَاعِہٖ عَلٰی وَجْہِ الْبِدْعَۃِ (وبعد اسطر) **لِاَنَّ ذِکْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِذَا قُصِدَ بِہِ التَّخْصِیْصُ**

بِـوَقْـتٍ دُوْنَ وَقْـتٍ اَوْبِشَيْىءٍ دُوْنَ شَیْءٍ لَمْ يَكُنْ مَّشْرُوْعاًحَيْثُ لَمْ يَرِدِ الشَّرْعُ بِهٖ لِاَنَّهٗ خِلَافُ الْمَشْرُوْعِ (البحرالرائق جلد ۲ صفحه ۱۵۹ ،باب العیدین ملخصاً)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر خواہ وہ کسی طرح کے الفاظ کے ساتھ ہو اور کسی بھی وقت ہو، ممنوع نہیں ہے بلکہ اصل ممانعت اُس کو بدعت کے طریقہ پر کرنے میں ہے (اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جب کسی خاص وقت کے ساتھ مقصود بنا لیا گیا یا کسی شئ کے ساتھ ذکر اللہ کو مخصوص کر لیا گیا تو وہ مشروع و جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی، لہٰذا وہ شریعت کے خلاف ہوگا (ترجمہ ختم)

اس عبارت میں مذکور ’’ بشیئ دون شیئ ‘‘ کے مفہوم میں ایک ذکر کا التزام اور اس کے لئے تداعی (یعنی لوگوں کو جمع کرنے اور بلانے کا اہتمام) جیسی قیود بھی داخل ہیں، کیونکہ یہ بھی شریعت اور صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں، کما سیجیئ التفصیل ۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کا ایک اور حوالہ

(۸)......علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وَاتِّـخَاذُ الدَّعْوَةِ لِقِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَاءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقَرَاءَ ةِ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ اَوِ الْاِخْلَاصِ (ردالمحتار ج۲ ص ۲۶۰، باب صلاۃ الجنازۃ)

ترجمہ: اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے دعوت کرنا اور نیک لوگوں اور قاریوں کا ختم کے لئے، یا سورہ انعام کی یا سورہ اخلاص وغیرہ کی قراءت کے لئے جمع ہونا (بھی مکروہ ہے) (ترجمہ ختم)

قرآن مجید کی تلاوت و قرائت بھی ذکر میں داخل ہے، اور آگے آتا ہے کہ خاص اس کے لئے اجتماع و تداعی صحابہ و تابعین کے دور سے ثابت نہیں، اس لئے اس غرض کے لئے جمع ہونے کا اہتمام و تداعی مکروہ و ممنوع ہے، اگر چہ بغیر تداعی کے مکروہ و ممنوع نہ ہو (جیسا کہ مساجد میں نماز

کے بعد متعدد افراد اپنے اپنے طور پر تلاوت میں مشغول ہوجاتے ہیں)

اسی طرح ذکر کے دوسرے افراد میں بھی اس طرح جمع ہونے اور تداعی کا اہتمام مکروہ ہوگا۔ [۱]

فتاویٰ ہندیہ اور المحیط کا حوالہ

(۹)......اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

قِرَاءَةُ الْكَافِرُوْنَ إِلَى الْآخِرِ مَعُ الْجَمْعِ مَكْرُوْهَةٌ لِأَنَّهَا بِدْعَةٌ لَمْ تُنَقَلُ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَا عَنِ التَّابِعِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ كَذَا فِي الْمُحِيْطِ

(الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع فی الصلاۃ)

ترجمہ: سورہ کافرون کی آخر تک جمع ہوکر قرائت کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ بدعت ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے منقول نہیں، محیط میں اسی طرح سے ہے

(ترجمہ ختم) [۲]

فقہائے کرام نے مندرجہ بالا مسئلہ میں کراہت و بدعت کی علت صحابہ وتابعین سے منقول نہ ہونا بیان کی ہے، اور ذکر کے لئے تداعی اور اجتماعی طور پر ایک ذکر کا التزام صحابہ وتابعین سے منقول نہیں۔

---

[۱] چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ براہینِ قاطعہ میں فرماتے ہیں:

اطلاق کا مقید کرنا کسی فرد میں جب منع ثابت ہوگیا؛ تو جملہ افراد وکلیات میں یہ حکم ظاہر ہوگیا (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۹۶، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

اس اصول کی روشنی میں عرض ہے کہ قرائتِ قرآن بھی چونکہ ذکر اللہ کا فرد ہے، تو جب اس فرد کے لئے اجتماع وتداعی کا منع ہونا ثابت ہوگیا، تو معہود ذکر کے جملہ افراد وکلیات (مثلاً تہلیل، تحمید، تسبیح وغیرہ) میں بھی ظاہر ہوگیا۔

نیز آگے یہ بھی آتا ہے کہ ثواب کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تداعی بدعت اور مکروہ ہے، کیونکہ یہ خیر القرون سے ثابت نہیں۔

[۲] چنانچہ محیط کی عبارت اس طرح ہے:

قراءة الكافرون مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم ينقل عن الصحابة، وعن التابعين رضوان الله عليهم أجمعين (المحيط البرهاني، الفصل الرابع فی الصلاة، والتسبيح، وقراءة القرآن، والذكر،والدعاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن والذكر والدعاء، مسائل قراءة القرآن)

جبکہ وہ ذکر وعبادت پر ہم سے زیادہ حریص تھے، بلکہ اس سے بڑھ کر ان حضراتِ گرامی سے اس پر نکیر بھی ثابت ہے۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی احادیث میں گزرا، اور یہ کراہت وبدعت تداعی جیسی قیود کی وجہ سے ہی ہے، کما مر۔

لہٰذا منقول نہ ہونے سے اس کو مباح یا مسکوت عنہ سمجھنا درست نہیں، وَسَیَجِیُٔ بَقِیَّۃُ التَّفُصِیلِ۔

علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ کا حوالہ

(۱۰)......اور علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا الُحُفَّاظُ یَجُتَمِعُوُنَ لِلُقِرَاءَ ۃِ یَقُرَءُ وُنَ مَعًا لِلثَّوَابِ فَلَیُسَ مِنُ فِعُلِهِمُ وَلَا بِمَرُوِیٍّ عَنُهُمُ (المدخل لابن الحاج جلد ا فصل فی العالم و کیفیة نیته)

ترجمہ: حافظوں کا تلاوت کے لیے جمع ہونا تا کہ وہ ایک ساتھ مل کر ثواب کے لیے قرآن پڑھیں، تو یہ صحابہ وسلف کے فعل سے ثابت نہیں، اور نہ ہی اُن سے قولاً مروی ہے (ترجمہ ختم)

دینی مدارس میں تعلیم کی غرض سے جو طلبہ ایک جگہ قرآن مجید پڑھتے ہیں، وہ چونکہ تعلیم کی غرض سے پڑھتے ہیں، تو وہ مذکورہ بحث سے خارج ہیں۔

لیکن جب ثواب مقصود ہو تو اس کے لئے اجتماع کی نہ ضرورت ہے، اور نہ ہی صحابۂ کرام واسلاف سے ثابت ہے، اور غیر مقصود کے لئے تداعی ہے، اس لئے بدعت ہے (کذافی امدادالفتاویٰ ج ۱ ص ۵۴۰) [1]

پس مذکورہ عبارات سے تلاوتِ قرآن کی شکل میں ذکر کرنے کے عمل میں تداعی کا بدعت ہونا معلوم ہو گیا۔

اور آگے علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کے لئے بھی اس طرح کے اجتماع کی ممانعت

---

[1] اور ثواب کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ اجتماع ثواب کے لئے نہ ہو بلکہ رقیہ کے لئے ہو تو اس کے لئے یہ ممانعت کا حکم نہ ہوگا (محمد رضوان)

کا تذکرہ آتا ہے۔ [۱]

(۱۱)......اور ایک مقام پر علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُمْ كَيْفَ كَانَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ وَأَنَّهُمْ كَانُوا

---

[۱] اور براہینِ قاطعہ میں ہے:

الغرض ثواب قرآن شریف کا آپ کے زمانے میں تھا، مگر اجتماع مخصوص نہ تھا (براہینِ قاطعہ صفحہ۱۱۰، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

اجتماعِ مخصوص سے وہی اس کے لئے جمع ہونا اور تداعی کا ہونا مراد ہے۔

نیز ایک مقام پر ہے:

''**کنا نری الاجتماع الیٰ اھل المیت وصنعھم لطعام من النیاحۃ** ''الحدیث، اس پر برابر صادق آ گئی، کیونکہ اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا، کوئی قید نہیں کہ کس واسطے جمع ہونا تھا، خواہ محض تعزیتِ مکررہ کے واسطے، خواہ قرآن پڑھنے کو، اور مطلق کو مقید کرنا بالرائے حرام ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ۱۰۴؛ ۱۰۵)

اور خاص اس غرض کے لئے جمع ہونا بھی مطلق کو مقید کرنے میں داخل ہے، جس کی مزید تفصیل براہینِ قاطعہ کے حوالے سے آگے آتی ہے۔

ایک اور مقام پر براہینِ قاطعہ میں ہے:

ایصالِ ثواب مستحسن ہے، منع کرنا علماء کا ہیئتِ مروجہ کو ہے، نہ ایصالِ ثواب کو......حدیثِ جریر میں دو امر کا ذکر ہے، اجتماع الی اہل میت، اور صنعۃ الطعام، جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر کو صحابہ شنیع جانتے تھے، اور ہر ہر امر کو بدعت و معصیت فرماتے تھے، نہ کہ مجموع من حیث المجموع کو، مگر مجموعہ کی کراہت اس سے لازم ہے......ایصالِ ثواب کے واسطے جمع ہونا یہ رسم مروجہ بھی اجتماع الی اہل المیت ہی ہے، جو کہ حدیث میں موجود ہے، جبکہ وہ قرونِ خیر میں ثواب کے حریص اور نفع رسانی مسلم کی حیاً و میتاً مشغوف؛ اس کام کو براجان کر ترک کریں، تو کسی دوسرے کو کرنا اگر بدعت نہ ہوگا، تو کیا ہووے گا (براہینِ قاطعہ صفحہ۱۰۶)

نیز ایک مقام پر ہے:

اگر مجمع مباح ہے، اس میں آہستہ پڑھنا چاہئے، اور مجمع بدعت میں اگر آہستہ پڑھیں گے، تو یہ کراہت رفع ہوجاوے گی، اگرچہ دیگر وجوہِ منع کے سبب سے وہ منع ہی رہے گا (براہینِ قاطعہ صفحہ۱۱۱)

تداعی و اہتمام کے ساتھ جو مجمع ہو، وہ مجمع مباح نہیں، اس لئے خاص اس غرض کے لئے جمع ہونا، جس کو تداعی کہا جاتا ہے، یہ بھی من جملہ وجوہاتِ منع سے ہے، اور مبحوث فیہ مسئلہ میں فقہائے کرام نے تداعی کے مکروہ و بدعت ہونے کا جو حکم بیان فرمایا ہے، یہ ظاہر ہے کہ تداعی بالنوافل کے بجائے تداعی بالذکر میں داخل ہے۔

پس بعض حضرات کا تداعی کے عدمِ جواز کو نوافل کے ساتھ خاص سمجھنا اور تداعی بالذکر بلکہ مجالس الذکر کو اس سے خارج سمجھ کر اس کے جواز اور اس سے بڑھ کر استحباب کا حکم لگانا (**کما سیجیئ**) کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

مُجْتَمِعِيْنَ فِي الْمَسْجِدِ يُسْمَعُ لَهُمْ فِيْهِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ كُلُّ إِنْسَانٍ يَذْكُرُ لِنَفْسِهٖ عَلٰى مَا نُقِلَ عَنْهُمْ .

وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَهُمْ بِالذِّكْرِ وَلَا بِالْقِرَاءَةِ وَلَا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ جَمَاعَةً ، وَقَدْ تَقَدَّمَ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ إِنْكَارُهٗ عَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ بَعْدَهُمْ وَقَوْلُهٗ لَهُمْ :وَاللّٰهِ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظُلْمًا أَوْ لَقَدْ فُقْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا .

وَقَدْ تَقَدَّمَ نَهْيُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِقَوْلِهٖ :لَا يَجْهَرُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقُرْآنِ وَمُحَالٌ فِيْ حَقِّهِمْ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَاهُمْ عَنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ فَيَجْتَمِعُوْنَ لِلذِّكْرِ رَافِعِيْنَ أَصْوَاتَهُمْ بِهٖ ؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوْا أَعْظَمَ النَّاسِ مُبَادَرَةً لِامْتِثَالِ أَوَامِرِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاجْتِنَابِ مَنَاهِيْهِ (المدخل لابن الحاج جلد ا صفحه ۹۰،فصل فی العالم وکیفیة نیته وهدیه وأدبه)

ترجمہ: اور صحابۂ کرام کے صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنے کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ سب مسجد میں موجود ہوتے تھے، اور مسجد میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز سنائی دیتی تھی (اور ایک کا ذکر دوسرے کو سمجھ نہیں آتا تھا) [1]

ہر انسان اپنا ذکر کیا کرتا تھا، جیسا کہ صحابۂ کرام کے بارے میں منقول ہے۔

اور یہ بھی پہلے گزر چکا ہے کہ صحابۂ کرام آوازِ بلند ذکر اور قرآن مجید کی قراءت نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ ہی وہ ذکر وقراءت اجتماعی طور پر کیا کرتے تھے، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے کہ صحابۂ کرام کے بعد جنہوں نے یہ عمل کیا، ان پر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے نکیر فرمائی، اور ان کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم تم سیاہ بدعت کا ارتکاب کر رہے ہو، یا پھر تم (اپنے

---

[1] وَالدَّوِيُّ صَوْتٌ لَا يُفْهَمُ مِنْهُ شَيْءٌ (تحفة الاحوذی،تفسیر القرآن عن رسول اللهﷺ، باب ومن سورة المؤمنون)

گمان میں) محمد ﷺ کے صحابۂ کرام سے علم میں زیادہ فضیلت رکھتے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں) اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اس سے منع فرمانے کا ذکر بھی پہلے گزر چکا ہے، کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے بعض بعض پر قرآن کی آواز میں جہر نہ کرے، اور یہ صحابۂ کرام سے ناممکن ہے کہ نبی علیہ السلام ان کو قرآن مجید مذکورہ طریقہ پر بلند آواز سے پڑھنے سے منع فرمائیں، اور صحابۂ کرام ذکر کے لئے جمع ہوں، اور اپنی آوازیں بلند کریں، اس لئے کہ صحابۂ کرام سب لوگوں میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے احکام کی پیروی کرنے اور منع کردہ باتوں سے بچنے میں سب سے زیادہ عظمت رکھنے والے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کے لیے تداعی واجتماعِ خاص اور مل کر ایک ذکر کا التزام صحابۂ کرام سے ثابت نہیں، اور ممنوع ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ

(۱۲)......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ اجتماعی انداز میں ایک خاص ذکر کے متعلق حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں:

''اگر چہ ذکر مطلقاً جائز ہے مگر جس موقعے پر کوئی طرزِ خاص قرونِ ثلاثہ میں پایا گیا ہے اس کو دوسری طرح بدلنا بدعت ہے............ بہرحال ذکر اس طرح کرنا بدعت ہے''

(تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۰۷ ملخصاً، در ذیل شبہاتِ فقہیہ ومسائلِ مختلف فیہا، مؤلفہ: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب رحمہ اللہ)

اور حضرت ابنِ مسعود وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی صحیح روایات سے پہلے معلوم ہو چکا کہ اس طرح جمع ہو کر ذکر کرنے کا خاص طرز صحابۂ کرام اور خیر القرون میں نہیں پایا گیا۔

اور جس نے خیر القرون میں اس کا ارتکاب کیا، اس پر خیر القرون کے دور میں نکیر کی گئی۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ براہینِ قاطعہ میں ہے:
خود قرنِ صحابہ میں بھی اگر کوئی امر ہوا، اور اس پر انکار کیا گیا تو وہ جائز وحجت نہیں ہوتا (براہینِ قاطعہ صفحہ ۴۹۔ مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی)

(۱۳)......اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

عقدِ مجلسِ مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے، لہٰذا اس زمانے میں درست نہیں (فتاویٰ رشیدیہ، کامل مع تالیفاتِ رشیدیہ، صفحہ ۱۱۳، کتاب البدعات)

تداعی سے مراد لوگوں کو اس غرض کے لئے دعوت دینا، بلانا اور جمع کرنا ہے، حضور ﷺ کا ذکرِ خیر فی نفسہٖ عبادت و مستحب ہے، کیونکہ یہ ذکر کی ایک شکل اور فرد ہے، اس میں کوئی کلام نہیں، جبکہ اس میں کوئی دوسرا گناہ اور غیر شرعی بات شامل نہ ہو، اور اگر اس کے لئے مجلس کا اہتمام اور تداعی موجود ہو، تو جائز نہیں؛ کیونکہ یہ تداعی امرِ غیر مشروع ہے۔

اسی طرح تہلیل، تسبیح وغیرہ کی شکل میں ذکر اللہ بھی عبادت و مستحب ہے، کیونکہ یہ بھی ذکر کی ایک شکل اور فرد ہے، اور اس میں کلام نہیں، جبکہ اس میں کوئی غیر شرعی بات شامل نہ ہو، اور اگر اس کے لئے مجلس کا اہتمام اور تداعی موجود ہو، تب یہ عمل جائز نہ ہوگا، جس کی مزید تفصیل آگے براہینِ قاطعہ سے آتی ہے، اور یہ کتاب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی منشاء پر تالیف کی گئی، اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی، اور اس کے مندرجات سے اتفاق بھی فرمایا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کا حوالہ

(۱۴)......حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے شیخ و مربی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے براہینِ قاطعہ کتاب میں (جو کہ ہمارے اکابر کی مسلمہ دستاویز اور سنت و بدعت کے اصول و قواعد کی مستحکم کتاب ہے) اس مسئلہ کی اصول و قواعد کی روشنی میں مدلل و مفصل انداز میں وضاحت فرمادی ہے، جس کے بعد کسی انصاف پسند صاحبِ علم کے لئے تاویل کی گنجائش نہیں رہتی، چنانچہ فرماتے ہیں:

ذکر اللہ تعالیٰ اسی وقت مقبول ہے کہ حسبِ قاعدہ شرع کے ہو، نہ بطور بدعت و معصیت کے؛ پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہوگا، اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی

چنانچہ پہلے بھی جواب اس سفسطہ (مغالطہ) کا ہو چکا ہے، کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے، نہ بوجہ ذکر کے (براہین قاطعہ صفحہ ۱۱۳۔ مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

اور آگے آتا ہے کہ ذکر اللہ یا ذکرِ رسول میں کوئی قید و تخصیص پیدا کرنا بدعت ہے، کیونکہ اس میں حکمِ شرعی کا تغیر و تبدل پایا جاتا ہے، اور تداعی بھی قید و تخصیص میں داخل ہو کر بدعت ہے۔

اور پیچھے فقہائے کرام کی عبارات میں بھی ’’ **بشیئ دون شیئ** ‘‘ اور ’’ **التزام الکیفیات والھیئات** ‘‘ اور ان جیسے الفاظ سے اس قسم کی قیود و تخصیصات کا بدعت و مکروہ ہونا، اور اس کی علت کا صحابہ و تابعین سے منقول نہ ہونا گزر چکا ہے۔

لہٰذا حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی یہ تحقیق فقہائے کرام کی تصریحات کے عین مطابق بلکہ انہی تصریحات سے ماخوذ ہے۔

(۱۵)......ایک مقام پر فرماتے ہیں:

’’پس حاصل یہ ہوا کہ نفسِ ذکر مستحب اور قیود اس کی ممنوع، اور مجموعہ مقیَّد بھی ممنوع‘‘

(براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۵۴)

(۱۶)......ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

کلیہ شرعیہ ممہد ہو چکا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا بدعت ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۵۸)

(۱۷)......نیز ایک مقام پر فرماتے ہیں:

مطلق میں کسی فرد کو خاص کرنا بدعت ہے، خواہ ذکر اللہ تعالیٰ میں واقع ہو، خواہ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اگر اپنے اطلاق پر رہے تو جائز (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶)

اس سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگئی کہ خواہ ذکر اللہ ہو یا ذکرِ رسول، اس کے کسی فرد کو خاص اور مقید کرنا بدعت ہے، اور تداعی کے عمل کا خاص اور مقید ہونا پہلے گزر چکا ہے، اور آگے بھی آتا ہے۔

(۱۸)......مزید فرماتے ہیں:

اور بالاستقلال اس ذکر کو کسی نے منع نہیں کیا، مؤلف اپنے دماغ کا علاج کرے، تداعی

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراہتمام اس ذکر کے واسطے بالخصوصیت مکروہ کہتے ہیں ،مثل تداعی نوافل کے ،اور یہاں مسجد میں مجمع اس قصیدہ کے واسطے جمع نہ ہوا تھا، بلکہ خود خدمتِ فخرِ عالم میں تھے
(براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ یا ذکرِ رسول میں تداعی جیسی قیود مکروہ و بدعت ہیں، مطلق ذکر مکروہ وممنوع نہیں، اور جو کوئی اس کے خلاف سمجھتا ہے، وہ اس کی غلط فہمی ہے۔

(۱۹)......ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''نفسِ ذکرِ مولود مندوب و مستحسن ہے، مگر صلوٰۃِ نفل اس سے اعلیٰ اور افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضلُ القربات اور خیر موضوع ہے مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی واہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں ، یہاں ذکرِ مولود بھی گو مندوب ہے مگر تداعی واہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں، بدعت ہووے گا البتہ وعظ ودرس میں تداعی ثابت ہے کیوں کہ وہ فرض ہے جیسا فرائضِ صلوات میں تداعی ضروری ہے'' (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: یہ بات متعدد مرتبہ ذکر کی جا چکی کہ اللہ تعالیٰ کا مطلق ذکر بھی مستحب ہے، لہٰذا اس کے لئے بھی قیود اور تداعی واہتمام غیر مشروع اور بدعت ہوگا، جس طرح سے ذکرِ رسول ﷺ بغیر کسی قید کے مستحب ہے، اور تداعی واہتمام جیسی قیود شامل ہو کر بدعت ہے، کیونکہ دونوں ذکر کے افراد ہیں۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ ایک مقام پر براہینِ قاطعہ میں اس اصول کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ:
ذکر فخرِ عالم علیہ السلام کا مطلق بلا کسی قید کے مندوب ہے، اور کسی ھیئت اور قیود سے مقید کرنا اس کا اگر چہ وہ قیود امورِ مباحہ یا مندوبہ ہی ہوں، مکروہ وبدعت ہے......تداعی واہتمام وغیرہ اگر سب یا بعض جیسا مروج ہے؛ ذکر مولود کے ساتھ ہوویں گے، تو وہ محفل بوجہ ان قیود کے اطلاق سے نکل کر بدعت ہو جاوے گی
(براہینِ قاطعہ صفحہ ۲۵۴)
مطلب یہ ہے کہ مقید کرنے کے بعد ھیئتِ حاصلہ ومرکبہ مکروہ وبدعت ہے۔
اورایک مقام پر فرماتے ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوگیا کہ موجودہ ترتیب کے ساتھ (جس میں تداعی اور بھیئتِ اجتماعی مخصوص ذکر جیسی قیود ہوں) ایسی مجالسِ ذکر مباح و جائز نہیں، چہ جائیکہ مستحب و سنت ہوں۔

پہلے فقہائے کرام کے حوالوں سے یہ بات گزر چکی ہے کہ تلاوتِ قرآن کے لئے اجتماع و تداعی مکروہ و بدعت ہے، اور تلاوتِ قرآن بھی ذکر کا ایک فرد ہے۔

چنانچہ براہینِ قاطعہ میں یہ اصول بھی واضح کیا گیا ہے کہ جب مطلق کو مقید کرنے کی ممانعت کسی فرد میں ثابت ہوجائے، تو جملہ افراد و کلیات میں یہ حکم ظاہر ہوجاتا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

اطلاق کا مقید کرنا کسی فرد میں جب منع ثابت ہوگیا؛ تو جملہ افراد و کلیات میں یہ حکم ظاہر ہوگیا (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۹۶، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

پس جب ساری بحث ان مجالسِ ذکر کے بارے میں ہے، جن میں مکروہ و بدعت امور منضم و شامل ہوں، تو ایسی مجالس کو، ان اجزاء کی بنیاد پر جائز بلکہ مستحب قرار دینا، جو مباح و مندوب ہوں، کیسے درست قرار پا سکتا ہے۔

اور یہ وہی غلط فہمی ہے، جو پہلے بارہا اہلِ بدعت سے سرزد ہوچکی ہے، اور اس کا بارہا ہمارے اکابر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کلام قیود میں ہے کہ ان قیود کے ضم سے مجموعہ مکروہ و بدعت ہوجاتا ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۵۳)

نیز فرماتے ہیں کہ:

مولود ذکرِ خیر کا نام ہے، مگر اس کے ساتھ اگر کوئی امر مکروہ منضم ہوجاوے گا، تو مجموعہ لاریب مکروہ ہوجائے گا، کہ مجموعہ حلال و حرام کا حرام ہی ہوتا ہے، صدہا مثالیں موجود ہیں، اور قاعدہ کلیہ فقہ کا ہے کہ ''اذا اجتمع الحرام والحلال غلب الحرام'' (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۸۲)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اگر سب اجزاءِ مباح سے ترکیب ہو اور پھر ہیئتِ حاصلہ بھی مباح ہو، اس وقت اباحت ہوتی ہے، اور اگر ہیئت میں کراہت یا حرمت آجاوے گی، تو مرکب کا حکم بدل جاوے گا (براہینِ قاطعہ صفحہ ٧٦)

نیز فرماتے ہیں:

عبادتِ مسنونہ لحوقِ امورِ مکروہ سے مکروہ اور لحوقِ امورِ محرمہ سے حرام ہوجاتی ہے، بلا اختلاف (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۸۵)

فقہاء نے یہ رد فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] ہمارے اکابر نے جابجا نوافل کی طرح ذکر میں تداعی کو ناجائز قرار دیا ہے، اور نوافل کی مخصوص جماعت کے ضمن میں مذکور کئی قواعد کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ نے براہین قاطعہ میں بے شمار مقامات پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں تداعی بالنوافل کے قاعدے سے کئی مسائل پر استدلال فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

پس بناء برعلیٰ ہذہ القاعدۃ شارحِ منیۃ نے صلاۃ الرغائب کے بدعت ہونے میں چند دلائل لکھے ہیں، کہ یہاں ان کا نقل کرنا مناسب ہے، **بقولہ منها فعلها بالجماعة وهی نافلة ولم يرد به الشرع**، جماعت کو شارح نے خاص فرائض کے ساتھ کیا ہے، سو نوافل میں قید جماعت کی (غیر) مشروع ہوئی، مگر جس کی اجازت شرع سے ثابت ہوگئی، جیسے تراویح واستسقاء وکسوف، اور بلا تداعی نوافلِ مطلقہ میں تو جائز ہوگی، باقی اپنی حالت کراہت پر رہی، تو دیکھو کہ جماعت یہاں منقول نہیں، بلکہ فرائض کے ساتھ مخصوص تھی، سو نوافل میں جماعت کا کرنا تخصیص شارع کا توڑنا ہوا، لہٰذا **لم يرد به الشرع** کہا، اور اس کا ہی نام بدعت ہے (وبعد اسطر......) **ومنها ان العامة يعتقدونها سنة**، اس کی وجہ یہی ہوئی کہ جس امرِ مباح مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہو، اس کا ایسی طرح کرنا ممنوع ہے، کہ اس کا تغیرِ حکمِ شرعی کا لازم ہوجاوے عندالعوام، اور رفعِ فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے، **و منها ان الصحابة و التابعين و من بعدهم من المجتهدين لم ينقل عنهم** یہ خود روشن ہے کہ جس کی اصل قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہ ہو، وہ خود بدعت ومردود ہووے گا، سو یہ تعینات وتقیدات خلاف ان قرون کے کرنا خود باطل ہوا، اب غور درکار ہے کہ اس صلاۃ کے امتناع پر شارح منیہ نے اس قاعدہ کلیہ سے کہ عدم تجاوز حدود شرعیہ کا ہے، یہ چند قواعد استخراج کئے ہیں کہ یہ قواعد مثل انواع کے ہیں ماتحت جنسِ کلی کے اور ان سب سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ شارع نے جس کا اہتمام وتداعی کے ساتھ حکم فرمادیا وہ تو اس طرح ہووے اور جس کو مطلق فرمادیا اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہئے ورنہ تبدیل حکم شرعی وبدعت ہوجاوے گا۔ دوسرے یہ کہ جس شئ کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرمایا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہووے گی ورنہ تخصیص بدعت ہی ہووے گی۔

تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر کردیا ہے وہاں تو قید زمانہ کی مشروع ہے ورنہ بدعت ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر اس کی تداعی یا دوام سے عوام کو فسادِ عقیدہ حاصل ہوا تو اس کا ترک کرنا لازم ہے، اگر وہ امر استحباب کے درجہ میں ہو نہ سنت مؤکدہ اور واجب کے۔ پانچویں یہ کہ جس شئ کی اصل قرونِ ثلاثہ سے نہ ملے وہ بدعت ہے۔

اور ان سب جگہ علماً وعملاً یہ حکم ہے اور شئ اگر فی نفسہ جائز ہو مگر ان قیود وجوہ سے بدعت ہوتی ہے۔

پس یہ پانچ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہیں، کہ شارح منیہ نے استفادہ فرمائے اور سب فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں، اور ان ہی قواعد سے فاتحہ مرسومہ، اور سیوم وچہلم وغیرہ اور تعین جمعرات وغیرہ کی اور محفل میلاد مروجہ سب کی سب بدعت ہوگئی ہیں اور تمام رسالۂ مولف کا رد ہوگیا (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲۰)......اور براہینِ قاطعہ میں یہ اصول بھی واضح کیا گیا ہے، کہ کسی ایسے عمل کو جو مطلق وارد ہوا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مروجہ مجالسِ ذکر میں تداعی اور دیگر غیر مشروع قیود کا ذکر گزر چکا ہے، مذکورہ قواعد پر صدہا جزئیات کا متفرع ہونا اور ان سے بے شمار بدعات کا ثابت ہونا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے شیخ و مربی کی گزشتہ عبارت سے معلوم ہو گیا۔

ان سب اصولوں کے برعکس ایک صاحبِ علم بزرگ لکھتے ہیں کہ:

بعض لوگ ایسے ہیں کہ مجالسِ ذکر کے انعقاد کا انکار کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ احناف کے نزدیک تداعی الی النوافل درست نہیں۔

حالانکہ یہ اصول صرف نوافل کی جماعت کے ساتھ خاص ہے (ذکر اللہ کے فضائل و مسائل مصنفہ: مفتی مختار الدین صاحب، صفحہ ۲ درذیل مقدمۂ کتاب، ناشر دارالایمان ویسٹریج III راولپنڈی، تاریخ طبع محرم ۱۴۲۸ھ جنوری ۲۰۰۷ء)

''بعض لوگ ان کھلی کھلی شہادتوں کے باوجود مجالسِ ذکر سے متعلق تداعی کا مسئلہ چھیڑتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں سے مجالسِ ذکر اللہ کی اہمیت کم کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ:

''اگر اتفاقی طور پر کچھ لوگ جمع ہو گئے تو اس طرح مجلسِ ذکر تو جائز ہے مگر مجالسِ ذکر کا انعقاد اور اس کی طرف بلانا درست نہیں''

یہ اس قدر بے ہودہ بات ہے کہ اس کا جواب دینا ضیاعِ وقت کے مترادف ہے'' (ایضاً صفحہ ۳۳۸، ۳۳۹ درذیل تداعی کا مسئلہ)

تداعی الی مجالس الذکر کو تداعی الی النوافل پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، جس کی بنا پر لوگوں کو نہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے ذکر سے روکا جا رہا ہے، بلکہ ایسے حضرات کا یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جزبز ہونے کی عکاسی بھی کرتا ہے (ایضاً صفحہ ۳۳۹)

مزید لکھتے ہیں:

تداعی الی مجالس الذکر کا تعلق ذکر کے ساتھ ہے، اور اس حکم کی ادائیگی کی انفرادی اور اجتماعی ہر صورت میں ترغیب موجود ہے......لہٰذا تداعی الی مجالسِ ذکر کو تداعی الی نوافل پر قیاس کرنا درست نہیں......تداعی الی مجالسِ الذکر والی صورت میں تو قرآن وحدیث میں خود انفرادی طور کے علاوہ اجتماعی طور پر ذکر کرنے کی ترغیب موجود ہے، لہٰذا اجتماعی طور پر فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے تداعی تو ضروری ہو گی (ایضاً صفحہ ۳۴۴ ملخصاً)

تداعی الی مجالس الذکر کو تداعی الی النوافل پر قیاس کرنا درست نہیں (ایضاً صفحہ ۳۴۵)

جب ذکر بالجہر ثابت ہو چکا ہے، پھر بھی اس کے بعد بلا کسی وجہ کے یہ اعتراض اٹھانا کہ ذکرِ جہر تو جائز ہے، مگر فلاں ہیئت اور صورت کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے، یقیناً حماقت اور سفاہت کی دلیل ہے، اور اس کے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہے، اس میں تغیر کرنا جائز نہیں، اور مطلق کو مقید کرنا یا اس کے کسی وصف کو بدلنا بھی تغیر میں داخل ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

جس مقام میں جو ذکر وارد ہے، وہی رہے، اس جگہ تبدّل تغیّر نہ چاہئے، جیسا تبدل میں تغیر ہے، تقیید میں بھی تغیر ہے، دونوں ناجائز ہوئے، خواہ زیادت سے ہو خواہ تبدیل سے ہو (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۶۰)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعد یہ مطالبہ کرنا کہ یہی صورت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے یا کہ نہیں؟ صرف ضد اور ہٹ دھرمی ہے (ایضاً صفحہ ۲۰۷)

جس چیز کا جواز یا استحباب یا حلال ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کی کسی صورت یا کسی فرد و جز کو بغیر کسی مضبوط دلیل یا برہان کے ناجائز یا حرام یا بدعت کہنا خود قرآن مجید اور شریعتِ مطہرہ کی رو سے ناجائز اور ایک اعتقادی بدعت ہے (ایضاً صفحہ ۳۰۵)

فقہاء و اکابر کی مطلق اور مقید میں فرق کی تصریحات سے ان امور کا جواب واضح ہے، جس پر تبصرے کی ضرورت نہیں۔

جن امور کو کھلی شہادتیں قرار دیا گیا ہے، ان میں تداعی اور مجتمع ہو کر ایک ذکر کے التزام جیسی قیود کے جواز کی کوئی دلیل مذکور نہیں، اور اصل تنازعہ انہی امور پر ہے، مطلق و مقید، عام و خاص میں فرق نہ کرنا اور صدہا جزئیات متفرع ہونے والے قواعد کو نظر انداز کر دینا درست نہیں

اس سے قبل محفلِ میلاد اور دیگر بعض بدعات کی حمایت میں بھی بعض حضرات اسی قسم کی قیود کو نظر انداز کرنے کے باعث غلط فہمیوں میں مبتلا رہ چکے ہیں، جن کے رد پر ہمارے اکابر کے تحقیقی مضامین موجود ہیں۔

اب جو چاہے فقہاء و اکابر کی اتباع کرے، اور جو چاہے کسی اور کی۔

وللناس فیما یعشقون مذاہب، نبی اپنا اپنا، امام اپنا اپنا

پھر فقہائے کرام کے مسلمہ قواعد اور اکابر کی مسلمہ دستاویزات میں مذکور تداعی کے مسئلے کا انکار کرنے اور مزید برآن اس کو بے ہودہ بات اور اس کو سفاہت وحماقت کی دلیل اور ضد اور ہٹ دھرمی اور اعتقادی بدعت اور قیاس مع الفارق اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنے اور جز بز ہونے کا عکاس وغیرہ قرار دینے سے وہ فقہاء و اکابر بھی محفوظ نہیں رہ جاتے، جو اس تداعی سے منع فرما رہے ہیں، اور صدہا جزئیات اخذ فرما رہے ہیں۔

اس موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے شیخ و مربی، حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی یہ بات کافی ہے کہ:

پس مولف کا فہمِ عالی کہ یہ کلیہ صلاۃ ہے، کہاں مولود اور کہاں صلاۃ؟ سبحان اللہ ایسے فہم پر تحریرِ کتاب ہے، یہ نہیں جانتا کہ تعدی حد اللہ اور تغیرِ حکمِ شرع اس سے ثابت ہوا، اور تعدی تبدیل و حکم سب جگہ بدعت ہے“

(براہینِ قاطعہ صفحہ ۶۶، در ذیل مولوی امیر باز خان کے جواب کے رد کا رد)

(۲۱)......اور فرماتے ہیں:

کسی اطلاقِ شارع کو قیدِ زمان ومکان وھیئت سے مقید کرنا بدعت ہے، بدون اذنِ شارع کے، پس اس کلیہ سے جو مسئلہ تمام امت کا ہے، اور ان احادیث اور روایات وفقہائے مجتہدین سے خوب محقق ہوا کہ کسی حکم کا کسی وجہ سے تبدّل وتغیّر نہیں چاہئے، نہ کمی سے نہ زیادت سے؛ نہ تبدیلِ وصف سے (براہین قاطعہ صفحہ ۱۵۸)

تداعی اور ایک ذکر کے التزام کا ھیئت سے مقید ہونا پہلے فقہاء واکابر کی صراحتوں سے معلوم ہو چکا۔

مذکورہ اصولی درجہ کے قواعد سے معلوم ہوا کہ ذکر میں تداعی وغیرہ جیسی قیود بدعت ہیں۔

گذشتہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تداعی اور مخصوص ذکر کے بھیئتِ اجتماعی التزام جیسی قیود کے ہوتے ہوئے مروجہ مجالسِ ذکر کو مباح یا مسکوت عنہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ [۱]

---

[۱] پس بعض نے جو یہ فرمایا کہ:

یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں عمل نہیں کیا، اور اگر کسی نے کیا تو بدعت ہے، یہ بات درست نہیں ہے، مثلاً کوئی کہے کہ موجودہ ترتیب کے ساتھ مجالسِ ذکر اور عملِ دعوت آنحضرت ﷺ اور صحابہ نے نہیں کیا، تو یہ بدعت ہے، یہ بات صحیح نہیں، جو کام شریعت میں مسکوت عنہ ہو، وہ مباح ہے، اس کا کرنا اس وقت بدعت ہوگا جب اس کو شریعت اور سنت کا درجہ دے کر کیا جائے ......فقہاء اور اصولیین کے یہاں احکام کے ثبوت کے لئے چار دلائل ہیں، قرآن وسنت اجماع وقیاس الخ (ملاحظہ ہو: ''ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں'' صفحہ نمبر ۱۳۸، مطبوعہ: زمزم پبلشرز کراچی، تاریخِ اشاعت اپریل 2007ء)

یا یہ فرمایا کہ:

ہمارے علماء دیوبند تیجہ، برسی، چہلم اور وفات کے بعد کے رسوم کو اس لئے منع کرتے ہیں، کہ اس کو شریعت کا درجہ دے کر مقصود سمجھا جاتا ہے، مجالسِ ذکر اور ان کے مخصوص طرق کو کوئی بھی شریعت اور مقصد کا درجہ نہیں دیتا (ملاحظہ ہو: ''ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں'' صفحہ نمبر ۱۴۰، مطبوعہ: زمزم پبلشرز کراچی، تاریخِ اشاعت اپریل 2007ء)

مذکورہ بالا تفصیل سے اس کا جواب بھی ہوگیا، اور آگے بھی مزید تفصیل آتی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کے عمل میں تو تداعی ثابت ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں، لیکن مبحوث فیہ اصطلاحی ذکر مطلق وارد ہوا ہے، اس میں تداعی اور اس جیسی دوسری قیود کا کوئی ثبوت نہیں، کیونکہ اس میں مطلق کو مخصوص کرنا ہے، جو کہ بدعت وزیادت فی الدین ہے نہ کہ مباح ومسکوت عنہ، اور بدعت کا ارتکاب غیر مقصودی درجہ میں رہ کر بھی جائز نہیں ہوتا، لہٰذا اس قسم کی قیود والی موجودہ ترتیب کے ساتھ مجالسِ ذکر کو مسکوت عنہ اور مباح کا درجہ دینا درست نہیں۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا حوالہ

(۲۲)......حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر اور کوئی عارض موجبِ منع اس میں منضم ہوجاوے، مثلاً سماع خلافِ شرائط یا اختلاطِ امارد ونساء یا مجمع کے جمع کرنے کا اہتمام مخصوص فساق وفجار کے شریک کرنے کا اہتمام یا شرکت کے بعد بلاضرورت ان کا احترام، یا احتمال فسادِ عقیدۂ عوام، تو ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے شیخ ومربی کی عظیم تالیف براہینِ قاطعہ میں ہے:

کسی فردِ مطلق کو مخصوص کرنا بدعت ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۹۶، مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی)

اور ایک مقام پر ہے:

تقیید مطلق مامور کی بدعت ہے، کیونکہ یہ قیود قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں ہوئیں، اور ان کی اصل وہاں سے نہیں معلوم ہوئی، تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ ممانعت بسبب قیود کے ہے، نہ بسبب اصل ذکر (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۷۹)

اور ایک اور مقام پر انوارِ ساطعہ کے مؤلف کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے مربی وشیخ نے جو کچھ فرمایا، وہ مِن وعَن مذکورہ دلیل کی تردید میں کافی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

(انوارِ ساطعہ کا مؤلف) اس غلطیٔ فاحش پر ناز کر کے کس دعوے پر کہتا ہے کہ مانعین نے کوئی دلیل منع کی نہیں لکھی سوائے قرونِ ثلاثہ میں موجود نہ ہونے کے۔

سبحان اللہ! جب یہی دلیل منع کی نہیں، تو پھر کونسی دلیل مؤلف کے نزدیک معتبر ہووے گی، کہ یہ دلیل حاوی جمیع دلائل کو ہے، اور حججِ اربعہ (یعنی قرآن وسنت، اجماع وقیاس۔ ناقل) اس میں حصر ہوگئے ہیں، پس بعد حججِ اربعہ کے شاید توریت وانجیل سے حجت کی خواہش مؤلف رکھتا ہوگا، معاذ اللہ، فماذا بعد الحق الا الضلال پھر وہی بات ہے کہ مؤلف نے اپنے فہم سے اس کلام کے معنٰی یہ سمجھے، اس وجہ سے تحریر لاطائل سے کاغذ سیاہ کیا، اور غلط فہمی اس کی اب بھی ظاہر ہوچکی، واذ لم یهتدوا به فسیقولون هذا افک قدیم (براہینِ قاطعہ صفحہ ۳۶، ۳۷ بلفظہٖ)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''بدعت کا احداث ہرگز جائز نہیں ہوتا کسی وجہ سے، یہ بھی لاعلمی مؤلف کی ہے قواعدِ دینیہ سے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۴۲ اور ذیل قاعدہ کم من احکام مختلف باختلاف الزمان کی تحقیق)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عوارض سے پھر وہ بھی ممنوع ہو جاوے گا اور قطعاً وہ عرس واجب الترک ہو جاوے گا (بوادر النوادر صفحہ ۴۰۱، ستائیسواں نادرہ)

نہ کوئی تاریخ معین ہے، نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے (ایضاً صفحہ ۴۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مجالس تداعی اور مجمع کو جمع کرنے کے اہتمام کی وجہ سے واجب الترک ہو جاتی ہیں، جیسا کہ عرس کہ یہ تداعی کی وجہ سے بھی واجب الترک ہے، اگرچہ اور کوئی مفسدہ نہ پایا جا رہا ہو، حالانکہ بزرگوں کی قبور کی زیارت فی نفسہٖ مستحب ہے۔

اسی طرح بحوث فیہ نفسِ ذکر بھی مستحب ہے، اور اس کے لئے تداعی ممنوع ہے۔

(۲۳)......اور ایک مقام پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعض جگہ شبِ قدر میں لوگ جمع ہو کر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں، اس کا مکروہ ہونا فصلِ سوم میں بیان ہو چکا ہے، اتفاقاً اگر دو چار آدمی جمع ہو جائیں وہ اور بات ہے۔

غرض بطور خود ہر شخص حسبِ ہمت عبادت میں مشغول رہے، خاص اہتمام اور انتظام خلافِ شرع ہے (اصلاح الرسوم، تیسرا باب، پانچویں فصل صفحہ ۱۵۲، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ شبِ قدر جو کہ فضیلت والی رات ہے، اس میں جمع ہو کر عبادت کا خاص اہتمام وانتظام یعنی تداعی مکروہ وخلافِ شرع ہے اور بغیر تداعی کے بطورِ خود ہر شخص کو عبادت میں مشغولی اختیار کرنی چاہئے، پھر جن اوقات میں عبادت کا خاص اہتمام بھی ثابت نہیں ان میں خاص ذکر کے لئے ''کہ وہ بھی عبادت کا ایک فرد ہے'' جمع ہونا اور تداعی کا عمل اختیار کرنا کیسے جائز ہوگا؟

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

''فی الحقیقت جوامرِ خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے'' (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۲۸)

''یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو امرِ خیر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امرِ خیر نہیں ہے اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جاوے تو اس کا ثمرہ کچھ ہی ہو، جائز الحصول نہ ہوگا'' (تذکرۃ الرشید جلد ا صفحہ ۱۳۰)

اور تداعی وغیرہ کی قیود کا غیر مشروع ہونا مدلل ومفصل انداز میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ نیز عوام اور مجامع میں اس عمل کے کرنے سے عوام سے مقصود وغیر مقصود میں فرق کی توقع رکھنا بعید ہے، جبکہ احتمالِ فسادِ عقیدۂ عوام کی وجہ سے ممانعت کا برقرار رہنا اوپر بوادر کی عبارت میں گزر چکا ہے اور اس کی مزید تفصیل آ گے ''مجالسِ ذکر کے تعلیماً منعقد ہونے'' کے ضمن میں آتی ہے۔

پس جو حضرات تداعی کی کراہت کو نفل نماز کے ساتھ خاص جانتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے تداعی کا یہ حکم نوافل کے بارے میں بیان نہیں فرمایا، اور فقہائے کرام سے بھی پہلے ذکر کے دیگر افراد میں عموم گزر چکا ہے۔

(۲۴)......اور امداد الفتاویٰ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے:

سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام واوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے، ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ (امداد الفتاویٰ، ج۱صفحہ ۵۳۹، ۵۴۰، باب الجنائز، وجلد۴صفحہ ۶۰۵و۶۰۶)

اس فتوے میں قرآن مجید کی قرأت کے لئے تداعی کو بدعت اور مکروہ قرار دیا گیا ہے، اور اس سے پہلے فقہائے کرام سے بھی اس عمل کا مکروہ وبدعت ہونا اور اس کی علت کا ''عدمِ نقل عن الصحابة و التابعين '' ہونا ذکر کیا جا چکا ہے، نیز قرآن مجید کے ذکر کا فرد ہونا بھی پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اور ذکر کے لئے بھی تداعی کا عدمِ منقول عن الصحابة والتابعین ہونا گزر چکا ہے، اور اشتراکِ علت سے اشتراکِ حکم کا ہونا اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ [۱]

حضرت مفتی کفایتُ اللّٰہ صاحب اور کفایتُ المفتی کا حوالہ

(۲۵)......حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ جو مجالسِ ذکر اور حلقہائے ذکر سے متعلق کفایتُ المفتی میں ہے، سوالاً وجواباً درجِ ذیل ہے:

[۱] ملحوظ رہے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے اوائلِ دور کی بعض تحریرات (مثلاً فیصلہ ہفت مسئلہ) ایسی ہیں کہ ان سے بعض لوگوں کو چند مسائل میں غلط فہمی ہو جاتی ہے۔

لیکن جب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے تفصیلی مکاتبت ہوئی تو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ان مسائل میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے اتفاق فرمالیا تھا، اور اصلاح الرسوم وغیرہ اس اتفاق کے بعد کی تصنیفات ہیں، اس لئے اوائلِ دور کے ان مسائل سے استدلال درست نہیں ہے، جن میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی بعد میں رائے تبدیل ہو گئی تھی۔

حُكْمُ اِنْعِقَادِ الْمَحَافِلِ الْمَوْسُوْمَةِ بِحَلَقَةِ الذِّكْرِ

(یعنی حلقۂ ذکر کے نام سے منعقد ہونے والی محافل کا حکم)

سوال:......اِنَّ فِیْ دِیَارِنَا اِنْعَقَدَتْ مَحَافِلُ مُتَعَدِّدَةٍ فِیْ اَمَاکِنَ مُخْتَلِفَةٍ مَوْسُوْمَةٍ بِحَلَقَةِ الذِّکْرِ بَیْنَ مَعَاشِرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّنْعَقِدُهَا فِیْ اُسْبُوْعٍ مَرَّةً وَمِنْهُمْ مَنْ یَّحْضُرُهَا فِیْ شَهْرٍ مَرَّةً فِیْهَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَیُکَبِّرُوْنَهٗ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَیُمَجِّدُوْنَ وَیُهَلِّلُوْنَ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ وَیَحْمَدُوْنَ وَیَتْلُوْنَ الْقُرْآنَ وَیُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَاَحْیَانًا یَقْرَأُ فِیْهَا الْمَوْلَدُ وَیُذْکَرُ وَغَیْرَ ذَالِکَ مِنَ الْاَوْرَادِ یَقْرَؤُوْنَ مُجْتَمِعِیْنَ وَالْغَرْضُ مِنْ ذَالِکَ اَنْ یُّؤَلِّفَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِهٰذِهِ الْبَرَکَاتِ بَیْنَ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَیُنَوِّرُ قُلُوْبَهُمْ بِنُوْرِ الْهِدَایَةِ فَیَفُوْزُوْا بِالْفَلَاحِ وَالنَّجَاحِ یَوْمَ الدِّیْنِ.

(ترجمہ سوال) ہمارے علاقے میں مختلف مقامات پر متعدد محفلیں قائم ہیں جن کو حلقۂ ذکر کہا جاتا ہے، بعض لوگ ایسی محفلیں ہفتہ میں ایک مرتبہ منعقد کرتے ہیں اور بعض مہینے میں ایک مرتبہ، ان محفلوں میں لوگ جمع ہوکر اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور تکبیر و تسبیح و تمجید بیان کرتے ہیں، کلمہ طیبہ، استغفار، تحمید کا ورد کرتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں، کبھی کبھی ان محفلوں میں مولود شریف اور دیگر اذکار بھی پڑھتے ہیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ ان اذکار کی برکت سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قلوب میں محبت و الفت پیدا کردے اور نورِ ہدایت سے منور کردے تاکہ آخرت میں ان کی کامیابی کا سبب ہو۔

(جواب)......اِعْلَمُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اَنَّهٗ لَا خَیْرَ اِلَّا فِیْ اِتِّبَاعِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی ﷺ وَمَا مِنْ رَجُلٍ اَحْدَثَ فِی الدِّیْنِ مَا لَیْسَ مِنْهُ اِلَّا یَکُوْنُ مَرْدُوْدًا عَلَیْهِ مَا اَحْدَثَ وَمَا مِنْ حَدَثٍ اِلَّا وَقَدْ یَرٰی الْمُحْدِثُ اَنَّهٗ اَحْدَثَ خَیْرًا فَیَضِلُّ وَیُضِلُّ وَقَدْ رَأٰی ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَوْمًا

يَجْتَمِعُوْنَ فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى، يُسَبِّحُوْنَ وَيُهَلِّلُوْنَ فَقَامَ فَقَالَ اَنَاابْنُ مَسْعُوْدٍ وَلَا اَرْكُمُ اِلَّاقَدْ اَحْدَثْتُمْ مَاهٰكَذَا وَجَدْنَا اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ ذَاكِرًا فَلْيَذْكُرُاللّٰهَ فِيْ نَفْسِهٖ وَفِيْ بَيْتِهٖ اَوْكَمَا قَالَ، وَاَنْكَرَ ابْنُ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْايَجْتَمِعُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ لِصَلَاةِ الضُّحٰى وَيَهْتَمُّوْنَ لَهَا كَالْفَرَائِضِ وَقَالَ اِنَّهَا بِدْعَةٌ فَهٰذِهِ الْحَلِقُ الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا مِنَ الْاَحْدَاثِ الَّتِيْ يَرٰى مُحْدِثُوْهَا اَنَّهَاخَيْرٌ وَّذَرِيْعَةٌ لِّلْاِصْلَاحِ وَمَاهِيَ اِلَّا وَبَالٌ وَنَكَالٌ اِذْ لَيْسَ لَهَا فِي الشَّرِيْعَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ اَصْلٌ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

(ترجمہ جواب) جان لو خدا تم پر رحم فرمائے کہ بھلائی اگر ہے تو صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے اور جس آدمی نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو ہم تک نبی ﷺ سے نہیں پہنچی تو وہ اس کی ایجاد کی ہوئی بدعت اس پر رد کردی جائے گی، یعنی نامقبول ہے اور ہر بدعت کا موجد یہی سمجھتا ہے کہ اس نے بڑا عمدہ اور مفید کام جاری کیا ہے اس غلط فہمی میں وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح وتہلیل کرتے ہیں آپ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ میں ابنِ مسعود ہوں یہ جو کچھ تم کررہے ہو یہ تمہاری ایجاد کی ہوئی بدعت ہے، ہم نے نبی ﷺ کے اصحاب کو کبھی ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پس تم میں سے جو شخص ذکر کرنا چاہے وہ چپکے چپکے اپنے دل میں کرے اور اپنے گھر میں جاکر کرے ''اوکما قال'' اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو منع کیا جو نمازِ چاشت کے لئے مسجد میں جمع ہوتے تھے، اور اس کے لئے فرائض کی طرح اہتمام کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ اس طرح اہتمام کرنا اور جمع ہونا بدعت ہے۔

پس یہ حلقہائے ذکر جن کے متعلق دریافت کیا گیا ہے اسی قسم کی بدعات میں سے ہیں، جن کے ایجاد کرنے والے ان کو عبادت سمجھتے ہیں، اور اصلاح کا ذریعہ جانتے

ہیں، حالانکہ یہ گناہ اور موجبِ عذاب ہے کیونکہ شریعت میں اس (قسم کے حلقہائے ذکر کے اہتمام وانتظام) کا کوئی قابلِ اعتبار ثبوت نہیں ہے اور گمراہی سے بچنا اور سیدھا راستہ پانے کی توفیق خدائے بزرگ وبرتر ہی کی طرف سے ہوتی ہے (کفایت المفتی مدلل مکمل، مع عنوانات جلد دوم، ص ۷۸ تاص ۸۰، کتاب السلوک والطریقۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی)

سوال میں حلقۂ ذکر کی اور بعض لوگوں کے ہفتہ وار اور بعض کے ماہوار، ان حلقوں کے منعقد کرنے کی، نیز تکبیر، تسبیح، تمجید، کلمہ طیبہ، استغفار، تلاوت اور درود شریف پڑھنے کی وضاحت ہے اور ساتھ ہی اس کا مقصد بھی بتلایا گیا ہے، جس کا خلاصہ دلوں میں اللہ، اس کے رسول اور آخرت کی محبت کا پیدا ہونا اور اصلاح کا حاصل ہونا ہے، اور آج کل بھی مروجہ مجالس ذکر وحلقہائے ذکر کے متعلق بھی یہی امور ذکر کر رہے ہیں۔

لیکن حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ کی حدیث سے استدلال فرما کر، ذکر کے ان حلقوں کو واضح طور پر بدعت قرار دیا ہے، اور ان کو اصلاح کا ذریعہ جاننے کی تردید فرمائی ہے، اور ان کے گناہ اور عذاب کے موجب ہونے کا حکم لگایا ہے، اور اس طرح ذکر کے عدمِ ثبوت کا حکم لگایا ہے، اور اس طرح ذکر کی مجالس قائم ومنعقد کرنے کو گمراہی قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ

(۲۶)......حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''انفرادی طور پر درود کی کثرت کے فضائل حدیث وقرآن میں مذکور اور صحابہ وتابعین کا معمول ہے، نہ اس کے لئے کوئی وقت مقرر ہے، نہ تعداد، جتنا کسی سے ہوسکے اختیار کرے اور سعادتِ دارین حاصل کرے، کلام صرف اس مروّجہ اجتماعی صورت میں ہے'' (جواہرُ الفقہ جلد ا صفحہ ۲۱۴)

---

[1] مندرجہ بالا مجلس ذکر کے بعض مدعی حضرات کی اس تاویل کا جواب بھی ہوگیا کہ مروجہ مجالسِ ذکر کو مقصود سمجھ کر اختیار نہیں کیا جاتا، بلکہ اصلاح کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے، یا یہ کہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے مجالسِ ذکر مباح یا مسکوت عنہ ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ ہمارا کلام بھی اس وقت ان مروجہ اجتماعی مجالسِ ذکر ودرود کے بارے میں ہی ہے،جن میں تداعی بھی ہوتی ہے،اور بہیئتِ اجتماعی مخصوص ذکر کا التزام بھی ہوتا ہے، بلکہ اکثر مقامات پر بالجہر صوت واحد کا بھی التزام ہوتا ہے۔

تفسیر معارفُ القرآن کا حوالہ

(۲۷)......مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

''ارشادِ قرآنی وَاذْكُرُوْهُ كَمَاهَدَاكُمْ سے ایک اور بھی اصولی مسئلہ نکل آیا، کہ ذکرُ اللہ اور عبادت میں آدمی خود مختار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جس طرح چاہے یاد کرے، اور جس طرح چاہے اس کی عبادت کرے، بلکہ ذکراللہ اور ہر عبادت کے خاص آداب ہیں، اُن کے موافق ادا کرنا ہی عبادت ہے، اس کے خلاف کرنا جائز نہیں، اور اس میں کمی بیشی یا مقدم مؤخر کرنا خواہ اس میں ذکر اللہ کی کچھ زیادتی بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، نفلی عبادات اور صدقہ وخیرات وغیرہا میں جو لوگ بِلا دلیلِ شرعی اپنی طرف سے کچھ خصوصیات اور اضافے کر لیتے ہیں، اور ان کی پابندی کو ضروری سمجھ لیتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو ضروری قرار نہیں دیا اور ان افعال کے نہ کرنے والوں کو خطاوار سمجھتے ہیں، اس آیت نے ان کی غلطی کو واضح کر دیا کہ وہ اہلِ جاہلیت کی سی عبادت ہے کہ اپنی رائے وقیاس سے عبادت کی صورتیں گھڑ رکھی تھیں اور چند رسموں کا نام عبادت رکھ لیا تھا'' (معارف القرآن ج۱ص ۴۸۷)

اور زیرِ بحث مروجہ ذکر کی مجلسوں میں تداعی وغیرہ جیسی خصوصیات واضافات کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ [۱]

---

[۱] اور آگے تفصیل کے ساتھ یہ بحث آتی ہے، کہ عدمِ جواز کے لئے التزامِ اعتقادی ضروری نہیں، بلکہ التزامِ عملی بھی کافی ہے، لہٰذا معارف القرآن کی مندرجہ بالا عبارت میں ضروری سمجھ لینے سے التزامِ اعتقادی اور عملی دونوں مراد ہیں۔ وھٰذا ظاھر جداً علیٰ من کان ضداً

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ

(۲۸)......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ (خلیفۂ اجل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ) تحریر فرماتے ہیں:

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر مشروع فرمایا ہے، اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، بعنوان: مساجد میں بآوازِ بلند ذکر کرنا، صفحہ ۱۱۴)

نمازوں کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پر پڑھنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے، اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہوگا (ایضاً)

اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور گا گا کر درود و سلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا، یہ بدعت ہے، اور اس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے (ایضاً، صفحہ ۱۱۵)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے جلیل القدر خلیفہ نے پہلے تو انفرادی و اجتماعی عمل کو اپنے اپنے مقام پر رکھنے کا قاعدہ بیان فرمایا، اور اس کی خلاف ورزی کو بدعت قرار دیا، اور پھر اس قاعدہ سے یہ مسئلہ واضح فرمایا کہ ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ کو اجتماعی طور پر پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہے، لہٰذا ہر شخص کو الگ الگ پڑھنا چاہئے، پس جن حضرات کی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ سے نسبت قائم ہے، ان کو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے اس عظیم و اجل خلیفہ (حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ) کے اس فتوے پر غور کی ضرورت ہے، اور دوسرے اجل اور فقیہ خلیفہ (حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ) کے فتاویٰ آگے آتے ہیں۔

حضرت مولانا سیّد مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ

(۲۹)...... فقیہ العصر حضرت مولانا سیّد مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"مجلسِ ذکر اور مجلسِ درود شریف بھی اجتماعی طور پر تداعی کے ساتھ اگر ہوگی تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا (یعنی مکروہ ہوگی) اس لئے کہ یہ مجلس مستحب اور نفل عبادت میں داخل ہے اور نفل عبادت کے لئے تداعی اور اعلان کا مکروہ ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے" (حیاتِ ترمذی، صفحہ ۴۷۴، درذیل فقہی افادات۔ مطبوعہ: جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا) [1]

فقیہ العصر حضرت مفتی صاحب موصوف جن کو حضرت مدنی رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے، ان کے فتوے کی رو سے ذکر و درود شریف کی مجلس اجتماعی طور پر تداعی کے ساتھ مکروہ ہے، مگر ان مجالس کے منعقد کرنے والے بہت سے حضرات مکروہ کے بجائے مسنون و مستحب قرار دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا حوالہ

(۳۰)...... فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ "مجالسِ ذکر" کے نام سے اپنے مفصل و مدلل رسالے میں مروجہ ذکر کی مجالس میں پائی جانے والی بدعات اور مفاسد و منکرات کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

(۱)...... جہر کو مستحب لعینہٖ سمجھنا **(۲)**...... جہر کو بدون عوارض ذکرِ خفی سے افضل سمجھنا **(۳)**...... مجالسِ ذکر کو جائزۃٌ لعینہا سمجھنا **(۴)**...... **فَاِعْتِقَادُ کَوْنِہَا مُسْتَحَبَّۃً بِدْعَۃٌ بِالْاَوْلٰی** **(۵)**...... باہم امام اور مقتدیوں جیسا تعلق رکھنا، یعنی کوئی شخص مقتدیٰ بن کر ذکر کروائے دوسرے اس کی اقتداء کریں **(۶)**...... ذاکرین میں باہم کسی بھی قسم کا ربط **(۷)**...... بذریعۂ تداعی دوتین افراد سے زیادہ کو جمع کرنا (نوافل کی جماعت میں دوتین سے زیادہ کا نفسِ اجتماع ہی بحکم تداعی ہے، مگر حلقِ ذکر میں یہ صورت بحکمِ

---

[1] اور حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ تفصیلی کلام کے بعد فرماتے ہیں:
نفلی عبادت میں اصل انفراداً ان کا ادا کرنا ہے، اجتماعی ادائیگی جس جگہ ثابت ہے، اسی جگہ اس پر عمل کیا جائے گا دوسری جگہ اس پر قیاس کر کے عمل نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ مقیس علیہ خود خلافِ قیاس ہے، قیاس کا تقاضا نفل عبادت میں تنہائی اور انفرادیت ہے، اس سے عدول کے لئے کسی نص کی ضرورت ہوگی (ایضاً صفحہ ۴۷۵)

تداعی نہیں۔قولِ معاذ وعبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفصیل آگے آرہی ہے) [۱] (۸)......فرائض اور واجبات کی طرح التزام، یا اس کے تارک کو ملامت کرنا یا اس کی طرف غفلت کی نسبت کرنا یا اس کو طریقِ افضل کا تارک سمجھنا (۹)......دوسری تقییدات وتخصیصات (۱۰)......یہ اعتقاد کہ مجلسِ ذکر بدون ترکِ معاصی اصلاحِ قلب ونجات کے لئے کافی ہے (۱۱)......حاجاتِ دنیویہ کے لئے اس اعتقاد سے مجالسِ ذکر منعقد کرنا کہ ارتکابِ کبائر کے باوجود اس سے کام بن جائے گا (رسائل الرشید صفحہ ۲۵۶، مطبوعہ: مکتبہ حلیمیہ کراچی)

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ مروجہ ذکر کی مجالس میں بآوازِ بلند ذکر کرنے کو اپنی ذات میں مستحب سمجھا جاتا ہے، جبکہ بآوازِ بلند ذکر کرنا خاص عوارض کی وجہ سے جائز تھا مگر ان مجالس میں بغیر عوارض کے عام حالات میں بھی آہستہ ذکر کے مقابلے میں ذکرِ جہری کو افضل سمجھا جاتا ہے اور مروّجہ مجالسِ ذکر کو اپنی ذات میں جائز سمجھا جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر ان مجالس کے مستحب لعینہٖ ہونے کا اعتقاد رکھا جاتا ہے، اور مروّجہ مجالسِ ذکر میں باہم امام اور مقتدیوں کی طرح کا تعلق رکھا جاتا ہے، ایک شخص امام کی طرح مقتدیٰ بن کر ذکر کراتا ہے اور دوسرے اس کی اتباع میں ذکر کرتے ہیں، اور ذاکرین کا آپس میں حلقہ وغیرہ بنا کر کسی نہ کسی طرح کا ربط وتعلق تو ہوتا ہی ہے، نیز لوگوں کو خاص مجلسِ ذکر کی دعوت دی جاتی ہے اور جمع کیا جاتا ہے، اس کے لئے اشتہار دیئے جاتے ہیں، جو کہ تداعی میں داخل اور ممنوع ومکروہ ہے۔

اور بعض جگہ ان مجالس کا فرائض وواجبات کی طرح التزام کیا جاتا ہے یا اگر کوئی ان مجالس میں شریک نہ ہو تو اس کو ملامت کیا جاتا ہے، یا اس کی طرف غفلت کی نسبت کی جاتی ہے یا پھر کم از کم اس کو ذکر کے افضل طریقہ کے ترک کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مروجہ مجالسِ ذکر میں دوسری قیودات وتخصیصات بھی جمع ہوگئی ہیں اور ان مجالسِ ذکر کے متعلق عوام کا یہ اعتقاد ہوگیا ہے کہ گناہوں کو چھوڑے بغیر ہی یہ مجالسِ ذکر اصلاحِ قلب،

---

[۱] یہ حضرات جن کی زندگی فقہ اور فتاویٰ کی مشغولی میں گزری، ذکر میں بھی تداعی کو منکر بتلا رہے ہیں، مگر اس کے برعکس موجودہ دور کے بعض حضرات تداعی کے مسئلہ کو نوافل کے ساتھ خاص فرما رہے ہیں۔

تزکیۂ نفس اور نجات کے لئے کافی ہیں۔

اسی طرح دنیوی حاجات ومقاصد کے لئے اس عقیدہ کے ساتھ یہ مجالسِ ذکر منعقد کی جاتی یا ان میں شرکت کی جاتی ہے کہ گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود ان مجالسِ ذکر سے مقصد بر آری ہو جائے گی وغیرہ۔ انتہیٰ

مروّجہ اجتماعی مجالسِ ذکر میں مذکورہ سب یا ان میں سے کسی ایک خرابی کا پایا جانا بھی کافی ہے، کیونکہ مذکورہ اُمور میں سے ہر ایک خرابی مستقل وجہ ہے۔

احسنُ الفتاویٰ کا حوالہ

(۳۱)......حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

ایسے اُمور سے اجتناب ضروری ہے، اپنے طور پر ہر شخص جتنا چاہے درود شریف پڑھے، باعثِ برکت ہے (احسن الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۳۸۰)

(۳۲)......ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

درود شریف کے لئے ان قیود وتخصیصات کا کوئی ثبوت نہیں، جس کام کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص کیفیت اور کوئی خاص طریقہ متعین نہ فرمایا ہو، اُس کے لئے اپنی طرف سے مخصوص طریقے بنالینا دین میں اختراع اور زیادتی ہے (احسن الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۳۶۵، باب ردّ البدعات)

ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں بھی کیونکہ تداعی اور مخصوص ذکر کا بھیئتِ اجتماعی التزام جیسی قیود وتخصیصات کا بھی کوئی ثبوت نہیں، اس لئے یہ طریقہ بھی ممنوع ہوگا، جس کی صراحت حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ کی اس سے پہلی تحریر میں گزر چکی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا حوالہ

(۳۳)......حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ (خلیفۂ اجل حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ) کا ایک فتویٰ مع سوال و جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: بستی کے اندر ایک مسجد ہے اور اس میں کچھ آدمی مل کر ذکر بالجہر کرتے ہیں، ذکر یہ ہے کہ پیر صاحب نے بتا رکھا ہے، سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وغیرہ، اور اس وقت کرتے ہیں جب عشاء کی نماز کے بعد نمازی نماز سے فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں، عشاء کی نماز سے تقریباً ۴۰ یا ۴۵ منٹ کے بعد حلقہ والوں نے آواز بلند ذکر شروع کر دیا، تو اب آپ برائے مہربانی یہ تحریر کر دیجئے کہ اگر کوئی نمازی پھر آ جائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ ایسے مل کر حلقہ کرنا یعنی ذکر بآوازِ بلند کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً! فی نفسہٖ ذکر اللہ بہت مبارک ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس کی کثرت سے ترغیب آئی ہے جو کلمات سوال میں مذکور ہیں ان کی بڑی فضیلت وارد ہے، ان کو آہستہ اور جہر سے پڑھنا ہر طرح ٹھیک ہے، مگر مناسب یہ ہے کہ ان کو آہستہ پڑھا جائے، اور انفرادی طور پر پڑھا جائے، حلقہ کی صورت سے آواز ملا کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے، بسا اوقات اس میں تان کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، اپنا اپنا الگ پڑھیں، اگر ایسے وقت کوئی نماز کے لئے آئے اور وہیں پڑھنا چاہے تو اس کو موقع دیا جائے، تاکہ اس کی نماز میں خلل نہ آئے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارلعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۴ھ (فتاویٰ محمودیہ مبوب ج۴ ص۴۴۲، کتاب السلوک والاحسان، ما یتعلق بمجالس الصوفیۃ واذکارہم؛ ناشر جامعہ فاروقیہ، کراچی؛ سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ)

فائدہ: اس فتویٰ میں درود شریف کو آہستہ اور انفرادی طور پر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور حلقہ کی صورت میں آواز ملا کر پڑھنے سے پرہیز کرنے کا واضح طور پر حکم فرمایا گیا ہے، اور پیر صاحب کے بتلائے ہوئے ذکر کو بھی بصورتِ اجتماع پڑھنے سے پرہیز کرنے کا حکم لگایا گیا ہے۔

مگر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے اس جلیلُ القدر فقیہ خلیفہ اور مفتیِ

دارالعلوم دیوبند کے اس فتوے کے برخلاف، حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے بعض منتسبین درود شریف کی مجالس کو تداعی کے ساتھ بصوتِ واحد پڑھنے کی لوگوں کو ترغیب دے رہے اور خود بھی عمل کر رہے ہیں، مزید براں اس عمل کی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی طرف نسبت بھی فرما رہے ہیں، حالانکہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے اس قسم کی قیود کا ثبوت نہیں، اور ان قیود و تخصیصات پر مشتمل مجالسِ ذکر کی ان کی طرف نسبت کرنا ہی قابلِ تأمل ہے۔

(۳۴)......حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ مع سوال و جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: ہر جمعرات کو پابندی سے بعد نمازِ عشاء محفلِ درود شریف اعلان کر کے منعقد کرنا اور بغیر کسی جبر کے دو ایک حضرات بخوشی اپنی طرف سے شیرینی تقسیم کر دیں، تو اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ سب کیسا ہے؟ اگر مناسب ہو تو کوئی اور بہتر طریقہ عمل درود شریف کا تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً: یہ دن کی پابندی ہر جمعرات، وقت کی پابندی بعد نمازِ عشاء، تداعی (اعلان) کے ساتھ، محفل منعقد کرنا سلفِ صالحین، صحابہ، تابعین، محدثین، فقہا سے منقول نہیں ہے، اپنی خوشی سے اگر کوئی صاحب شرینی تقسیم کر دیں گے تو اس سے جبریہ شیرینی کی قباحت تو ختم ہو جائے گی، مگر دوسرے قبائح پھر بھی موجود ہیں۔

درود شریف کے فضائل احادیث سے خوب ثابت ہیں، جمعہ اور شبِ جمعہ میں کثرت سے درود شریف پڑھنے کی ترغیب بھی ثابت ہے؛ مگر اس کے لیے یہ محفلیں منعقد کرنا ثابت نہیں۔

جو شخص تنہاء مسجد میں یا مکان میں جس قدر توفیق ہو، درود شریف دل لگا کر اخلاص کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ پڑھا کرے، یہ عین سعادت ہے۔

شیرینی جب دل چاہے، جس قدر چاہے، بازار سے خرید کر کھا لیا کرے، غرباء اور دوستوں کو بھی جس قدر چاہے، کھلایا کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ۔ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۱ھ

(فتاویٰ محمودیہ، مبوب، ج ۳ ص ۱۲۱، باب البدعات والرسوم؛ ناشر جامعہ فاروقیہ، کراچی؛ سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ)

فائدہ: اس فتویٰ میں دن اور وقت کی پابندی اور تداعی کے ساتھ درود شریف (جو کہ ذکر کا ایک فرد ہے، جس طرح ذکرِ رسول، جس کا پہلے مجلسِ درود میں ذکر گزرا) پڑھنے کی محفل منعقد کرنے کو سلفِ صالحین، صحابہ، تابعین، محدثین اور فقہا سے منقول نہ ہونا بتلایا گیا ہے، اور جن موقعوں پر درود شریف کی کثرت کی فضیلت شرعاً ثابت ہے، مثلاً جمعہ و شبِ جمعہ، اُن موقعوں پر بھی محفلیں منعقد کرنے کو غیر ثابت فرمایا گیا ہے، اور بعد میں تنہا مسجد میں یا مکان میں حسبِ توفیق دل لگا کر اخلاص اور یکسوئی کے ساتھ درود شریف پڑھنے کو عین سعادت فرمایا گیا ہے۔

مگر اس کے برعکس بعض حضرات تداعی جیسی قیود پر مشتمل اجتماعی ذکر کو سنت و مستحب فرما رہے ہیں اور مسجد و مکان میں اجتماعی طور پر تنہا ذکر کرنے سے افضل بتلا رہے ہیں، اور اسی لئے لوگوں کو اس کی ترغیب دے رہے ہیں، جس پر ان کے تحریری مضامین گواہ ہیں۔

(۳۵)......ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

> درود شریف سراً و جہراً دونوں طرح درست وثواب، باعثِ ترقیِ درجات اور موجبِ قرب ہے، جمعہ کے روز خصوصیت سے اس کی تاکید ہے، لیکن اجتماعی حیثیت سے جہراً پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، حالانکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانچوں وقت مسجد میں جمع ہوتے تھے، اوقاتِ نماز کے علاوہ بھی بکثرت حضر وسفر میں جمع ہونے کا موقع ملتا تھا، مگر کہیں ثابت نہیں کہ اجتماعاً جہراً پڑھنے کا معمول رہا ہو۔
>
> انفراداً بھی جہراً پڑھنے میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ کسی کو تشویش نہ ہو، مثلاً وہاں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو، یا نائم نہ ہو؛ نیز جہراً پڑھنے سے دوسری کوئی غرض مطلوب نہ ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ، مبوب، ج ۳ ص ۱۲۸، باب البدعات والرسوم؛ ناشر جامعہ فاروقیہ، کراچی؛ سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ)

مفتی دارالعلوم دیوبند اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ مفتی وفقیہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مسجد میں پانچوں وقت اور سفر وحضر میں جمع ہونے کے باوجود

کہیں بھی اجتماعاً و جہراً پڑھنے کے ثبوت کی نفی فرما رہے ہیں، اور حدیث وفقہ سے بھی اس کے عدمِ ثبوت کا حکم لگا رہے ہیں، اور درود شریف ذکر کا ایک فرد ہے۔

اور ہم یہ اصول براہینِ قاطعہ سے پہلے ہی نقل کر چکے ہیں کہ اطلاق کو مقید کرنے کا جو حکم کسی ایک فرد میں ثابت ہو، وہ دوسرے افراد میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ [1]

(۳۶).....ایک مقام پر سوال کے جواب میں حضرت مفتی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''درود شریف کی ترغیب وتاکید قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے، یہ بڑی خیر وبرکت اور سعادت کی چیز ہے، ہر مسلمان کو کثرت سے اس کا ورد رکھنا چاہئے، مگر اس کے لئے کوئی نئی صورت ایجاد نہیں کرنی چاہئے، بلکہ قرونِ مشہود لہا بالخیر میں اس کا جو طریقہ تھا وہی اختیار کرنا چاہئے، ہر شخص تنہا اپنی اپنی جگہ پوری توجہ اور یکسوئی سے قلب کو حاضر کرکے اس تصور کے ساتھ پڑھا کرے کہ میری طرف سے یہ ہدیہ بذریعہ ملائکہ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا جاتا ہے، اور سرورِ عالم ﷺ اس سے مسرور ہوتے ہیں اور جواب ارشاد فرماتے ہیں، حق تعالیٰ جل شانہٗ بھی خوش ہوکر ایک درود کے بدلہ میں دس دس رحمتیں مجھ پر نازل فرماتے ہیں، سوال میں جو صورت درج ہے اس کا ثبوت ادلۂ شرعیہ سے نہیں ہے'' (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج۴ص۴۳۱؛۴۳۲، کتاب السلوک والاحسان، مایتعلق بمجالس الصوفیۃ واذکارہم؛ ناشر جامعہ فاروقیہ، کراچی؛ سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ)

درود شریف بھی ذکر کا ایک فرد ہے، اور درود شریف کی طرح مطلق ذکر کی فضیلت اور اس کی ترغیب وتاکید بھی قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت اور بڑی خیر وبرکت وسعادت کی چیز ہے، اور ہر مسلمان کو کثرت سے اس کا ورد رکھنا چاہئے۔

بہر حال خواہ درود شریف ہو یا ذکر، حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ کے فتویٰ کے مطابق ہر شخص کو تنہا اپنی اپنی جگہ پوری توجہ اور یکسوئی سے قلب کو حاضر کر کے پڑھنا چاہئے، کیونکہ یہی طریقہ

[1] مگر اس کے برعکس بعض حضرات ذکر ودرود جہراً واجتماعاً بصوتِ واحد تداعی کے ساتھ منعقد کرنے کو مستحب بلکہ عینِ سنت سمجھ رہے ہیں، اور اوپر سے حدیث وفقہ سے ثبوت کا دعویٰ فرما رہے ہیں۔

قرونِ مشہود لہا بالخیر سے ثابت ہے، اور اس کے خلاف کسی نئی صورت کو ایجاد نہیں کرنا چاہئے، اور مروجہ مجالس ذکرودرود کی زیرِ بحث صورت (جس میں تداعی اور مخصوص ذکر کا التزام وغیرہ ہوتا ہے) قرون مشہود لہا بالخیر کے خلاف ہے۔

مگر اس کے برعکس آج بعض حضرات اس کے ثبوت پر مصِر اور اس کی ترغیب پر کمر بستہ ہیں۔ [1]

فتاویٰ رحیمیہ کا حوالہ

(۳۷)......حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جس عبادت کے لئے اجتماع ثابت نہ ہو، اگر اہتمام والتزام کے ساتھ اجتماعی طریقے سے اس کو ادا کیا جائے گا تو وہ مناسب طریقہ نہ ہوگا اور اس سے روکا جائے گا (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ صفحہ ۲۱۸، کتاب السنۃ والبدعۃ۔ جدید تبویب وتخریج، مطبوعہ دار الاشاعت، کراچی)

اور ذکر کے لئے تداعی کے ساتھ اجتماع کا ثابت نہ ہونا بلکہ اس کا مکروہ و بدعت ہونا پہلے مدلل ومفصل گزر چکا ہے۔

---

[1] ایک مقام پر سوال کے جواب میں حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ ذکر اللہ خواہ انفراداً ہو، خواہ اجتماعاً بالاجماع امرِ مستحسن ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، نصوصِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، البتہ عوارض کی وجہ سے بعض اوقات ممانعت ہوجاتی ہے، مثلاً کسی خاص ہیئت، وضع وتاریخ وغیرہ کا ثبوت شرعی نہیں ہے، ان کا التزام کرنا، تارک پر ملامت سب وشتم کرنا یا ریاء کا پایا جانا یا جہرِ مفرط کا ہونا، جس سے نائم، مصلی، قاری وغیرہ کو تشویش ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ممانعت ان عوارض پر ہی محمول ہے، بحر واقعات وغیرہ کا محمل بھی یہ ہی ہے، بسا اوقات ایک مباح بلکہ مندوب شیٔ اصرار والتزام سے مکروہ ہوجاتی ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج۴ص ۴۳۹؛ ۴۴۰، کتاب السلوک والاحسان، مایتعلق بمجالس الصوفیۃ واذکارہم؛ ناشر جامعہ فاروقیہ، کراچی؛ سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ)

تداعی اور ایک ذکر کے التزام کا مخصوص ہیئت اور قید غیر ثابت ہونا پہلے حضرت مفتی صاحب موصوف کے شیخ الشیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ وغیرہ سے مدلل ومفصل واضح کیا جاچکا ہے، اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ممانعت ان عوارض پر ہی محمول ہے، اس لئے ممنوع ہے، اور یہ عوارض مروجہ مجالسِ ذکر میں موجود ہیں، لہٰذا حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے شیخ ومربی، اور عظیم فقیہ خلفاء سب کے نزدیک ممنوع ٹھہرتی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا حوالہ

(۳۸)......حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ مع سوال وجواب کے ذیل میں درج ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین وحاملانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ صبح اور عشاء کی اذان اور فرضوں کے درمیان مسجد میں ایک طرف چادر بچھا کر گٹھلیوں پر درود شریف اجتماعی شکل میں پڑھ لیا جائے، جو لوگ درود شریف نہیں پڑھتے، وہ بھی اس طرح پڑھنے لگ جائیں گے، اور اجتماعی عبادت کا زیادہ ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔مگر ساتھ ہی علماء کرام سے اس اجتماعی شکل کے متعلق استفتاء بھی مطلوب ہے، کہ اس طرح کرنے سے خدانخواستہ خلافِ سنت کوئی بات تو نہیں بن جاتی۔نیز انفرادی شکل میں پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا، یا اس خاص صورت کے اجتماعی انداز کے ساتھ زیادہ بہتر ہے۔بینوا توجروا۔

الجواب: اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو جائز ہے، گو اس میں بھی لوگوں کے ذکر وفکر اور عشاء کی سنت غیر مؤکدہ غائب ہوں گی، لیکن کچھ روز بعد یہ لازمی چیز بن کر بدعت ہو جائے گی، ممکن ہے کسی جگہ ہو بھی، وہ میرے علم میں نہیں، انفرادی شکل میں ہی افضل ہے، جہاں اجتماعی صورت مناسب تھی، حضور ﷺ نے خود بتادی ہے۔ہم کو اس پر زیادتی کرنے کا حق نہیں ہے، اور عمل کے درجہ میں حضور ﷺ پر اعتراض کا حق نہیں، بلکہ گناہ ہے، کہ حضور ﷺ کو یہ بھی لازم کرنا چاہیے تھا، یا مثلاً سنت کرنا چاہیے تھا۔

فقط، جمیل احمد تھانوی، مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن۔لاہور

(تحقیقی نظر، صفحہ ۲۴۸؛ ناشر: مدرسہ خدام اہلِ سنت، تعلیم القرآن، لاہور؛ سنِ اشاعت: ۱۴۲۷ھ)

اور مروجہ مجالسِ ذکر میں تداعی کے ساتھ مخصوص ذکر کا بصوتِ واحد پابندیٔ وقت کے ساتھ اہتمام والتزام اور اس کی لوگوں کو ترغیب اور اس طریقہ کا انفرادی کے مقابلہ میں افضل قرار دینا بلکہ اجتماعی

ذکر کے لئے تداعی کا ضروری ہونا بعض مدعیان سے نقل کیا جاچکا ہے۔

قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ

(۳۹)......قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

مجلسِ ذکر سے مراد اگر فضائلِ ذکر کا بیان ہے، اور مجلسِ درود شریف سے مراد اگر فضائلِ درود شریف کا بیان ہے، تو جائز ہے کیونکہ یہ تبلیغ ہے، لیکن اگر اس سے مراد درود شریف پڑھنا، اور اجتماعی ذکر کرنا ہے، تو بوجہ تداعی کے یہ ناجائز ہوتا ہے۔

اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب تو تقریر کے بعد بذریعہ لاؤڈ اسپیکر اجتماعی ذکر جہراً کراتے ہیں، جو قطبُ الارشاد حضرت گنگوہی کی تحقیق کے خلاف ہے، عوام تو اس فرق کو نہیں سمجھ سکتے، لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی کے خلفاء ومتوسلین کو بوجہ دعویٰ دیوبندیت کے سمجھنا چاہیے (تحقیقی نظر، صفحہ ۱۸۵؛ ناشر: مدرسہ خدامِ اہلِ سنت، تعلیم القرآن، لاہور؛ سنِ اشاعت: ۱۴۲۷ھ)

حضرت قائد اہل السنۃ کی مذکورہ تحریر سے واضح ہوا کہ اجتماعی ذکر جس میں تداعی شامل ہو، یہ جائز نہیں، لیکن مروجہ مجالسِ ذکر کے بعض مدعیان تداعی کو نہ صرف جائز بلکہ اس کی بھرپور اور پرزور حمایت کررہے ہیں، جن میں سے بعض کے حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا حوالہ

(۴۰)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا گیا کہ:

کچھ لوگ مسجد میں بعد نمازِ عشاء حلقہ بنا کر درود شریف پڑھتے ہیں اور جمعرات کو شیرینی بھی تقسیم کرتے ہیں، مجوِّزین کا اصرار ہے کہ حلقہ بنا کر درود شریف بآوازِ بلند پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

’’درود وسلام کو کسی ہیئت کے ساتھ مخصوص کردینا یا کسی ایسی ہیئت کو زیادہ ثواب کا

موجب سمجھنا، جو صحابۂ کرام سے منقول نہیں اور جو شخص اس ہیئت کو اختیار نہ کرے اسے بُرا سمجھنا بدعت ہے، جس سے احتراز کرنا چاہئے، کبھی کبھی اجتماعی طور سے حلقہ بنا کر (کسی منکر کے بغیر کما سیجئ بحوالہ تکملۃفتح الملھم ۔ناقل) درود شریف پڑھنا اصلاً مباح ہے، لیکن چونکہ صحابۂ کرام سے یہ طریقہ منقول نہیں اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں ثواب زیادہ ہے اور جو شخص اس طریقے سے درود شریف نہ پڑھے وہ قابلِ نکیر نہیں ہے، لہٰذا اگر اس اجتماعی صورت کو زیادہ ثواب سمجھ کر اختیار کیا جائے اور جو شخص اس ہیئت کو اختیار نہ کرے اسے برا سمجھا جائے تو یہ بدعت ہوگا، اور چونکہ آج کل اس اجتماعی ہیئت کو اسی نیت سے اختیار کیا جاتا ہے اور سوال میں بھی اس کی تصریح ہے اس لیے اس طریقے کو ترک کرنا چاہئے'' (فتاویٰ عثمانی ج۱ص۱۴۰، ۱۴۱، کتاب السنۃ والبدعۃ، فتویٰ نمبر ۲۵۱/ ۱۹، الف)

یاد رہے کہ اس فتوے پر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تصدیق وتصحیح بھی درج ہے۔

اور مروجہ مجالسِ ذکر کے مدعیان تداعی اور بصوتِ واحد جیسی قیودات سے مرکب اجتماعی ذکر کو سنت ومستحب قرار دے رہے ہیں، اور زیادہ ثواب سمجھنے کی یہی حقیقت ہے۔

اور براہینِ قاطعہ وغیرہ کے حوالہ سے یہ بات اپنے مقام پر گزر چکی ہے کہ اگر اجزاءِ مباح سے ترکیب ہو اور ھیئتِ حاصلہ بھی مباح ہو تو اس وقت اباحت ہوتی ہے، اور اگر ھیئتِ حاصلہ میں کراہت ہو تو مرکب کا حکم مباح نہ ہوگا، اور ذکر میں تداعی وغیرہ کی قید وجز کا غیر مباح ہونا بلکہ مکروہ وبدعت ہونا بھی پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ [1]

---

[1] اورحضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنی تالیف تکملہ فتح الملہم میں فرماتے ہیں:
''وَدَلَّ الْحَدِیْثُ عَلیٰ جَوَازِ الذِّکْرِ الْجمَاعِیْ بِشَرْطِ اَنْ لَاتَدْخُلَهُ الْقُیُوْدُ الْمُبْتَدِعَةُ ،وَبِشَرْطِ اَنْ یَّکُوْنَ خَالِیاًمِّنَ الرِّیَآءِ وَالسُّمْعَةِ وَالْمُنْکَرَاتِ الْاُخْریٰ ''(تکملة فتح الملھم جلد۵صفحه۵۵۰،باب فضل مجالس الذکر، کتاب الذکر والدعاء)
اور پہلے گزر چکا ہے کہ تداعی اور ایک ذکر کا التزام وغیرہ قیودِ مبتدعہ ہیں، فلہٰذا ان قیودِ مبتدعہ پر مشتمل ذکر نا جائز ہوگا۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ

(۴۱)......حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب (شریعت نے) ذکراللہ وغیرہ عبادات کو کسی خاص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ متعین نہ کیا ہو تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کا متعین کرنا اور اس تعین کا التزام کرنا بدعت بھی ہے اور غیر مشروع بھی'' (راہِ سنت ص۱۲۲، بابِ چہارم) [1]

(۴۲)......ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''جس عبادت کو شریعتِ مطہرہ نے کسی خاص کیفیت اور مخصوص ہیئت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور اس کے لئے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی تو یقیناً یہ مخصوص طرز وطریقہ بدعت ہوگا'' (راہِ سنت ص۱۳۶، بابِ چہارم)

(۴۳)......مزید فرماتے ہیں:

جو چیز شریعتِ مطہرہ نے جس جگہ رکھی ہے اس کو اسی جگہ رہنے دو، نہ مطلق کو مقید کرو اور نہ مقید کو مطلق، نہ عام کو خاص کرو اور نہ خاص کو عام، غیر مکیّف کو کیفیت اور ہیئتِ مخصوصہ کی زنجیر میں نہ جکڑو، جس کو اجتماعی صورت میں کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس کو مجتمع ہو کر نہ کرو اور جس کو آ وازِ بلند کرنے کا حکم شریعت نے نہیں دیا اس کو بلند آواز سے ادا نہ کرو اور غیر معین بالوقت کو کسی وقت کے ساتھ خاص نہ کرو، کیونکہ یہ تشریعِ جدید اور تبدیلِ دین ہے۔ جس کا نام بالفاظِ دیگر بدعت ہے اور اہل السنّت والجماعت کا دامن اس قبیح ترین حرکت سے یقیناً پاک ہے (راہِ سنت ص۱۳۸، بابِ چہارم)

ذکر کو تداعی اور مخصوص ذکر کے التزام کے ذریعہ سے مطلق کو مقید کرنے اور اس سے کیفیت تبدیل

---

[1] ایک مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:
''یہ ضروری نہیں کہ کوئی چیز اصل ہی میں بُری ہو تو وہ بدعت ہوگی بلکہ وہ اہم طاعات اور عبادات بھی جن کو شریعت نے مطلق چھوڑا ہے اُن میں اپنی طرف سے قیود لگا دینا یا اُن کی کیفیت بدل دینا یا اپنی طرف سے اوقات کے ساتھ متعین کر دینا یہ بھی شریعت کی اصطلاح میں بدعت ہوگی اور شریعتِ اسلامی اس کو پسند نہیں کرے گی'' (راہِ سنت ص۱۱۸، بابِ چہارم)

کہلائے جانے پر کلام تفصیل کے ساتھ براہینِ قاطعہ کی عبارات میں گزر چکا ہے، اور آگے خود حضرت موصوف کی صراحت بھی آتی ہے۔

(۴۴)......نیز فرماتے ہیں:

''آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت علی اور حضرت عثمان بن ابی العاص وغیرہ جلیل القدر حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز جیسی بہترین عبادت اور ذکر جیسی اعلیٰ قربت اور درود شریف جیسی عمدہ طاعت وغیرہ کو مخصوص کیفیت اور خاص ہیئت اور پابندیٔ وقت کے ساتھ ادا کرنے سے محض اس لئے منع کیا کہ اس طرز وطریقہ سے یہ کام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیے اور ان کی ترغیب بھی نہیں دی اور آپ کے عہدِ مبارک میں ایسا نہیں ہوتا تھا، اس لئے یہ امور بدعت ہیں اور معمولی بدعت بھی نہیں، بدعتِ عظمیٰ اور بدعتِ ظلماء ہیں بلکہ ضلالت بھی ہیں اور گمراہی بھی ہیں **اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ مِنْھَا**'' (راہِ سنت ص۱۴۲، باب چہارم)

(۴۵)......ایک مقام پر مولانا موصوف رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی سادہ اور سنت کے مطابق زندگی کا نقشہ بتاتے ہوئے ''**اَقَلُّھَا تَکَلُّفاً**'' (یہ حدیث مشکوٰۃ ج۱ ص۳۲ میں موجود ہے) کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَلَا یَتَحَلَّقُوْنَ لِلْاَذْکَارِ وَالصَّلَوَاتِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ فِی الْمَسَاجِدِ وَلَا فِیْ بُیُوْتِھِمْ ''(مرقاۃ ج ۱ ص ۲۶۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثالث)

''وہ مسجدوں اور گھروں میں بلند آواز کے ساتھ ذکر اور درود شریف پڑھنے کے لئے کوئی حلقہ نہ قائم کرتے تھے''

اس عبارت میں **للاذکار** کا لفظ خاص طور پر قابلِ توجہ ہے یعنی اذکار کی خاطر وہ حلقے نہ باندھتے تھے ان کے حلقے تعلیمِ دین اور تعلیمِ ذکر کے لئے تو ہوتے تھے لیکن محض ذکر کی خاطر نہ تو گھروں میں وہ حلقے باندھتے تھے اور نہ مسجدوں میں، اب غور کرنا مؤلف مذکور

کا کام ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ذکر بالجہر کے لئے حلقے باندھتے تھے؟ یا وہ اس کارروائی کے خلاف تھے؟ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ تو ہرگز نہ تھا (حکم الذکر بالجہر ص ۱۸۶) ۱؎

۱؎ ایک اور مقام پر حضرت موصوف رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''سوال یہ ہے کہ کیا اجتماعی صورت میں، اور وہ بھی مسجد میں جہر سے ذکر کرنا اور اسی ہیئت کے ساتھ جہر سے درود شریف پڑھنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے یا وہ اس کو منع کرتے اور اس کو بدعت کہتے ہیں؟ آپ نے صحیح روایات سے یہ معلوم کرلیا کہ وہ ان دونوں کو بدعت اور ان پر عمل کرنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں اور ان کا وجود تک مسجد میں گوارا نہیں کرتے اور فوراً ان کو مسجد سے باہر نکال دیتے ہیں'' (راہِ سنت ص ۱۲۹، باب چہارم)

اخراج عن المسجد کے بارے میں وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اور ایک مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:

''حضراتِ صحابۂ کرام میں درجہ اوّل کے مفسّر (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلّی اعتماد حاصل ہے وہ اس اجتماعی صورت میں ذکر بالجہر کرنے اور مل کر بلند آواز کے ساتھ درود شریف پڑھنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں، اور اس فعل کو پسند نہیں کرتے، جب ان کو یہ فعل پسند نہیں تو سابق روایت (جس کو تمہارے لیے عبداللہ بن مسعود پسند نہ کریں، میں بھی اس چیز کو تمہارے لیے پسند نہیں کرتا) کے پیشِ نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہ فعل ہرگز پسند نہیں، اب جس کا جی چاہے ان کی پیروی کرے یا کسی اور کی۔ ع نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا۔

بالکل تنہائی میں یا تعلیم کی خاطر ذکر بالجہر کا معاملہ الگ ہے'' (راہِ سنت ص ۱۳۰، باب چہارم)

تعلیم کی خاطر ذکر بالجہر کے بارے میں تفصیل آگے آتی ہے۔

ایک جگہ حضرت موصوف تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے کہ انہوں نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اور درود شریف پڑھتے ہیں، چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ ہم نے یہ کارروائی آنحضرت ﷺ کے مبارک عہد میں نہیں دیکھی اور میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں، بار بار یہ فرماتے رہے، یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجتماعی شکل میں مسجد کے اندر بلند آواز سے ذکر کرنا اور درود شریف پڑھنا بقول حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بدعت ہے اور انہوں نے بدعتیوں کی اس جماعت کو مسجد سے نکال دیا تھا، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تفسیر، فقہ اور علومِ دینیہ میں جو مقام ہے وہ اظہر من الشّمس ہے'' (حکم الذکر بالجہر ص ۱۴۲)

یہاں بلند آواز سے ذکر کی قید اتفاقی ہے، اور ممنوعیت کی اصل وجہ وہی ہے، جس کا مولانا موصوف کے حوالہ سے بھی پہلے ذکر ہوا یعنی اس کیفیت وہیئت کا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہونا اور محدث و بدعت ہونا۔

بہر حال مندرجہ بالا عبارات سے ایسی ذکر کی مجالس، کہ جن میں اجتماعی ذکر ہوتا ہے، اور ذکر کے لئے جمع ہونے اور تداعی کا اہتمام ہوتا ہے، کا مکروہ و بدعت ہونا واضح ہے، کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم کا حوالہ

(۴۶)......حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود مستحب ہے، لیکن غیر مشروع ہیئت میں اس کو کرنا بدعت ہے، ایک غیر مشروع ہیئت یہ ہے کہ اجتماعی صورت میں اس طریقے سے کیا جائے کہ سب ذکر کرنے والے یہ التزام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے، خواہ کسی کو امیر بنا کر یا اس کے بغیر اور خواہ جہراً ہو یا سرّاً ہو'' (فہمِ حدیث ج۱ص۳۶۴)

(۴۷)......ایک موقعہ پر لکھتے ہیں:

''بہر حال (صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں) اس بات کا التزام نہیں کیا جاتا تھا کہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں بلکہ ایسا کرنے کو وہ بدعت جانتے تھے، اسی ناجائز طریقے کو ہم جماعتی یا اجتماعی ذکر کا نام دیتے ہیں'' (فقہی مضامین باب نمبر۱۰صفحہ۱۲۵مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی اشاعت ۲۰۰۶ء، ومروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت صفحہ۳، مطبوعہ ادارہ تعلیماتِ دینیہ، لاہور)

(۴۸)......نیز لکھتے ہیں:

''ہمیں دیکھنا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں جو مجالس اور حلقے (ذکر کے) قائم ہوتے تھے کیا ان کے لئے لوگوں کو بلایا جاتا تھا، دوسرے لفظوں میں کیا ان مجالس کے انعقاد کے لئے تداعی ہوتی تھی یا وہ مجالس اور حلقے بلا تداعی کے خود بخود قائم ہو جاتے تھے؟ ''حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون میں تداعی کے ساتھ مجالسِ ذکر قائم کرنے کا ثبوت نہیں ملتا'' (فقہی مضامین باب نمبر۱۰صفحہ۱۲۸، ومروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت صفحہ۶، ۷)

(۴۹)......ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''مجلسِ ذکر کے لئے تداعی جائز نہیں بلکہ مکروہ ہے، اجتماعی ذکر یعنی جب ذاکرین یہ التزام کریں کہ سب بیک وقت ایک ہی ذکر کریں پھر ذکر خواہ سرّی ہو یا جہری بدعت و مکروہ ہے، چاہے مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں اور اگرچہ اجتماع بغیر تداعی کے ہوا ہو'' (فقہی مضامین باب نمبر ۱۰ صفحہ ۱۴۷، و مروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت صفحہ ۲۸ و ۲۹)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جن مجالس میں ایک ذکر کا التزام، یا مجلسِ ذکر کے لئے تداعی جیسی قیود ہوں، وہ مکروہ و بدعت ہے۔

''اسی بناء پر گنگوہ، تھانہ بھون اور رائے پور جو اکابرینِ دیوبند کی خانقاہیں تھیں ان میں جماعتی و اجتماعی ذکر یا وقتی مصلحت و ضرورت کی بناء پر کسی مکروہ و بدعت کو اختیار نہیں کیا گیا'' (فقہی مضامین باب نمبر ۱۰ صفحہ ۱۴۳، و مروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت صفحہ ۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے اکابر کے یہاں بدعات و مکروہات پر مشتمل مجالسِ ذکر کا قیام نہیں تھا۔

اور مروجہ مجالسِ ذکر کے بعض مدعیان کی طرف سے جو ہمارے اکابر کی خانقاہوں کی طرف مروجہ مجالسِ ذکر کی نسبتیں کی جارہی ہیں، وہ ناانصافی پر مبنی ہیں، کیونکہ تداعی اور ایک ذکر کے التزام جیسی تخصیصات و قیودات کے ساتھ ہمارے اکابر سے جماعتی ذکر ثابت نہیں۔

اور دعویٰ خاص پر دلیلِ عام پیش کرنا تو مبتدعین کا طریقہ ہے، نہ کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا۔

فتاویٰ حقانیہ، اکوڑہ خٹک کا حوالہ

(۵۰)......فتاویٰ حقانیہ، اکوڑہ خٹک میں مروّجہ مجالسِ ذکر کے بارے میں ایک مفصّل و مدلّل فتویٰ موجود ہے، جس کے چند ضروری اقتباسات ذیل میں نقل کیے جارہے ہیں:

''قوم کے جس عمل پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بدعت کا فتویٰ دے کر ممنوع قرار دیا تھا وہ ان کا بہیئتِ اجتماعی خاص مسجد میں جہر سے ذکر کرنا اور درود پڑھنا تھا............ممانعت کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی تھی کہ حضور ﷺ کے زمانے میں

اس طرح ذکر کرنا معہود نہ تھا، تو بدعت فی الدین ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دے دیا گیا، اسی بناء پر فرما دیا گیا کہ ''مَــا اَرَاکُــمْ اِلَّا مُبْتَــدِعِیْــنَ '' (فتاویٰ حقانیہ جلد۲ صفحہ ۹۷ و ۹۸، کتاب البدعۃ والرسوم، ملخصاً۔ ناشر: جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، طبع اول ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲ء)

''بہرحال تحقیقِ مذکورہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ذکر بالجہر اگر ذریعۂ اذیت الی الغیر ہو یا وہ کسی ایسے طریقہ سے ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو جس کی وجہ سے وہ بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہو تو ممنوع اور ناجائز ہوگا، چونکہ واقعہ مسئول عنہا میں بھی ذکر بالجہر غیر ثابت شدہ طریقہ سے ہے، اس لیے لامحالہ بدعت کی حد میں داخل ہو کر ممنوع ہوگا، اس عمل کی حالت اس قوم کے عمل کی حالت سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جس پر ابنِ مسعود نے مبتدعین کا حکم لگایا تھا، اس بناء پر یہ بھی اس کی طرح بدعت ہو کر ممنوع قرار پائے گا، سُنَنِ نبویہ اور علمائے شریعت کی تصریحات سے یہ چیز پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ جس عبادت کو شریعت نے مطلق رکھا ہو اس کے لئے اپنی طرف سے مخصوص وقت یا کسی خاص ہیئت یا کیفیت کو اگر معین کر لیا جائے تو اس کی وجہ سے وہ عبادت بدعت ہو جاتی ہے'' (ایضاً صفحہ ۱۰۰)

''اس مسلّمہ اصول کے پیشِ نظر جب ہم واقعہ مسئول عنہا پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اپنی طرف سے بہت سی تخصیصات ایجاد کر کے ملائی گئی ہیں، ایک وقت کی تخصیص، دوسری ہیئت اور تیسری کیفیت کی تخصیص۔ ان تمام تخصیصات کی وجہ سے یہ اجتماع اور ذکر علماء کے پیش کردہ قانون کے بموجب دونوں بدعت قرار پائیں گے'' (ایضاً صفحہ ۱۰۱)

''اس اجتماع کے متعلق جو اِن خلافِ شرع اُمور پر مشتمل ہے، ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ یہ ایک بدعت اور ناجائز فعل ہے، اس میں شمولیت اعانت علی البدعۃ اور توقیرِ مبتدِع ہے، جو شرعاً مذموم اور ممنوع ہے'' (ایضاً صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳)

فائدہ: اس فتوے سے معلوم ہوا کہ ھیئت اور کیفیت کی تخصیص پر مشتمل مجالس کا قیام اور ان میں

مشمولیت ممنوع ہے۔

اور مروجہ وزیرِ بحث مجالسِ ذکر میں تداعی، اور ھیئتِ اجتماعی کے ساتھ مخصوص ذکر کے التزام وغیرہ جیسی قیود کے ذریعہ سے ھیئت اور کیفیت کی تخصیص کا ہونا، ہر صاحبِ علم کو معلوم ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ اجتماع کے ناجائز ہونے کا اصل مدار ذکر بالجہر پر نہیں بلکہ اس طریقۂ خاص کے احداث فی الدین ہونے پر ہے، کمامرّ۔

خیرُ الفتاویٰ کا حوالہ

(۵۱)......خیرُ الفتاویٰ میں حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ ایک تفصیلی فتوے کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار کرنا کسی ہیئتِ خاصہ کی بناء پر تھا (جیسا کہ خود اس روایت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ناقل) نفسِ اجتماعی ذکر پر (جس میں کوئی بدعت ومنکر شامل نہ ہو۔ناقل) نہ تھا، اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلوائے اور باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دوہرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔

اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محلِ کلام ہیں، اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں، کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں، وقت ومحل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے لیکن نفسِ ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے، یہ درست ہے، پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار پہلی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا'' (خیرالفتاویٰ جلد۲ صفحہ۷۰۹، مایتعلق باحکام المسجد، مطبوعہ: جمادی الاخری ۱۴۱۱ھ/ جنوری ۱۹۹۱ء، مکتبہ الخیر، جامعہ خیرالمدارس ملتان)

یاد رہے کہ اس فتوے پر مفتی محمد اسحاق صاحب، مفتی محمد عبداللہ صاحب اور مفتی محمد انور صاحب کی تائید بھی درج ہے۔

اور ہمارا کلام اسی قسم کے اجتماعی ذکر پر ہے، جس میں تداعی، اور ایک ذکر کا التزام، وغیرہ ہو۔

ہفت روزہ ضربِ مؤمن اور دارالافتاء والارشاد کراچی کا حوالہ

(۵۲)...... ہفت روزہ ضربِ مؤمن میں دارالافتاء والارشاد کراچی کی طرف سے درجِ ذیل فتویٰ مع سوال و جواب شائع ہوا:

''**سوال:**...... ذکرِ جہر بہیئتِ اجتماعیہ، دواماً کرنا، مع شرائط یعنی کسی نمازی، نائم، بیمار وغیرہ کو تکلیف نہ ہو، قرآن وحدیثِ نبوی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق جائز ہے یا ناجائز؟ اور جو اس کو بدعت کہے وہ خود کیا ہے؟

جواب:...... تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر قرآن وحدیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں، البتہ بعض اکابر علماء نے تزکیۂ نفس کی غرض سے دل جمعی اور حضورِ قلبی پیدا کرنے کے لئے ذکرِ جہری کو اختیار کیا ہے۔ اگر کچھ لوگ اتفاقاً یا وعظ سننے کی غرض سے جمع ہو جائیں اور ہر ایک اپنا اپنا ذکر کرے اور صورتاً ہیئتِ اجتماعیہ بن جائے لیکن اس ہیئتِ (خاصہ۔ ناقل) کو لازم یا سنت ومستحب نہ سمجھا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ان حدود کی رعایت ہو تو اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں، البتہ اگر کوئی شخص اس ہیئت میں ثواب سمجھے یا اس کو لازم یا مستحب سمجھے یا اس میں کسی اور بدعت کا ارتکاب کرے (مثلاً تداعی جیسا کہ پہلے گزرا یا ایک ہی ذکر کا التزام، ناقل) تو پھر بے شک یہ بدعت اور ناجائز ہے (آپ کے مسائل کا حل جلد اوّل صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱، باب البدعات والرسوم۔ ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد کراچی۔ تاریخِ طبع۔ ۱۴۲۶ھ)

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ

(۵۳)...... شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی ایک تحریر میں اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عام احادیثِ مطلقہ کو ترجیح دی ہے، لیکن اسی کے ساتھ تطبیق کی صورت بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی صورت جمع کی نکالی جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ کوئی چیز ہر دو صاحبوں (یعنی

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما) نے اس جماعت میں ایسی مشاہدہ کی جو کہ زمانۂ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط وتفریط کا شائبہ تھا، اس بنا پر اس کو منع کیا، نہ کہ نفسِ اجتماع بالذکر اور اس کی مباح کیفیات کو، [1] خط کشیدہ عبارات پر تینوں روایتوں میں غور فرمائیے۔ اس روایت میں قراءتِ قرآن پر بھی تو نکیر ہے، پھر کیا اس میں مطلقاً ممانعت جاری ہوسکتی ہے؟ [2]

اور اگر ایسا کیا جائے تو کیا آیاتِ صریحہ اور احادیثِ صحیحہ کا خلاف لازم نہیں آئے گا؟ اگر اس میں کوئی تخصیص ایسی کی جائے جو کہ محط انکار ہوسکتی تو حلقِ ذکر میں کسی خاص کیفیت منکرہ پر یہ ممانعت محمول ہوگی۔

واللہ اعلم۔ ۲۲/ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ (مکتوبات ص ۶۴، ج ۲)

حضرت مولانا سید مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہم حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اس مکتوب پر نوٹ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں:

ذکر وغیرہ مستحب عبادات کے لئے اجتماع اور تداعی کو فقہائے کرام نے منع فرمایا ہے، اس لئے اجتماعی مجالسِ ذکر کو سنت یا مستحب نہیں کہا جاسکتا (جیسا کہ مدعیین کا خیال ہے۔ ناقل) صوفیاءِ کرام کے ہاں اگر تعلیم کے لئے اجتماعی ذکر ہو تو تعلیم اور علاج کی حد تک اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (بشرطیکہ کوئی بھی لعینہٖ ولغیرہٖ منکر اس میں شامل نہ ہو۔ ناقل) احادیث میں اجتماعی ذکر کے جو واقعات مذکور ہیں وہاں اجتماع کا اہتمام اور تداعی کا التزام نہ تھا (جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ ناقل) بلکہ صرف نفسِ اجتماع اور اس کی

---

[1] نفسِ اجتماع بالذکر (نہ کہ للذکر) اور مباح کیفیات کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ تداعی اور مخصوص ذکر پر اجتماع اور بصوتِ واحد کا التزام، اور جہرِ مفرط یا غیر مقصود کو مقصود بنالینے جیسی قیود خارج ہیں۔
اور بحث اسی قسم کی مجالسِ ذکر میں ہے، نہ کہ نفس اجتماع بالذکر، اور مباح کیفیات میں۔ واللہ اعلم۔

[2] ہم شروع میں قراءتِ قرآن کے لئے اجتماع وتداعی اور بصوتِ واحد جیسی قیود کے مکروہ وبدعت ہونے پر فقہاء واکابر کی تصریحات پیش کرچکے ہیں۔
پس تلاوت ہو یا عام ذکر جس میں بھی کوئی منکر شامل ہوگا، وہ ممنوع ہوگا، کما ھو محمل روایتِ ابنِ مسعود۔ محمد رضوان

مباح کیفیات پائی جاتی تھیں (برخلاف مروّجہ عام مجالسِ ذکر کے، کہ ان کی ہیئتِ خاصہ مباح کیفیات میں داخل نہیں۔ناقل) جیسا کہ حضرتِ اقدس مدنی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے، التزام واہتمام اور دیگر مفاسد، قیوداتِ زائدہ نہ تھیں اس لیے ان کو بنیاد بنا کر مروّجہ مجالسِ ذکر کو مستحب و مسنون قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ" (''معارفِ مدنی صفحہ ۴۴۹''، درذیل افاداتِ فقہیہ وتحقیقاتِ علمیہ۔جمع وترتیب: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ، مطبوعہ: ادارہ اشرف الامداد، لاہور)

اور حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریر کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی یہ تحریر ہمارے ذکر کردہ مضمون کے موافق ہے اور اس کی تائید کرتی ہے ،معارضہ کی ضرورت ہی نہیں ، اس لئے ہم نے جمع (بین الاحادیث) کی صورت کو لیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دونوں ہی نے اس جماعت میں جو بات مشاہدہ کی جو کہ زمانۂ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط وتفریط کا شائبہ بھی تھا وہ اجتماعی ذکر کرنے کا التزام تھا۔یہی بات محطِّ انکار ہے اور یہی وہ خاص کیفیتِ مُنکَرہ ہے جس پر ممانعت محمول ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ طبرانی میں فامرھم ان یتفرقوا (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو متفرق ہونے کا حکم دیا) اور یہ حکم اس لئے تھا کہ ان کے ذکر میں تفرق ہوجائے، ورنہ مسجد میں ہوتے ہوئے ان کے تفرقِ ابدان سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا بلکہ مجلس قائم رہتی ہے۔علاوہ ازیں ہم ممانعت کو مطلق بھی نہیں لیتے اور وہ مجالسِ ذکر جو تداعی کے بغیر ہوں اور جن میں اجتماعی ذکر کا التزام نہ کیا گیا ہو، ان مجالسِ ذکر کو جائز سمجھتے ہیں اور صرف ان مجالسِ ذکر کی تخصیص کرتے ہیں جن کے لئے تداعی کی گئی ہو یا جن میں اجتماعی ذکر کا التزام کیا گیا ہو کہ یہ محطِّ انکار ہوسکتی ہیں'' (فقہی مضامین باب نمبر۱۰صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی اشاعت ۲۰۰۶، ومروّجہ مجالسِ ذکر ودرود کی شرعی حیثیت

صفحہ۱۶۔ مطبوعہ: اداہ تعلیماتِ دینیہ، لاہور)

حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریر کی جو وضاحت اوپر کی سطور میں کی گئی ہے، وہ صحیح، بے غبار اور دیگر اکابر وفقہاء کے مؤقف کے مطابق ہے، جس کی رُو سے تداعی اور مخصوص ذکر کے اجتماعاً التزام جیسی غیر مباح وممنوع کیفیات پر مشتمل مروّجہ مجالسِ ذکر ممنوع ہیں، کیونکہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نفسِ اجتماع بالذکر اور اس کی مباح کیفیات کی قید لگا کر ہی جواز کا حکم بیان فرما رہے ہیں، اور ہم فقہاء واکابر کی تصریحات سے واضح کر چکے ہی کہ تداعی اور مخصوص ذکر کا التزام ممنوع کیفیات اور مطلق ذکر کو مقید کرنے میں داخل ہیں، بلکہ بقول حضرت سہارنپوری، یہ شرعی حکم کو تبدیل ومتغیر کرنا ہے۔

اس لئے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اس تحریر سے مروّجہ مجالسِ ذکر کے مُدَّعی حضرات کو تائید پکڑنا درست نہیں۔

رہا عبداللہ بن مسعود کی اس روایت کے صحیح اور مستند ہونے کا معاملہ تو اس پر کلام پہلے گزر چکا، لہٰذا جمع کی صورت ہی متعین ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد ایسے خاص طریقہ پر ذکر کرنے کی نفی ہے جس میں کوئی منکر وبدعت شامل ہو، جیسا کہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں۔ [1]

---

[1] حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجالسِ ذکر کے مجوِّزین (یعنی جائز قرار دینے والوں) نے اس (روایت) کے تین جوابات دیے ہیں (۱) اس اثر کا کتبِ حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا (۲) یہ جوازِ جہر سے متعلقہ احادیثِ صحیحہ صریحہ کے خلاف ہے (۳) ان لوگوں نے کوئی بدعت شامل کر لی ہوگی مثلاً اجتماع بالتداعی، امام وائتمام، باہم کوئی اور ارتباط، جہرِ مفرِط وغیرہا۔

پہلا جواب (یعنی اس روایت کو غیر ثابت قرار دینا۔ ناقل) اس لیے صحیح نہیں کہ طبرانی نے متعدد اسانید سے (اور سننِ دارمی نے۔ ناقل) اس کی تخریج فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں اکثر فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ''وَقَدْ صَحَّ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ'' سے اس (روایت) کی تصحیح وتوثیق فرمائی ہے۔

دوسرے جواب (یعنی یہ کہ یہ روایت جہر کے جواز سے متعلق صحیح وصریح احادیث کے خلاف ہے۔ ناقل) میں رد بلاسبب ہے، اس لیے تیسرا جواب ہی متعین ہے'' (رسائل الرشید صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶، مطبوعہ مکتبہ حلیمیہ کراچی)

فقہائے کرام اور اکابرِ امت کے مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ مجالسِ ذکر جن میں تداعی کا اہتمام، اور ایک ذکر کا التزام کیا گیا ہو، یا اسی قسم کی دیگر قیود شامل ہوں، ایسی مجالسِ ذکر کا قرآن وسنت اور صحابہ وتابعین سے کوئی ثبوت نہیں، اور ایسی مجالس کا انعقاد مکروہ وممنوع ہے۔ [1]

امید ہے کہ صوفیائے کرام سمیت امتِ مُسلمہ کے تمام افراد فقہائے کرام واکابرِ عظام کے فیصلہ پرعمل کرتے ہوئے ایسی مجالسِ ذکر (جن میں تداعی اور مخصوص ذکر کے التزام جیسی قیودات ہوں) سے اجتناب فرمائیں گے۔

❝

[1] ان سب صریح حوالہ جات کے برعکس بعض لوگوں کا منکرات پر مشتمل مجالسِ ذکر کو احادیث وسنت اور صحابۂ کرام سے ثابت ہونے کا دعویٰ کرنا اور اپنے اکابر کی طرف ان کی نسبت کرنا درست نہیں ہے۔

احادیث وروایات میں وارِدشُدہ مجالسِ ذکر کی حقیقت

اس موقع پر بعض حضرات کی طرف سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کئی احادیث وروایات میں مجالسِ ذکر کی فضیلت اوران کا تذکرہ آتا ہے۔

تو جب احادیث وروایات میں مجالسِ ذکر کا تذکرہ اوران کی فضیلت وترغیب آ گئی تو ان سے اجتماعی طور پرمل کرذکرکرنے کا ثبوت ہوگیا۔

لہٰذاان کاانکارکرنا درست نہ رہا، کیونکہ مجالس کے الفاظ سے یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

مگران حضرات کودراصل احادیث میں مذکورمجالسِ ذکر کی حقیقت سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔

کیونکہ اولاً تواحادیث وروایات میں مذکورمجالسِ ذکرعام ہیں،ان میں وعظ ونصیحت ،درس وتدریس،تعلیم وتعلُّم وغیرہ حتیٰ کہ نماز باجماعت جیسی مجالس واجتماعات سب داخل وشامل ہیں۔

اور یہ شروع میں عرض کیا جاچکا ہے کہ ذکرزبان سے بھی ہوتا ہے اوراللہ تعالیٰ کے احکام اوررسول اللہ ﷺ کے طریقوں کواختیارکرکے بھی ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے شریعت کے وہ احکام جواجتماعی طور پرمشروع ہیں، وہ بھی مجالسِ ذکرکہلائیں گے، چنانچہ باجماعت نمازاداکرنے والے حضرات بھی مجالسِ ذکرکا مصداق ہیں۔

دوسرے جومجالس تعلیم وتبلیغ اوردرس وتدریس اوروعظ ونصیحت کے لئے منعقد ہوں، وہ بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں مجالسِ ذکر ہیں، اوراس قسم کی مجالس کے لئے اجتماع کرنااورجمع ہونا شرعاً ثابت اوردرست ہے۔

اوراسی لئے کسی ایک مقام مثلاً مسجد، مدرسہ، جامعہ، اورخانقاہ وغیرہ میں تعلیم واصلاح کے لئے جمع شدہ حضرات بھی (اگرچہ وہ ایک حجرے، ایک کمرے اورمکانِ واحد میں جمع نہ ہوں) مجالسِ ذکر کے مفہوم میں داخل ہیں۔

تیسرے اہلُ اللہ ونیک لوگوں کی مصاحبت ومجالست میں بیٹھنے والے بھی مجالسِ ذکرمیں شامل ہیں،

چنانچہ بعض روایات میں مجالس الذکر کے بجائے مجالس اہل الذکر کے الفاظ آئے ہیں۔ ۱؎
چوتھے اگر تسبیح وتہلیل، تلاوت اور درود شریف وغیرہ جیسے زبانی اذکار کی مجالس بھی مراد لی جائیں، تب بھی ان سب احادیث میں اوّلاً تو جہری ذکر کی کوئی تصریح نہیں ملتی اور اگر کسی حدیث میں یہ تصریح مل بھی جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاص اس غرض کے لئے جمع ہونے کا اہتمام کیا جائے اور اس کے لئے تداعی کی جائے، پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ مزید کوئی اور منکر بھی اس میں شامل ہو مثلاً ایک ساتھ اور ایک ہی قسم کے ذکر کا التزام وغیرہ (جیسا کہ آج کل کی اِن مجالسِ ذکر کا حال ہے) بلکہ اس سے اتفاقاً وضمناً اجتماع ہوجانا اور اپنے اپنے طور پر انفرادی ذکر میں مشغول ہونا مراد ہے۔ جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مساجد میں نمازوں کے لئے حاضر ہوتے تھے، اور نماز سے فراغت کے بعد اپنے اپنے طور پر ذکر وتلاوت کرتے تھے، اور اسی قسم کے ذکر کو بعض نے جماعتی ذکر کا نام دیا ہے۔ ۲؎

۱؎ علیک بمجالس أهل الذکر، وإذا خلوت فحرک لسانک ما استطعت بذکر الله (شعب الایمان للبیهقی حدیث نمبر ۸۲۰۸، حلیة الاولیاء، ج ۱ ص ۱۹۲)

قرآن وسنت اور خیر القرون کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی نظر میں ''ذکر'' کا لفظ زبانی ذکر یعنی تسبیح وتہلیل وغیرہ اذکار کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس کا مفہوم وسیع ہے، اور وعظ وتذکیر اور اطاعتِ الٰہی کے لئے اس کا استعمال خیر القرون میں عام تھا، اس لئے اس وقت نہ تو ذکر اور مجالسِ ذکر کے اطلاق سے معہود ذکر سمجھا اور مراد لیا جاتا تھا، اور نہ ہی مجالسِ ذکر کے مختلف فضائل وفوائد سے متعلق احادیث کے موجود ہوتے ہوئے مروجہ طریقہ پر مجالسِ ذکر کا اہتمام ہوتا تھا، مگر بعد میں جب ذکر کا استعمال کثرت کے ساتھ معہود ذکر میں ہونے لگا تو بعد کے لوگوں کو احادیث میں مذکور مجالسِ ذکر سے معہود ذکر کے علاوہ دوسری مراد سمجھنے میں دشواری محسوس ہوئی، اور طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَإِنْ قِيلَ قَدْ وَرَدَتْ أَحَادِيثُ تَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الذِّكْرِ وَالْقِرَاءَةِ جَهْرًا وَجَمَاعَةً فَالْجَوَابُ أَنَّ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِي ذَلِكَ مُحْتَمِلَةٌ لِلْوَجْهَيْنِ وَجَاءَ فِعْلُ السَّلَفِ بِأَحَدِهِمَا فَلَا شَكَّ أَنَّهُ الْمَرْجُوعُ إلَيْهِ (المدخل ۱، ص ۱۰۷، ۱۰۸، فصل فی العالم وکیفیة نیته)

۲؎ وبیان ذالک ان الدلیل الشرعی اذا اقتضیٰ امراً فی الجملة مما یتعلق بالعبادات مثلاً فاتی به المکلف فی الجملة ایضاً کذکر الله والدعاء والنوافل المستحبات وما اشبهها مما یعلم من الشارع فیها التوسعة کان الدلیل عاضداً لعمله من جهتین من جهة معناه ومن جهة عمل السلف الصالح به فان اتی المکلف فی ذالک الامر بکیفیة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر احادیث میں بیان فرمودہ مجالسِ ذکر سے مروجہ اجتماعی ذکر کی مجالس مراد ہوتیں، جن میں ذکر کے لئے تداعی اور ذکرِ واحد کا التزام ہوتا تھا، تو حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اس سے کیوں منع فرماتے اور یہ کیوں فرماتے کہ یہ طریقہ حضور ﷺ اور صحابہ میں نہ تھا، جب ان مجالسِ ذکر کی احادیث کو بیان فرمانے والے خود حضورِ اکرم ﷺ ہیں اور اُن کو نقل کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور انہوں نے خود ہی مروّجہ مجالسِ ذکر قائم نہیں فرمائیں، بلکہ ان پر نکیر فرمائی۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مخصوصة اوزمان مخصوص اومكان مخصوص اومقارنا لعبادة مخصوصة والتزم ذالک بحيث صار متخيلاان الكيفية اوالزمان اوالمكان مقصودشرعاًمن غيران يدل الدليل عليه كان الدليل بمعزل عن ذالک المعنیٰ المستدل عليه فَاِذَانُدِبَ الشَّرُعُ مَثَلاً اِلیٰ ذِكُرِاللهِ فَالُتَزَمَ قَوُمٌ اَلاِجُتِمَاعَ عَلیٰ لِسَانٍ وَّاحِدٍ وَّبِصَوُتٍ اَوُفِیُ وَقُتٍ مَّعُلُوُمٍ مَّخُصُوُصٍ عَنُ سَائِرِ الْاَوُقَاتِ لَمُ يَكُنُ فِیُ نُدُبِ الشَّرُعِ مَايَدُلُّ عَلیٰ هٰذَاالتَّخُصِيُصِ الُمُلُتَزَمِ بَلُ فِيُهِ مَايَدُلُّ عَلیٰ خِلَافِهِ لان التزام الامورغير اللازمة شرعاًشأنهاان تفهم التشريع وخصوصاًمع من يقتدی به فی مجامع الناس كالمساجد فانهااذاظهرت هٰذاالاظهار ووضعت فی المساجد كسائرالشعائرالتی وضعهارسول الله ﷺ فی المساجد وماشبهها كالاذان وصلاة العيدين والاستسقاء والكسوف فهم منهابلاشک انهاسنن اذالم تفهم منهاالفرضية فاحریٰ ان لايتناولهاالدليل المستدل به فصارت من هٰذه الجهة بدعاًمحدثة بذالک . وعلیٰ هٰذاترک التزام السلف الصالح لتلک الاشياء اوعدم العلم بهاوهم كانوا احق بهاواهلهالوكانت مشروعة علیٰ مقتضی القواعدلان الذكرقدندب اليه الشرع ندباًفی مواضع كثيرة حتیٰ انهٗ لم يطلب فی تكثيرعبادة من العبادات ماطلب من التكثيرمن الذكر كقولهٖ تعالیٰ ”ياايهاالذين اٰمنوااذكرواالله ذكراًكثيراً“ الآية وقولهٗ ”وابتغوامن فضل الله واذكرواالله كثيرا لعلكم تفلحون“ بخلاف سائرالعبادات (الاعتصام الجزء الاول ،الباب الرابع فی مأخذاهل البدع بالاستدلال ،فصل ومنهاتحريف الادلة فی مواضعها،صفحه۱۶۸و۱۶۹)

واماالاختلاف من جهة الاسراروالاعلان فظاهران المسربهاضررهٗ مقصورٌعليه لايتعداه الیٰ غيرهٖ فعلیٰ ای صورة فرضت البدعة من كونهاكبيرة اوصغيرة اومكروهة هی باقية علیٰ اصل حكمها فاذااعلن بهاوان لم يدع اليهافاعلانهٗ بها ذريعة الی الاقتداء بهٖ وسيأتی بحول الله ان الذريعة قدتجری مجری المتذرع اليه اوتفارقهٗ فانضم الیٰ وزرالعمل بهاوزرنصبهالمن يقتدیٰ بهٖ فيهاوالوزرفی ذالک اعظم بلااشكال (الاعتصام الجزء الاول ،الباب الثالث فی ان ذم البدع والمحدثات عام ،فصل اذاثبت ان المبتدع آثم ، صفحه۱۱۵)

تو یہ بات واضح ہوگئی کہ احادیث وروایات میں بیان فرمودہ مجالسِ ذکر سے مروّجہ اجتماعی مجالسِ ذکر مراد نہیں ہیں۔

اگر احادیث وروایات میں مروّجہ مجالسِ ذکر ہی مراد ہوتیں تو محدثینِ عظام وفقہائے کرام اور اکابرِ امت (جو دین کو صحیح سمجھنے اور اس کی تشریح کرنے والے ہیں) ان کا کیسے انکار فرما سکتے تھے اور یہ کیسے فرماتے کہ صحابۂ کرام میں حلقے بنا کر ذکر رائج نہ تھا؟ کما مرّ۔

اس لئے شریعت کی زبان کے مجالسِ ذکر کے مذکورہ وسیع مفہوم کو نظر انداز کر کے، تسبیح وتہلیل والے مخصوص مجالسِ ذکر (جو تداعی جیسی قیودات پر مشتمل ہوں) کے ساتھ خاص کرنا اور ان مجالسِ ذکر کے فضائل کو مروجہ مجالسِ ذکر پر منطبق کرنا درست نہیں ہے۔

ان اُمور کی توضیح وتفصیل درج ذیل حوالہ جات میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......ایک حدیث میں ہے کہ:

" مَنْ أَطَاعَ اللّٰہَ فَقَدْ ذَکَرَ اللّٰہَ، وَإِنْ قَلَّتْ صَلَاتُہٗ وَصِیَامُہٗ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْآنِ، وَمَنْ عَصَی اللّٰہَ فَقَدْ نَسِیَ اللّٰہَ وَإِنْ کَثُرَتْ صَلَاتُہٗ وَصِیَامُہٗ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْآنِ (شعب الایمان الفصل الثانی فی الذکر ،معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ۶۵۱۴،الزھد والرقائق لابن المبارک،باب حسن السریرۃ)

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کی (فرائض وواجبات، حلال وحرام اور جائز وناجائز احکام میں) اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اگرچہ اس کی (نفل) نمازیں اور (نفل) روزے اور قرآن مجید کی تلاوت (جو کہ زبانی ذکر کا بہت اعلیٰ فرد ہے) کم ہو اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اگرچہ اس کی (نفل) نمازیں اور (نفل) روزے اور قرآن مجید کی تلاوت (جو کہ زبانی ذکر کا بہت اعلیٰ فرد ہے) زیادہ ہو (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں داخل ہے، لہٰذا جب بھی بندے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے شمار ہوں گے، اور

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جو احکام اجتماعی طور پر مشروع ہیں، مثلاً فرض نماز کو با جماعت ادا کرنا تو اس وقت وہ اللہ کا اجتماعی ذکر کرنے والے ہوں گے اور ایسی مجالس مذکورہ حدیث کی روشنی میں مجالسِ ذکر کہلائی جانے کی مستحق ہوں گی۔ [1]

(۲)......اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلذِّکْرُ طَاعَةُ اللہِ فَمَنْ لَّمْ یُطِعْهُ لَمْ یَذْکُرْہُ وَاِنْ کَثُرَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّهْلِیْلُ وَقِرَاءَ ةُ الْقُرْاٰنِ.

یعنی ذکر، اللہ کی اطاعت کا نام ہے، پس جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہ کی، اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا، اگرچہ ظاہر میں اس کی تسبیح و تہلیل اور قرآن کی قراءت کتنی بھی ہو۔ [2]

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ ارشاد مذکورہ حدیث کے عین مطابق ہے۔

پس مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے۔

(۳)......اور صحیح مسلم کے مشہور شارح اور عظیم محدث امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اِعْلَمْ أَنَّ فَضِیْلَةَ الذِّکْرِ غَیْرُ مُنْحَصِرَةٍ فِی التَّسْبِیْحِ وَالتَّهْلِیْلِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّکْبِیْرِ وَنَحْوِهَا، بَلْ کُلُّ عَامِلٍ لِلّٰهِ تَعَالٰی بِطَاعَةٍ فَهُوَ ذَاکِرٌ لِلّٰهِ تَعَالٰی، کَذَا قَالَهُ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَغَیْرُهٗ مِنَ الْعُلَمَاءِ .وَقَالَ عَطَاءٌ

---

[1] (من أطاع الله فقد ذكر الله وإن قلت صلاته وصيامه وتلاوته للقرآن) زاد فى رواية وصنيعه للخير قال القرطبى :هذا يؤذن بأن حقيقة الذكر طاعة الله فى امتثال أمره وتجنب نهيه وقال بعض العارفين :هذا يعلمک بأن أصل الذكر إجابة الحق من حيث اللوازم (ومن عصى الله فلم يذكره وإن كثرت صلاته وصيامه وتلاوته للقرآن) زاد فى رواية وصنيعه للخير (فيض القدير للمناوى در ذيل حديث نمبر ۸۴۶۳)

[2] ومعنى الاية :اذكرونى بالطاعة أذكركم بالثواب والمغفرة، قاله سعيد بن جبير .وقال أيضا :الذكر طاعة الله، فمن لم يطعه لم يذكره وإن أكثر التسبيح والتهليل و قراء ة القرآن، وروى عن النبى صلى الله عليه وسلم :(من أطاع الله فقد ذكر الله وإن أقل صلاته وصومه وصنيعه للخير ومن عصى الله فقد نسى الله وإن كثر صلاته وصومه وصنيعه للخير)(تفسير قرطبى جلد ۲ سورة البقرة آيت نمبر ۱۵۲)
(ملاحظة هو :معارف القرآن جلد ۱ صفحه ۳۹۲، ۳۹۳)

رَحِمَهُ اللّٰهُ :مَجَالِسُ الذِّكْرِ هِيَ مَجَالِسُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، كَيْفَ تَشْتَرِيْ وَتَبِيْعُ وَتُصَلِّيْ وَتَصُوْمُ وَتَنْكِحُ وَتُطَلِّقُ وَتَحُجُّ، وَأَشْبَاهُ هٰذَا (الاذكار للنووية ،صفحه ١٨)

ترجمہ: یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ ذکر کی فضیلت تسبیح تہلیل تحمید اور تکبیر وغیرہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والا ہر شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے، یہی بات حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ وغیرہ اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے فرمائی ہے، اور حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر کی مجالس حلال اور حرام کے احکام کی مجالس ہیں کہ (جن میں ان باتوں کے سیکھنے سکھانے کا سلسلہ ہو کہ) خرید وفروخت کس طرح کی جائے اور نماز روزہ کس طرح ادا کیا جائے اور نکاح کس طرح کیا جائے اور طلاق کس طرح دی جائے اور حج کس طرح کیا جائے اور اسی طرح کے دوسرے احکام کا سیکھنا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعید بن جبیر اور ان کے علاوہ دیگر علماء کے نزدیک شرعاً ذکر کی جو فضیلت ہے، وہ تسبیح وتہلیل جیسے زبانی اذکار کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والا بھی ذکر کرنے والا شمار ہوتا ہے، جس کی تفصیل پیچھے ذکر کی جا چکی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر جلیل القدر تابعی اور کئی صحابۂ کرام کے شاگرد ہیں، اور ان کو حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں شہید کیا (ملاحظہ ہو: تہذیب الکمال ج۱۰ص۳۸۵)

جبکہ ایک دوسرے جلیل القدر تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ وغیرہ کی تصریح کے مطابق ایسی مجالس جن میں دینی احکام کے سیکھنے سکھانے اور تعلیم وتعلم کا عمل ہو، وہ مجالسِ ذکر کہلاتی ہیں۔

اس تشریح کے مطابق وعظ ونصیحت اور تدریس وتعلیم وغیرہ کے لئے تداعی کا جائز ومشروع ہونا پہلے گزر چکا ہے۔

مذکورہ دونوں حضرات تابعی شمار ہوتے ہیں، جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون کے دور میں مجالسِ ذکر کا مفہوم ومصداق موجودہ عرف سے مختلف اور عام تھا۔

(۴)......حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ حدیث میں ''عَلَیْکَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ الذِّکْرِ'' الفاظ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

فَمَجَالِسُ الذِّکْرِ تَشْتَمِلُ مَجَالِسُ الْعُلَمَاءِ وَمَحَافِلُ الْوُعَّاظِ وَالْاَوْلِیَاءِ مِمَّنْ یَّکُوْنُ مَجَالِسُھُمْ مَشْحُوْنَۃً لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَایَتَعَلَّقُ بِہٖ مِنْ مَّعْرِفَۃِ الْعَقَائِدِ الْحَقِیَّۃِ وَالشَّرَائِعِ الدِّیْنِیَّۃِ مِنَ الْعِبَادَاتِ الْبَدَنِیَّۃِ وَالْمَالِیَّۃِ وَمَایَتَعَلَّقُ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالتَّرْغِیْبِ وَالتَّرْھِیْبِ وَاَمْثَالِ ذَالِکَ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۹ صفحہ ۲۶۰، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، الفصل الثالث)

ترجمہ: پس مجالسِ ذکر شامل ہیں ان علماء واعظین اور اولیائے کرام کی مجالس کو بھی، جن کی مجالس اللہ کے ذکر و یاد سے اور عقائدِ صحیحہ اور شرائعِ دینیہ یعنی بدنی اور مالی عبادات اور حلال وحرام اور ترغیب وترھیب وغیرہ سے بھری ہوئی ہوتی ہیں''

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی مذکورہ تشریح سے معلوم ہوا کہ فقہاء، علماء اور واعظین کی وہ مجالس جن میں حلال وحرام اور ترغیب وترہیب کا عمل ہو، مجالسِ ذکر کے مفہوم میں داخل ہیں، اور اسی طرح صلحاء واولیاء کی صحبت میں بیٹھنا بھی مجالسِ ذکر میں داخل ہے۔

لہٰذا ''مجالسِ ذکر کی ترغیب وفضیلت کے متعلق احادیث وروایات سے خاص تسبیح وتہلیل پر مشتمل مجالس مراد لے کر ان کے لئے تداعی اور دوسرے منکرات کو ثابت کرنا درست نہیں۔

(۵)......اور امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(مجالس الذکر تنزل علیھم السکینۃ وتحف بھم الملائکۃ) من جمیع جھاتھا (وتغشاھم الرحمۃ ویذکرھم اللہ علی عرشہ) قال حجۃ الإسلام: المراد بمجالس الذکر تدبر القرآن والتفقہ فی الدین وتعداد نعم اللہ علینا (فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۸۱۲۹)

ترجمہ: ذکر کی مجالس والوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اور ان کو فرشتے ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں، اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور ان کا اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ذکر فرماتے

ہیں (حدیث)

حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے فرمایا کہ مجالسِ ذکر سے مراد قرآن میں غور وفکر کرنا اور دین میں تفقہ حاصل کرنا، اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا ہے (ترجمہ ختم)

(۶)......اور ابوطالب مکی رحمہ اللہ؛ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

فَسأَ لُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُوْنَ (سورة نحل آیت ۴۳)

یعنی اگر تمہیں علم نہیں تو اہلِ ذکر (یعنی اہلِ علم) سے سوال کرو۔

کے ذیل میں فرماتے ہیں:

فَدَلَّ أَنَّ مَجَالِسَ الذِّكْرِ هِيَ مَجَالِسُ الْعُلَمَاءِ الَّتِيْ وَرَدَتِ الْأَخْبَارُ بِفَضَائِلِهَا وَفِيْ تَدَبُّرِهِ أَنَّ أَهْلَ الذِّكْرِ هٰؤُلَاءِ الْمَسْؤُلُوْنَ (قوت القلوب لابی طالب المکی، کتاب العلم وتفضیله، باب ذکر الفرق بین علماء الدنيا وعلماء الآخرة الخ، ذكر وصف العلم وطريقة السلف الخ)

ترجمہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجالسِ ذکر درحقیقت علماء کی وہ مجالس ہیں، جن کے فضائل اور ان میں غور وفکر کرنے پر احادیث آئی ہیں، کہ اہلِ ذکر درحقیقت یہی علماء ہیں، جن سے دین کے احکام کا سوال کیا جائے (ترجمہ ختم)

علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ کے حوالہ سے بھی یہی تفصیل آتی ہے۔

(۷)......علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ المدخل میں ذکر ومجالسِ ذکر سے متعلق چند احادیث نقل کرکے فرماتے ہیں: [1]

قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ :اَلذِّكْرُ وَالْمَجَالِسُ الْمَذْكُوْرَاتُ فِيْ

---

[1] چنانچہ پہلے مندرجہ ذیل احادیث نقل کرتے ہیں:

فَمِنْهَا مَا رَوَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَا مِنْ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى إلَّا حَفَّتْ بِهِمْ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمْ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمْ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ .قَالَ التِّرْمِذِيُّ :حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

هٰـذِهِ الْأَحَادِيثِ مَجْلِسُ الْعِلْمِ وَهِيَ مَجَالِسُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ هَلْ يَجُوزُ أَوْ لَا يَـجُـوزُ ؟ كَيْفَ يَتَـوَضَّأُ ؟ وَمَا يَجِبُ فِيهِ وَمَا يُسَنُّ وَيُسْتَحَبُّ وَيُكْرَهُ وَيَمْتَنِعُ وَكَيْفَ يُصَلِّي ؟ وَمَا يَجِبُ فِيهَا وَيُسَنُّ وَيُسْتَحَبُّ وَيُكْرَهُ وَيَمْتَنِعُ وَكَيْفَ يَنْـكِـحُ ؟ وَمَا يَجِبُ فِي ذٰلِكَ وَيُسَنُّ وَيُسْتَحَبُّ وَيُكْرَهُ وَيَمْتَنِعُ وَكَيْفَ يَبِيعُ ؟ وَكَيْفَ يَشْتَـرِي ؟ وَمَا يَجِبُ فِي ذٰلِكَ وَيُسَنُّ وَيُسْتَحَبُّ وَيُكْـرَهُ وَيَـمْتَنِـعُ إِلٰـى غَيْـرِ ذٰلِكَ حَتّٰى الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ وَالنُّطْقِ وَالـصَّـمْـتِ فَيَجِبُ أَنْ تَعْرِفَ الْأَحْكَامَ عَلَيْكَ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ (المدخل لابن الحاج جلد ۱ صفحه۸۷، فصل في العالم وكيفية نيته وهديه وأدبه)

ترجمہ: ہمارے علمائے کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا کہ اس قسم کی احادیث میں مذکور ذکراور مجالس سے مراد علم کی مجالس ہیں، یعنی وہ مجالس کہ جن میں حلال وحرام اور جائز ناجائز ہونے وغیرہ کے احکام بیان ہوں، کہ کس طرح وضو کیا جائے، اور اس میں واجبات، سنتیں اور مستحبات کون کون سے ہیں، اور کون سی چیزیں مکروہ اور کون سی ممنوع ہیں، اور کس طرح نماز پڑھی جائے، اور اس میں واجبات، سنتیں اور مستحبات کون کون سے ہیں، اور کون سی چیزیں مکروہ اور کون سی ممنوع ہیں، اور کس طرح نکاح کیا جائے، اور نکاح میں کیا چیزیں مسنون اور مستحب اور مکروہ اور ممنوع ہیں، اور کس طرح خرید وفروخت کی جائے، اور کون سی چیزیں (خرید وفروخت میں) ضروری ہیں، اور کون سی سنت اور کون سی مستحب اور کون سی مکروہ، اور ممنوع ہیں، اسی طرح دوسرے احکامات،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بَيْـتٍ مِـنْ بُيُـوتِ الـلَّـهِ تَـعَـالَى يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّـكِيـنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ . أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُد .

(وَعَـنْ مُـعَـاوِيَةَ رَضِـيَ الـلَّـهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ :مَا مَجْلِسُكُمْ ؟ قَالُوا :جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى وَنَحْمَدُهُ لِمَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِهِ فَقَالَ :أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :حَسَنٌ صَحِيحٌ انْتَهَى(حواله ذيل)

یہاں تک کہ (معاشرت کے احکام مثلاً) حرکات وسکنات، بولنے اور خاموش رہنے کے طریقے، پس آپ پر یہ ضروری ہے کہ ان تمام چیزوں کے احکام کا علم حاصل کریں (ترجمہ ختم)

(۸)...... نیز فرماتے ہیں:

فَعَلٰی هٰذَا يَتَحَقَّقُ أَنَّ حِلَقَ الْعِلْمِ وَمَا يَتَحَاوَرُوْنَ فِيهِ فِي الْعِلْمِ وَيَتَرَاجَعُوْنَ مِنْ سُؤَالٍ وَجَوَابٍ أَنَّهَا حِلَقُ الذِّكْرِ ، وَهٰذَا قَوْلُهُ سُبْحَانَهُ فَاسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ يَعْنِيْ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ (المدخل جلد ۱ ،فصل فی العالم و کیفیة نیته)

ترجمہ: پس اس بناء پر یہ بات محقق ہوتی ہے کہ علم کے حلقے اور جس مجلس میں علمی مشغولی اختیار کی جائے اور جس میں دین کے متعلق سوال اور جواب کا عمل اختیار کیا جائے، وہ ذکر کے حلقے ہیں اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''فاسئلوا اھل الذکر''، یعنی تم اہلِ علم اور اہلِ فقہ سے سوال کرو (اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم واہلِ فقہ کو، اہلِ ذکر سے تعبیر فرمایا ہے) (ترجمہ ختم)

علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں مجالسِ ذکر کے بارے میں بہت مفصل ومدلل کلام فرمایا ہے، جو اہلِ علم حضرات کے لئے قابلِ مطالعہ ہے۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ولهٰذا قال اللّٰه تعالىٰ فاسألوا أهل الذكر ان كنتم لا تعلمون قال علماؤنا رحمة اللّٰه عليهم أهل الذكر في الآية هم العلماء فهم يسألون عن النوازل وبفتواهم يعبد اللّٰه ويطاع ويمتثل أمره ويجتنب نهيه فعلى هذا أهل الذكر هم العلماء لنص اللّٰه تعالىٰ على ذالك في كتابه ولهذا الخير المتعدى المذكور قد ورد عنه عليه الصلاة والسلام أنه قال لمجلس عالم عند اللّٰه أفضل من عبادة ألف سنة لا يعص اللّٰه فيها طرفة عين وقال تعالىٰ انما يخشى اللّٰه من عباده العلماء ولا خلاف بين الأئمة في أن الخشية لِلّٰه تعالىٰ أفضل من الذكر باللسان لأن الخشية لِلّٰه تعالىٰ هى المقصود والمطلوب ولا يراد الذكر الا لأجلها وهى لا تحصل الا للعلماء لأنه عز وجل قال ''انما يخشى اللّٰه'' وانما للحصر على ما قاله النحويون وقال تعالىٰ ''وما يعقلها الا العالمون'' وأين هذا الخير كله وهذا الفضل كله من الذكر باللسان ولا خلاف بين الأئمة في أن الخير المتعدى أفضل من الخير القاصر على المرء نفسه فبان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۹)......اور علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

علامہ ابنِ بطال رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں اہلِ علم حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ سے منقول احادیث کے بارے میں یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے اس کا کیا مطلب سمجھا اور مراد لیا ہے کیونکہ صحابۂ کرام حضور ﷺ کے قول کو سب سے زیادہ پہچاننے والے اور حضور ﷺ کی حالت کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے (ابنِ بطال رحمہ اللہ کا قول ختم ہوا)

اور ''ذکر کے متعلق'' جو احادیث ذکر کی گئی ہیں ان میں کہیں بھی یہ بات موجود نہیں کہ صحابۂ کرام زبانی ذکر کرنے کی غرض سے جمع ہوئے ہوں، رہا نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ ''مَـا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللهِ'' کہ کوئی قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع نہیں ہوتی الخ۔ تو اس حدیث میں یہ بات مذکور نہیں کہ لوگ اس غرض کے لئے جمع ہوں اور بیک زبان ہو کر ذکر کریں، بلکہ یہ حدیث عام ہے اور اس پر مستقل دلیل موجود ہے کہ صحابۂ کرام اس طرح کا ذکر نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ وہ تو اس طرح کے ذکر سے منع فرمایا کرتے تھے (انتہیٰ) [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أن هذا أفضل الذكر والقاعدة في ألفاظ صاحب الشريعة صلوات الله عليه وسلامه أن تحمل على ماهو أعم وأولى وأفضل بل الاقتصار على الذكر باللسان دون علم مكروه (المدخل لابن الحاج جلد ا صفحه ۸۹، فصل في العالم وكيفية نيته ملخصا)

[1] وقد ذكر ابن بطال رحمه الله في شرح البخاري عن العلماء انهم قالوا، الاحاديث الواردة عن النبي ﷺ يحتاج فيها الىٰ معرفة تلقى الصحابة لها كيف تلقوها من صاحب الشريعة صلوات الله عليه وسلامهٗ، فانهم اعرف بالمقال وافقه بالحال انتهىٰ. وماذكره من الاحاديث ليس في شئ منها ماينص علىٰ انهم اجتمعوا علىٰ ماترجم عليه اماقوله عليه الصلاة والسلام ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله فلم يذكر فيه، انهم اجتمعوا علىٰ ذالك يتراسلون بينهم صوتاً واحداً بل ذالك عام هل كان علىٰ صوت واحدام لا؟ وقد دل الدليل علىٰ انهم لم يكونوا يفعلون ذالك، بل دل الدليل علىٰ عدم ارتكابهم ذالك ونهيهم عنه (المدخل لابن الحاج جلد ا صفحه ۹۰ و ۹۱، فصل في العالم وكيفية نيته)

مطلب یہ ہے کہ اگر ''مجالسِ ذکر'' سے خاص معہود ذکر کے لئے جمع ہونا اور مل کر ذکر کرنا مراد ہوتا، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ عمل ضرور ثابت ہوتا، کیونکہ وہ احادیث کی مراد ومطلب کو زیادہ سمجھنے والے تھے، مگر جب ان سے ایسا ثابت نہیں، بلکہ اس پر نکیر ثابت ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ احادیث سے خاص معہود ذکر اور اس کے لئے جمع ہونا مراد نہیں۔ [۱]

(۱۰)......اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالُوْا، اِنَّ مَجَالِسَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَنَحْوِ ذَالِکَ مِمَّافِیْهِ ذِکْرُاَمْرِ اللهِ وَنَهْیِهٖ وَوَعْدِهٖ وَوَعِیْدِهٖ وَنَحْوِ ذَالِکَ هِیَ مَجَالِسُ الذِّکْر (الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیه جلد ۴، مسألة اللعب بالشطرنج، کتاب الملاهی)

ترجمہ: اہلِ علم نے فرمایا کہ حلال اور حرام اور ان کے مثل دوسرے احکام کی مجالس جن میں اللہ تعالیٰ کا حکم اور اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں وغیرہ کا ذکر ہو وہی مجالسِ ذکر ہیں (ترجمہ ختم)

(۱۱)......اور علامہ ابو اسحاق شاطبی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں:

''مجالسِ ذکر کے بارے میں جو مذکور ہے وہ صحیح ہے، جبکہ وہ مجالسِ ذکر اس طریقے اور طرز کے مطابق ہوں جو سلفِ صالحین سے ثابت ہے، کیونکہ سلفِ صالحین قرآن مجید کے درس وتدریس کے لئے جمع ہوتے تھے، اور ایک دوسرے سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے، تو یہ بھی مجالسِ ذکر کی ایک قسم ہے، جس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ:

---

[۱] اور مفصل بحث کے بعد علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فالحاصل من هٰذاالبحث کله وزبدته وفائدته هوان ماوردمن الاحادیث من ذکر الفضائل والخیرات فی مجالس الذکر فالمراد بهاهٰذاالمجلس الذی جلسه هٰذاالعالم لتعلیم الاحکام وغیره من الاذکارداخل مُنْطَوٍتحت فضیلة هٰذاالمجلس واذکان ذالک کذالک فینبغی لهٗ ان یحترمه ویعظمه اذانه اعظم شعائر الدین وازکاهاوارجحها(المدخل لابن الحاج جلد ۱، صفحه ۱۱۰، فصل فی العالم وکیفیة نیته)

”مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَیَتَدَارَسُوْنَہٗ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَحَفَّتْ بِھِمُ الْمَلَائِکَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنْ عِنْدَہٗ“

یعنی جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت اور اس کی آپس میں درس وتدریس کرتی ہے تو اس پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور رحمت کے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں کی مجلس میں کرتے ہیں (رواہ مسلم وابوداؤد، فضائل قرآن، حدیث نمبر ۲۲)

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث سے کلام اللہ کی تلاوت پر جمع ہونے کا یہی مطلب سمجھا ہے۔

اور اسی طرح ذکر کے لئے جمع ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لئے جمع ہونا ہے، کیونکہ دوسری روایت میں ہے:

لَایَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلَائِکَۃُ.

”یعنی جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے جمع ہوتی ہے اس کو رحمت کے فرشتے گھیر لیتے ہیں“

اس حدیث میں ذکر کے لئے جمع ہونے کا مطلب ذکر کے لئے اس طرح کا جمع ہونا نہیں ہے کہ سب مل کر ایک آواز میں ذکر کریں، اور جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے لئے جمع ہوتی ہے، یا علم کے مذاکرہ کے لئے جمع ہوتی ہے، اگر وہ علماء ہوں، یا ان میں کوئی عالم ہو اور اس عالم کے پاس لوگ علم حاصل کرنے کے لئے بیٹھیں یا کچھ لوگ اس طرح جمع ہوں کہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور گناہوں سے بچنے کی یا اسی طرح کی اور کوئی نصیحت کریں جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو کی ہے، یا صحابہ اور تابعین نے کی ہے۔ پس یہ تمام کی تمام مجالس ذکر ہیں اور یہی وہ مجالسِ ذکر ہیں جن کے بارے میں مختلف قسم کے فضائل

آئے ہیں .... (آگے چل کر فرماتے ہیں) اور جس طرح کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مساجد میں طلبہ استاذ سے قرآن پڑھنے کے لئے یا شرعی علوم سیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں، یا کسی عالمِ دین کے پاس عوام جمع ہوتے ہیں اور عالمِ دین ان کو دین کی باتیں سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہے اور نبی ﷺ کی سنت کی تعلیم دیتا ہے، تاکہ انہیں سنتوں کا علم حاصل ہو اور بدعات جو کہ گمراہی ہیں ان سے بچیں وغیرہ وغیرہ۔

پس یہ سب حقیقی مجالسِ ذکر ہیں اور ان حقیقی مجالسِ ذکر سے اللہ تعالیٰ نے ان اہلِ بدعت کو محروم فرما دیا ہے جو گمان کرتے ہیں کہ وہ تصوف کے طریقہ پر چل رہے ہیں اور ان محروم شدہ لوگوں میں بہت کم ایسے لوگ آپ کو ملیں گے جو سورۃ فاتحہ کی قرائت بھی غلطیوں سے بچتے ہوئے صحیح طرح کر پائیں چہ جائیکہ دوسری سورتوں کی، اور ان کو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے؟ اور کس طرح استنجاء کیا جاتا ہے یا وضو کیا جاتا ہے یا جنابت کا غسل کس طرح کیا جاتا ہے؟ اور ان لوگوں کو یہ چیزیں کیونکر معلوم ہوں گی جبکہ یہ اُن مجالسِ ذکر سے محروم ہیں جن کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، پس ان لوگوں سے حقیقی مجالسِ ذکر کا نور ختم ہو جانے کی وجہ سے یہ لوگ گمراہ ہو گئے اور ان کی طرح کے ان کی اقتداء کرنے والے جہلاء بھی .... (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) کتاب اللہ اور سنتِ رسول میں اجتماعی انداز میں آواز ملا کر ذکرِ جہری کرنے کا کہاں ثبوت موجود ہے؟ .... (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) سلف سے ذکر کے لئے جمع ہونے پر ممانعت وارد ہوئی ہے .... (پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) رہا زبانی مجالسِ ذکر کا معاملہ تو حدیث میں اس کی تصریح آئی ہے کہ فرشتے زمین میں ان مجالس کو تلاش کرنے کے لئے گھومتے رہتے ہیں۔ الخ لیکن اس حدیث میں کلماتِ ذکر کو جہر سے پڑھنے کا ذکر نہیں اور نہ ہی رفعِ صوت (آواز اونچی کرنے) کا ذکر ہے، اس سلسلہ میں شریعت کا اصول یہ ہے کہ فرائض میں اعلان وتشہیر ہو اور نوافل میں

اخفاء اور پوشیدگی ہو (ذکر کیونکہ نفلی عبادت ہے، اس لیے اس میں سِرّ اور خلوت دونوں اعتبار سے اخفاء کی ضرورت ہے، ناقل) ....(پھر آگے چل کر فرماتے ہیں) جو قوم قرآن کی قرائت اور اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہوتی ہے، یہ مضمون تو اس قوم پر صادق آتا ہے جو مثلاً مسجد میں جمع ہوں اور اللہ کا ذکر کر رہے ہوں، اس طرح سے کہ ہر ایک اپنا الگ ذکر کر رہا ہو اور اپنی الگ تلاوت کر رہا ہو (یعنی بظاہر تو ایک مقام پر جمع ہوں اور سب ذکر میں بھی مشغول ہوں لیکن درحقیقت سب اپنا اپنا ذکر کر رہے ہوں تو یہ لوگ بظاہر تو اجتماعی ذکر کر رہے ہیں لیکن درحقیقت ہر ایک کا اپنا انفرادی ذکر ہے) (الاعتصام للشاطبی، الجزء الاول صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۳، الباب الرابع فی ماٴ خذ اہل البدع بالاستدلال)

(عربی عبارت مکمل آخر میں عبارات نمبر۲ میں ملاحظہ فرمائیں)

(۱۲)......حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ مجالسِ صوفیاء کی فضیلت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

”الحدیث: ”اِذَامَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا“ الحدیثُ التّرمِذی مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ وَحَسَّنَهٗ وَتَمَامُهٗ فِی الْاِحْیَاءِ“ قِیْلَ؟ وَمَارِیَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ مَجَالِسُ الذِّکْرِ“اہ

ف: فِیْهِ فَضْلٌ ظَاهِرٌ لِمَجَالِسِ الصُّوْفِیَةِ الصَّافِیَةِ فَاِنَّهَا مَحْضُ ذِکْرٍ عِلْمًا اَوْ عَمَلاً.

حدیث: جب تم جنت کے باغوں پر گزرا کرو تو (ان میں) چرا کرو (یعنی ان سے غذائے روحانی حاصل کیا کرو) روایت کیا اس کو ترمذی نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے۔”عرض کیا گیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ ارشاد ہوا ذکر کی مجلسیں“

ف: اس میں کھلی فضیلت صوفیہ صافیہ کی مجالس کی ہے، کیونکہ وہ مجالس خالص ذکر ہی ہیں، خواہ علماً خواہ عملاً (یعنی وہاں افادہ علوم کا ہوتا ہے یا تسبیح و تہلیل کا شغل ہوتا ہے)

(التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف مع ترجمۂ اُردو موسومہ: تکمیل التصرف فی تسہیل التشرف صفحہ ۳۸۔ مطبوعہ: کتب

خانہ مظہری، کراچی۔۱۴۰۶ھ،۱۹۸۶ء)

اور عبارات میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ذکر کی مجالس کے عام مفہوم کو واضح فرمادیا ہے کہ صوفیائے کرام کی مصاحبت ومجالست بھی اس میں داخل ہے کہ ان کی مصاحبت ومجالست میں علمی وعملی ذکر ہوتا ہے، یعنی ان کی صحبت اور وعظ ونصیحت سے اصلاح اور علم وعمل کا سامان ہوتا ہے اور تسبیح وتہلیل وغیرہ کی شکل میں بھی ان کی صحبت سے ذکر کی توفیق ہوتی ہے۔ [۱]

(۱۳)......حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

(یہ جواب مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے)

''لیکن نصوص پر نظر کرنے نیز بعض علماء کے اقوال میں غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ شارع کے نزدیک ان اذکار وادعیہ میں اصل اخفاء ہے، خواہ وہ خفضِ صوت سے حاصل ہو یا تخلیہ اختیار کرنے سے، جیسا نصوصِ مذکورہ فی السوال۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اور خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ سے واضح ہے اور وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ کے بھی ایک معنیٰ یہ ہوسکتے ہیں یعنی مجمع سے علیٰحدہ ہو کر تنہائی

---

[۱] حضرت تھانوی رحمہ اللہ التکشف میں تحریر فرماتے ہیں:

''ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہو کر ذکر کرنے سے دلچسپی ذکر میں اور تعاکسِ انوار قلوب میں اور نشاط اور ہمت کا بڑھنا اور سستی کا دفعہ ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے ہیں، اس کو ''ذکر حلقہ'' کہتے ہیں'' (التکشف عن مہمات التصوف صفحہ ۲۷۳۔ مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

اس ذکر حلقہ سے حضرت کی مراد اسی عموم کے ساتھ ہے، جو اوپر التشرف کے حوالہ سے بیان ہوئی، یعنی خانقاہ وغیرہ میں طالبین کا جمع ہو کر اپنے اپنے طور پر ذکر وشغل اور اصلاحِ نفس میں مشغول ہونا، اور ظاہر ہے کہ اصلاحِ نفس کے لئے موضوع خانقاہوں میں ایک خاص ماحول ہونے کی وجہ سے مذکورہ منافع حاصل ہوتے ہیں، خود اس قسم کی خانقاہیں بھی ایک طرح سے ذکرِ حلقہ کہلائے جانے کی مستحق ہیں۔

اسی طرح حضرت رحمہ اللہ التکشف ہی میں تحریر فرماتے ہیں:

''مشائخ نے فرمایا کہ اگر ذکر حلقہ کے ساتھ کیا جاوے تو خوب مل کر بیٹھیں'' (ایضاً صفحہ ۳۲۴)

اس عبارت میں بھی ذکر بالجہر یا کسی بدعت مثلاً تداعی اور ایک ہی ذکر کے التزام کی کوئی تصریح نہیں، اور ہماری زیرِ بحث وہی مجالسِ ذکر یا حلقۂ ذکر ہیں جن میں مذکورہ یا اس جیسی خرابیاں موجود ہوں۔

علاوہ ازیں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے اس قسم کے بعض مسائل کے بارے میں پہلے عرض کیا جاچکا کہ ان میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے مراسلت کے بعد کی رائے راجح ہے۔ محمد رضوان۔

میں ذکر کرنا، جیسا کہ حدیثِ صحیح وان ذکرنی فی ملاء کے مقابلہ میں رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے، بلکہ بعض احادیث میں وان ذکرنی فی نفسی کے بجائے ان ذکرنی خالیاً کے ہی الفاظ آتے ہیں، رہا آیت دون الجھر من القول سے مقصود بظاہر جہرِ مفرط کی نفی کرنا ہے'' ......''بندہ جب میرا ذکر اپنے نفس میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر ملائکہ کی ایک جماعت میں کرتا ہوں'' اس سے بلاشبہ فضیلت ذکر فی الملاء کی نکلتی ہے، لیکن اس قسم کی سب احادیث کے متعلق مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ ان میں ذکر سے مراد اعم ہے، خاص دعا والا ذکر مراد نہیں ہے، جس میں ہماری یہ سب بحث تھی، مثلاً دعاء الناس الی اللہ، جس کے معنٰی دعوت وارشاد کے ہیں اور جو ذکر متعدی ہے (یعنی دعوت وارشاد) وہ یہاں ذکر فی الملاء سے مراد ہوسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں جہر نا گزیر ہے، لیکن وہ ہماری بحث سے اس وقت خارج ہے، اسی طرح قرائتِ قرآن کا بھی ارادہ کر سکتے ہیں اس کے جہر فی الملاء میں کوئی کلام نہیں بلکہ بہت سے فوائد ہیں (امداد المفتیین صفحہ ۲۵۱ و ۲۵۲ محررہ ۵ رشعبان ۱۳۶۴ھ بمقام دیوبند)

فائدہ: ......علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ شارع علیہ السلام کے نزدیک عام حالات میں یعنی جبکہ کوئی ضرورت داعی نہ ہو، اذکار میں اصل اخفاء ہے، اور اخفاء کی ایک صورت سرّی آواز میں ذکر کرنا ہے اور دوسری صورت خلوت میں ذکر کرنا ہے، اور اس کی بعض احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے، نیز مجمع میں ذکر اور مجالسِ ذکر کی سب احادیث وعظ وتقریر اور قراءتِ قرآن کے عام مفہوم کو شامل ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس میں جہر ضروری ہے اور یہ وعظ وتقریر والا ذکر ہماری بحث سے خارج ہے۔

لہٰذا مجالسِ ذکر اور مجمع میں ذکر کی احادیث سے خاص مجوث ومعہود جہری اور اجتماعی ذکر پر استدلال درست نہیں۔

(۱۴)...... مروجہ مجالسِ ذکر کی طرح مجالسِ میلاد کے مجوزین نے جو بعض واقعات سے استدلال کیا تھا، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ اس کے جواب میں تداعی نہ ہونے

کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہاں جو لوگ جو جمع ہوئے یومِ ولادت میں؛ تو زیارتِ مکان کے واسطے جمع ہوئے؛ اور وہاں جو صلاۃ وسلام اور ذکر آپ ﷺ کے حالات کا تھا، وہ نفسِ ذکر آپ ﷺ کا تھا، چنانچہ بالکل ظاہر و بدیہی ہے، پس اس میں نہ اجتماع بتداعی ہوا تھا (براہینِ قاطعہ صفحہ ۲۶۵، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

(۱۵)......اور مسلم شریف کی ایک حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

لاریب جمع ہوکر قرآن آہستہ پڑھنا درست، مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہئے، سو حدیثِ مسلم میں مذاکرۂ قرآن کے واسطے اجتماع تھا، جو کہ مستحب ہے، بلکہ بعض واجب؛ کہ تذکیر و تذکر و وعظ ہی ذکر ہوا ہے، اس پر اجتماعِ مکروہ کو قیاس نہیں کر سکتے، یہ کوتاہی فہم کی ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث و روایت میں اجتماعی ذکر کے تذکرہ یا ثبوت سے اس کے لئے جمع ہونے کا اہتمام یعنی تداعی کا ثبوت لازم نہیں آتا، اور ایسا سمجھنا فہم کی کوتاہی کی دلیل ہے۔ [۱]

(۱۶)......حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لُدھیانوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ مجالسِ ذکر میں "حلقِ ذکر" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ سے "ریاض الجنۃ" کی چار تفاسیر منقول ہیں: (۱) مساجد (۲) حلقِ ذکر (۳) مجالسِ ذکر (۴) مجالسِ علم (عبارت نمبر ۲۷، ۴۸، ۵۲، ۷۱، ۷۶) [۲]

رئیس المحدثین والفقہاء حضرت عطاء وبعض دیگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے حلقِ ذکر و مجالسِ ذکر کو بھی "مجالسِ علم" پر محمول فرمایا ہے (عبارت نمبر ۲۷، ۲۷)

---

[۱] مگر اس کے برعکس اس قسم کی احادیث سے تداعی کے ساتھ اجتماع ثابت ہونے پر بعض لوگ بہت زور دے رہے ہیں اور دوسروں پر کوتاہئ فہم کا الزام عائد کر رہے ہیں۔
انہیں اپنی اکابر کی تشریحات کو ملاحظہ کرنے اور اپنی اکابر سے نسبت کا احساس کرنے کی ضرورت ہے۔

[۲] ان عبارات سے مراد حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ کے اپنے مندرجہ بالا رسالہ میں درج عبارات ہیں، نہ کہ ہمارے مضمون کی عبارات۔ محمد رضوان۔

لفظِ ''حلق'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، بصورتِ حلقہ بیٹھنے کی ضرورت مجالسِ علم ہی میں ہوتی ہے، تسبیح وتہلیل جیسے اذکار میں اوّلاً تو اجتماع ہی کی ضرورت نہیں، ثانیاً اتفاقاً اجتماع ہو بھی گیا تو حلقہ بنانے کی کیا ضرورت؟ اور نفسِ اجتماع کی ''حلقہ'' سے تعبیر نہ معقول، نہ کتبِ لغت میں منقول۔

اکثر شراحِ حدیث فرماتے ہیں کہ ''حلقِ ذکر'' عام ہے، مجالسِ علم ومجالسِ تسبیح وغیرہ سب کو شامل ہے۔

مگر بدون مجلسِ علم، ذکر بصورتِ حلقہ کا نہ کوئی قول نظر سے گزرا اور نہ ہی نفسِ اجتماع بدون صورتِ حلقہ کو ''حلقہ'' کہنے کی کوئی وجہ۔

بدون تداعی اجتماعی ذکر (جس میں کوئی بھی منکر شامل نہ ہو، نافل) جائز لغیرہٖ ہے۔

عوارضِ مبیحہ وہی ہیں جو ''عوارضِ استحبابِ جہر'' کے تحت لکھے گئے ہیں۔

حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام عموماً مجالسِ ذکر میں شرکت نہ فرماتے تھے (عبارت نمبر۹)

حضراتِ محدثین وفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے جن حضرات نے مجالسِ ذکر کی روایات نقل فرمائی ہیں انہوں نے اپنے ہاں مجالسِ ذکر قائم نہیں فرمائیں بلکہ صوفیہ کی مجالسِ ذکر میں بھی شریک نہیں ہوئے، اس معمول کو صرف صوفیہ کی طرف منسوب فرمایا ہے (عبارت نمبر۲۳، ۲۵، ۳۲)

بقول بعض محدثین مجالسِ ذکر کی روایات صدرِ اوّل کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کے بارے میں ہیں (عبارت نمبر۳۲)

اجتماعی ذکر کے جواز کے لئے بدعات سے اجتناب شرط ہے، کوئی بدعت شامل ہو جائے تو حرام ہے (عبارت نمبر۲۶، ۲۸، ۶۸، ۸۰تا۸۵)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں مجالسِ ذکر میں بدعات شامل ہو گئی تھیں (عبارت نمبر۲۶)

اس سے دورِ حاضر کی مجالسِ ذکر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(رسائل الرشید ص ۲۵۴و۲۵۵ رسالہ مجالسِ ذکر)

فائدہ: دورِ حاضر کی مجالسِ ذکر کی بدعات کا تفصیلی جائزہ حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے۔

(۱۷)...... نیز حضرت مفتی رشید احمد صاحب موصوف رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

قولِ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''اِجلِسْ بِنَانُؤْمِنُ سَاعَةً'' (صحیح بخاری صفحہ ۶)

اس قسم کے الفاظ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہیں (عبارت نمبر ۴۱)

اس سے ذکر کے لئے تداعی پر استدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ اس سے مجلسِ علم مراد ہے

(عبارت نمبر ۷۳ تا ۷۵)

اگر مجلسِ ذکر تسلیم کرلی جائے تو دعوۃُ الواحد ہے تداعی نہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(رسائل الرشید ص ۲۵۶ رسالہ مجالسِ ذکر)

(۱۸)...... حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

''وَدَلَّ الْحَدِيْثُ عَلٰى جَوَازِ الذِّكْرِ الْجِمَاعِيْ بِشَرْطِ اَنْ لَاتَدْخُلَهُ الْقُيُوْدُ الْمُبْتَدِعَةُ ،وَبِشَرْطِ اَنْ يَّكُوْنَ خَالِياً مِّنَ الرِّيَآءِ وَالسُّمْعَةِ وَالْمُنْكَرَاتِ الْاُخْرٰى'' (تكملة فتح الملهم جلد۵ صفحه ۵۵۰،باب فضل مجالس الذكر، كتاب الذكر والدعاء)

''ترجمہ: یہ حدیث اجتماعی ذکر کے جواز پر دلالت کرتی ہے، لیکن اجتماعی ذکر کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس میں ایسی قیود داخل نہ ہوں جو بدعت ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ دکھلاوے اور نام ونمود اور دوسرے منکرات سے خالی ہو''

فائدہ: اور ہماری زیرِ بحث وہ اجتماعی مجالسِ ذکر ہیں جن میں بدعت والی قیود مثلاً تداعی اور ایک ذکر کا التزام وغیرہ شامل ہیں۔

(۱۹)...... حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۳۵۲، مشکوٰۃ

جلد ا، صفحہ ۳۹۷ کی اس حدیث کے بارے میں ''جس میں فرشتوں کی ایک جماعت کے ذکر کی مجلسوں کو ڈھونڈنے اور اس مجلس کو گھیر کر بیٹھ جانے کا ذکر ہے'' تحریر فرماتے ہیں:

''اس ساری روایت میں کہیں بھی جہر کا ذکر نہیں ہے، مؤلف مذکور نے متعدد حوالے دے کر جہر کے اثبات کے لئے جو سیڑھیاں تیار کی ہیں وہ ان کو سودمند نہیں ہیں، اوّلاً تو اس لئے کہ اس حدیث میں ذکر سے علیٰ التعیین معہود ذکر مراد لینا ہی قطعی نہیں ہے، اس میں وعظ و نصیحت اور قرآن وحدیث کے درس کا ذکر بھی مراد ہوسکتا ہے اور وعظ ومقرر سے کوئی اچھا جملہ سُن کر بعض اوقات پورا مجمع سبحان اللہ یا اللہ اکبر وغیرہ کے الفاظ کہہ کر داد تحسین بھی دے سکتا ہے اور دیا کرتا ہے۔ وثانیًا کیا ضروری ہے کہ ذکر بالجہر ہو تب ہی فرشتے سنیں یا ایک دوسرے کے سننے پر آمادہ اور برانگیختہ کریں، کیا آہستہ ذکر فرشتے نہیں سنتے؟ اور کیا آہستہ ذکر کو کراماً کاتبین نہیں لکھتے؟ مؤلفِ مذکور نے یہ کیسے اور کیونکر سمجھ لیا کہ جہر ہو تب ہی فرشتے سنتے ہیں؟............ وثالثاً یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ مجلسِ ذکر وہ ہو جس میں تعلیم ذکر مقصود ہو (جبکہ جہرِ مفرِط نہ ہو اور نمازیوں کو، سونے والوں اور عام لوگوں کو تشویش اور تفتیش نہ ہوتی ہو جیسا کہ پہلے باحوالہ یہ بحث گزر چکی ہے) اور ایسی مجلس محلِ نزاع سے خارج ہے اور آج بھی بعض بزرگانِ دین کا اس پر عمل ہے............ ورابعاً جو شخص قصداً اور ارادہ کے ساتھ مجلسِ ذکر میں بیٹھ کر ذکر سنتا ہو وہ ایک شخص ہو یا کئی اشخاص ہوں، شرعاً سب ذاکر متصوَّر ہوتے اور سب ثواب کے مستحق ہیں، حالانکہ ایک جملہ بھی وہ زبان سے نہیں بولتے، کیا ضروری ہے کہ سب بولیں تب ہی وہ ذاکر ہوں؟............ ذکر کا سننا بھی ذکر کے حکم میں ہے، ایسے صاف اور صریح قرینے کے ہوتے ہوئے کیا ضروری ہے کہ اس مجلس کا ہر آدمی ہی ذکر کرے تاکہ اس میں جماعتی رنگ اور جماعتی انداز پیدا ہو، جو مؤلفِ مذکور کا مدعا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ایک ذکر کرے یعنی وعظ و نصیحت کرے اور باقی مجلس دلجمعی اور خاموشی کے ساتھ اس کا ذکر سنے، ثواب میں سب شریک ہیں'' (حکم الذکر بالجہر

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

صفحہ ۱۸۴، ۱۸۵ ملخصاً)

(۲۰)......اسی طرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۵ و مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۹۸ کی اس روایت کے بارے میں:

جس میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت پر تشریف لائے اور فرمایا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ عرض کیا، ہم اللہ کا ذکر کررہے ہیں اور اس کا شکر ادا کررہے ہیں، کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت دی۔ الخ

تحریر فرماتے ہیں:

''یہ حدیث بھی ذکر بالجہر کے مسئلہ سے غیر متعلق ہے، اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں بیٹھ کر اس بات کا تذکرہ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ان کو اسلام جیسی نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ بے پایاں نصیب فرمائی، اس میں اس ذکر کا کس طرح اور کس جملے سے ثبوت ملتا ہے جس کے اثبات پر مؤلفِ مذکور خوامخواہ ایڑی چوٹی کا زور صرف کررہا ہے، پہلے باحوالہ یہ بات گزر چکی ہے کہ تعلیم کے علاوہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو دعا بلند آواز سے کرتے تھے اور نہ ذکر اور اس پر حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے'' (حکم الذکر بالجہر صفحہ ۱۸۵، ۱۸۶)

(۲۱)...... اور مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۳، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ کی اس حدیثِ قدسی کے بارے میں، ''جس میں آتا ہے کہ اگر لوگ میرا ذکر جماعت میں کرتے ہیں تو میں بھی اُن کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں'' تحریر فرماتے ہیں:

''اس میں صراحتاً جہر کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے، اور اصل جھگڑا ہی اسی میں ہے، اور اس کے مفہوم اور اقتضاء سے جو جہر ثابت ہورہا ہے وہ مضر نہیں کیونکہ اس سے ایسے مقامات میں جہر مراد ہے جہاں شرعاً جہر ثابت ہے............علاوہ ازیں مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ کی ایک روایت میں ہے، ''**وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسون بینھم .الحدیث** ''جس سے پڑھنے پڑھانے اور تعلیم کا ثبوت ملتا ہے نہ کہ صرف اجتماعی ذکر کا لہٰذا یہ حدیث اس کی تفسیر ہے'' (حکم الذکر بالجہر صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱)

(۲۲)......مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ذکر کی مجالس سے متعلق چند احادیث و روایات نقل کر کے ان کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی جگہ کچھ لوگ بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں، خواہ مسجد میں یا خانقاہ میں یا کسی بھی جگہ اور خواہ وہ تلاوت کر رہے ہوں یا تسبیح و تہلیل کر رہے ہوں یا درود شریف پڑھ رہے ہوں یہ مجلسِ ذکر ہے جو فضیلت کی چیز ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد مسجد ہی میں بیٹھے اپنے اپنے ذکر و تلاوت میں مصروف رہتے اور دیگر اوقات میں بھی جب جس کو موقع ملتا وہ مسجد میں آ کر تعلیم و تعلُّم یا ذکر میں مشغول ہو جاتا'' (فقہی مضامین باب نمبر ۱۰ صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی اشاعت ۲۰۰۶، و مروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت صفحہ ۶۔ مطبوعہ: ادارہ تعلیماتِ دینیہ، لاہور)

(۲۳)......ایک اور روایت کے ضمن میں ''جس میں حضور ﷺ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ شریک ہونے کا ذکر ہے'' تحریر فرماتے ہیں:

''اس روایت میں نہ تو اس بات پر کوئی دلالت موجود ہے کہ وہ اجتماع تداعی کے ساتھ ہوا تھا، اور نہ ہی اس بات پر کوئی دلالت موجود ہے کہ شرکائے مجلس نے ایک ہی کلمہ کے ذکر کرنے کا التزام کیا تھا اور جس مجلسِ ذکر میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوں اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے، لہٰذا یہ حدیث بھی مُدَّعا پر دلیل نہیں بن سکتی'' (فقہی مضامین باب نمبر ۱۰ صفحہ ۱۴۴، و مروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت صفحہ ۲۵ و ۲۶)

(۲۴)......بعض حضرات نے درجِ ذیل حدیث سے اجتماعی ذکر کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے:

''شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور لاالٰــہ الا اللہ کہو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ آپ نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور مجھے اس کا حکم فرمایا اور اس پر مجھ سے جنت کا وعدہ فرمایا بلاشبہ آپ وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا خوشخبری حاصل کرو کیونکہ اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے'' (الحاوی

للفتاویٰ جلد۱ بحوالہ حاکم)

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے اجتماعی ذکر پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس واقعہ میں محض ذکر کرانا مقصود نہیں بلکہ ہاتھ اٹھوانا اس پر دلیل ہے کہ شہادت و گواہی کے طور پر کلمہ کہلوایا گیا گویا تجدیدِ ایمان کرائی گئی اور اس گواہی پر آپ نے ان کو بشارت سنائی''

(فقہی مضامین باب نمبر۱۰ صفحہ۱۴۴ و مروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت صفحہ۲۵)

مندرجہ بالا تفصیل سے احادیث میں وارد شدہ مجالسِ ذکر کی حقیقت واضح ہوگئی جس کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اور اکابرِ امت کے فیصلوں اور احادیث میں مجالسِ ذکر کے متعلق مذکور فضائل کے درمیان کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں۔

اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ احادیث میں مذکورہ مجالسِ ذکر سے خاص مروجہ مجالسِ ذکر مراد نہیں ہیں، بلکہ شریعت کی نظر و زبان میں مجالسِ ذکر کا مفہوم بہت وسعت رکھتا ہے، جس میں کسی بھی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں مشغولی اختیار کرنے والی جماعت بھی داخل ہے، اور تذکیر و تذکر یعنی وعظ و نصیحت اور درس و تدریس، تعلیم و تعلّم میں مشغول حضرات اور طلبہ بھی داخل ہیں، اور نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے والے بھی داخل ہیں، اور دینی مدارس، مراکز، اور خانقاہوں میں ہدایت و اصلاح کے لئے موجود حضرات بھی داخل ہیں، اور تہلیل و تکبیر وغیرہ کرنے والے حضرات بھی داخل ہیں، اور مختلف فضائل و محامد کا مصداق ہیں، بشرطیکہ منکرات و بدعات سے پاک ہوں۔

جبکہ ہماری زیرِ بحث مروجہ مجالسِ ذکر میں منکرات و بدعات شامل ہیں، اس لئے یہ مجالس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیشِ نظر محدث و بدعت ہیں، نہ کہ احادیث میں وارد شدہ مجالسِ ذکر کی فضیلت کا مصداق ہیں۔

ذکر بالجہر اور ذکر میں ضرب و وجد کی شرعی حیثیت

گذشتہ تفصیل سے مروَّجہ اجتماعی ذکر کی مجالس کا قرآن وسنت اوراہلُ السنۃ والجماعۃ علماء وفقہاء کی تحقیق کی روشنی میں مکروہ وممنوع ہونا واضح ہوچکا، جس کے بعد مروَّجہ مجالسِ ذکر میں پائے جانے والے دیگر اُمور پر فرداً فرداً کلام کی ضرورت نہیں اور نہ ہی مروَّجہ مجالسِ ذکر کا ناجائز ہونا ان چیزوں کی تحقیق پر موقوف ہے۔

جیسا کہ بعض لوگ اس غلطی کا شکار ہیں کہ جب مروَّجہ مجالسِ ذکر کے ناجائز ہونے کا ان کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو وہ ذکر بالجہر کے دلائل پیش کر کے مروجہ مجالسِ ذکر کا بے محل جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ [۱]

لیکن بعض حضرات مجالسِ ذکر کے مسئلہ کے ضمن میں ذکرِ جہری، اور ذکر میں ضرب لگانے اور وجد میں آنے کی بحث چھیڑتے ہیں، بلکہ بعض تو ان چیزوں کو بہت اہمیت دیتے اور تصوف کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں، اور سوال میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس لئے **تبرّعاً** اور **تتمیماً للفائدہ** اب سوال میں مذکورہ ذکر بالجہر، ضرب اور وجد کے بارے میں مختصر کلام کیا جاتا ہے۔

اور اگرچہ مذکورہ تینوں چیزوں کے بارے میں بہت کچھ کلام ہوا ہے، مگر ہم طوالت سے بچتے ہوئے اس سلسلہ میں اکابر کی تعلیمات کی روشنی میں معتدل کلام پیش کرتے ہیں:

تو سمجھ لینا چاہئے کہ بآوازِ بلند یعنی جہری ذکر کرنا اور ذکر کے دوران ضرب لگانا اور وجد میں آنا بذاتِ خود اور فی نفسہٖ عبادت ومقصود نہیں ہے، اور اگر کسی خاص ضرورت ومصلحت کی خاطر جس

---

[۱] چنانچہ ہم نے جو مجالسِ ذکر کے مدعیان کے بعض مضامین ورسائل ملاحظہ کئے، تو ان میں ذکر بالجہر والسر کی بحث پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، اور ذکرِ جہری کے ثبوت کے دلائل کو مروجہ مجالسِ ذکر پر منطبق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ ذکر بالجہر کے جواز کے ثبوت سے مروجہ مجالسِ ذکر کا جواز لازم نہیں آتا، کیونکہ ذکر بالجہر تو تنہا بغیر تداعی اور دوسری چیزوں کے التزام کے بھی کیا جاسکتا ہے۔

کا شریعت اعتبار کرتی ہو، جہر سے ذکر کیا جائے اور ذکر کے دوران ضرب لگائی جائے اور ان دونوں کو اعتدال پر رکھا جائے اور دوسری کوئی خرابی بھی شامل نہ ہو تو ان دونوں چیزوں کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہے، بلکہ صوفیائے کرام کے یہاں بلانکیر معمولات میں شامل ہے۔

لیکن اگر جہر وضرب کو اپنی ذات میں عبادت ومقصود یا ثواب سمجھا جائے یا اعتدال وحدود سے تجاوز کیا جائے یا اور کوئی خرابی شامل ہو تو پھر جہری ذکر اور ضرب جائز نہیں، اور اکثر مروّجہ مجالسِ ذکر میں عام طور پر جہر وضرب اعتدال پر نہیں ہوتا بلکہ اعتدال سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، جہر وضربِ معتدل میں خفیف اور ہلکا سا جہر اور ضرب کافی ہے۔

جبکہ مروّجہ مجالسِ ذکر کے بارے میں سوال میں تصریح ہے، اور ہم نے متعدد مقامات پر مشاہدہ کیا ہے کہ اتنی زور سے ذکر کیا جاتا ہے کہ قُرب وجوار والے علاقوں میں بھی آواز پہنچتی ہے اور اگر مسجد ہو تو وسیع ہونے کے باوجود پوری مسجد میں اجتماعی ذکر کی آوازیں گونجتی ہیں اور ضرب کے نام پر مجلس کے شرکاء دائیں بائیں طرف زور زور سے جھومتے ہیں۔

نیز عوامُ الناس جہر اور ضرب کو اپنی ذات میں عبادت وثواب بلکہ تصوف وطریقت کا جزوِلا ینفک یعنی لازمی حصہ اور وجد وحال میں مبتلا شخص کو واصِل الی اللہ سمجھتے ہیں، اُن کو جہر وضرب اور وجد کی غرض اور حقیقت ہی معلوم نہیں ہوتی۔

اس لیے مروّجہ طریقہ پر مجالسِ ذکر میں عوامُ الناس کا ضرب اور جہر کے ساتھ ذکر کرنا، اور عوامُ الناس کا وجد میں آنا اور اُچھلنا کودنا جو سوال میں ذکر کیا گیا ہے یہ بھی ناجائز ہے۔

(ملخصاً عن شرح السیر الکبیر للسرخسی جلد ۱ باب رفع الصوت فی الحرب، الفتاویٰ الھندیة ج۵، کتاب الکراھیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح ورفع الصوت عند قراءة القرآن، ردالمحتار ج ۱، کتاب الصلاة، قبیل فصل القراءة، فروع قرء بالفارسیة او التوراة اوالانجیل وجلد۵ ص ۲۲۲و ۲۵۵)

(مزید تفصیل کے لئے آخر میں درج شُدہ عبارات نمبر 3 ملاحظہ ہوں)

اب ہم اس سلسلہ میں اپنے مذکورہ موقف کے ثبوت پر اکابر کے حوالہ جات ذکر کرتے ہیں۔

(۱)......حکیمُ الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اور جہر فی نفسہٖ ممنوع نہیں ہے، جن حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے، مراد اس

سے مفرِط ہے، البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے مثل دفعِ خطرات یا دفعِ قساوت و تحصیلِ رقّت وغیرہ، ان شرائط کے ساتھ ہو کہ کسی شیخ محقّق نے تجویز کیا ہو، کسی نائم یا مصلّی کو تشویش نہ ہو، ورنہ بستی سے باہر چلا جاوے، اُس جہر کو قربت نہ جانتا ہو بلکہ علاج سمجھتا ہو تو اجازت ہے کیونکہ جو مفاسد عللِ نہی کے تھے وہ اس میں نہیں ہیں واللہ اعلم''

(بیان القرآن جلد۴ صفحہ۶۳، منزل نمبر۲ سورۃ الاعراف، پارہ نمبر۹) [1]

(۲)......ایک جگہ حضرت حکیمُ الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] اس عبارت کو تحریر فرمانے کے بعد حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ جہرِ مفرط کے قائل نہیں ہیں اور خود اس عبارت میں تشریح فرماتے ہیں کہ جہرِ مفرط وہ ہے جس سے کسی سونے والے یا نمازی کو تکلیف اور تشویش ہو اور ایسے جہر کو نہ تو وہ عبادت وقربت سمجھتے ہیں اور نہ بستیوں اور آبادیوں میں ایسے ذکر کی اجازت دیتے ہیں، وہ تو صرف ایسے جہر کی اجازت دیتے ہیں جو معتدل ہو مثلاً یہ کہ بالکل قریب بیٹھنے والے ہی سُن سکیں'' (حکم الذکر بالجہر صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

فتاویٰ خیریہ میں ہے:

"وتفسیر الاعتداء فی قوله تعالیٰ لایحب المعتدین بالجهر بالدعاء مردود بان الراجح فی تفسیره التجاوز عن المأمور به او الاختراع فیما لا اصل له فی الشرع والتوفیق بین ماورد فی الجهر والاسرار بنحو ماقرر واجب فان قلت صرح فی الخانیة بان رفع الصوت بالذکر حرام لقوله صلی اللہ علیه وسلم لمن رفع صوته بالذکر انک لاتدعو أصم ولا غائبا وقوله ﷺ خیر الذکر الخفی لانه أبعد من الریاء وأقرب الی الخضوع محمول علی الجهر الفاحش المضر وفی البزازیة ناقلاً عن الفتاویٰ أن الذکر بالجهر فی المسجد لایمنع احترازا عن الدخول تحت قوله تعالیٰ ومن أظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیها اسمه ومنع ابن مسعود یعنی اخراجه جماعة من المسجد سمعهم یهللون ویصلون علیه علیه الصلاة والسلام جهرا یخالف قولکم قال قلت الاخراج من المسجد لو نسب الیه بطریق الحقیقة یجوز ان یکون لاعتقادهم العبادة فیه ولتعلیم الناس بأنه بدعة والفعل الجائز یجوز أن یکون غیر جائز لغرض یلحقه (فتاویٰ خیریة جلد ۱، کتاب الوقف صفحه ۱۸۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہرِ فاحش ومفرط جو کہ مضر ہو (خواہ اپنے کو یا دوسرے کو) وہ ممنوع ہے اور جہرِ معتدل میں اگر کوئی ایسا اختراع کرلیا جائے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں (جیسا کہ لوگوں کا مل کر ایک ذکر کا التزام اور اس کے لئے تداعی، جس کا حضور ﷺ اور صحابہ سے مشروع نہ ہونا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے) تو جہرِ معتدل بھی ممنوع ہے، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے انکار کی وجہ خاص اس طرح ذکر کرنے کو عبادت سمجھنا تھی اور لوگوں کو اس فعل کے بدعت ہونے پر آگاہ کرنا تھی، اور ایک جائز فعل بھی (جیسا کہ مطلق ذکر) کسی غیر جائز غرض (مثلاً غیر مقصود کو مقصود سمجھنا، تداعی کا اہتمام اور خاص کیفیت کا التزام) کے شامل ہوجانے سے ناجائز ہوجایا کرتا ہے۔ محمد رضوان

''شرط یہ ہے کہ جہر میں افراط نہ ہو'' (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف مع ترجمۂ اُردو موسومہ: تکمیل التصرف فی تسہیل التشرف صفحہ ۳۰۸۔ مطبوعہ: کتب خانہ مظہری، کراچی۔ ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء)

(۳)...... حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ سب ذاکرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سب صاحب سُن لیں:

''چشتیہ میں جو جہر ہے وہ محض اس مصلحت سے ہے کہ اپنی آواز کان میں آتی رہے تاکہ خطرات نہ آویں، یہ غرض خفیف جہر سے بھی حاصل ہوسکتی ہے، لہٰذا بقاعدہ الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ بہت چِلَّا چِلَّا کر ذکر کرنا عبث فعل ہوا، اور عبث فعل پسندیدہ نہیں (ملفوظات ''حُسنُ العزیز'' یعنی ملفوظاتِ اشرفیہ صفحہ ۴۵۸، ملفوظ نمبر ۶۵۰۔ مطبوعہ: تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان۔ طباعت: ۱۹۸۱ء)

(۴)...... ایک مقام پر ذکر بالجہر اور ضرب کے متعلق حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جہر مقصود بالذات اور قربت فی نفسہا نہیں، ایسا اعتقاد کرنا بدعت ہے، اور حدیث میں جو وارد ہے **اِنَّكُمْ لَاتَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَاغَائِبًا** (ترجمہ: بے شک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو) میرے نزدیک اسی اعتقاد کی نہی پر محمول ہے اور بعض نے جہرِ مفرط کو اس کا محمل بنایا ہے، جس سے دوسرے لوگ متأذی ہوں مثلاً نائمین (سونے والوں) کو تشویش ہو اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے منع فرمانے کی بھی یہی توجیہات ہیں، ورنہ جہر فی نفسہٖ جائز ہے،............ معلوم ہوا کہ جہر ''**مِنْ حَيْثُ هُوَ جَهْرٌ**'' (اس حیثیت سے کہ وہ جہر ہے) عبادت نہیں اور اگر مقصود تو ذکر کو سمجھیں اور جہر کو کسی مصلحت سے اختیار کریں جیسے دفعِ خواطر و حصولِ جمعیت وغیرہ تو یہ صورت ممنوع نہیں، بشرطیکہ کوئی اور عارض مانع نہ ہو (مثلاً تداعی کا ہونا، اجتماع کو مقصود سمجھنا، کسی کو تکلیف پہنچنا وغیرہ) بہر حال جہرِ مفرط تو مطلقاً ناجائز ہے جس سے خود کو مشقت ہو یا دوسروں کو، اور جہرِ معتدل میں تفصیل ہے، اگر خود جہر کو بقصدِ ثواب اختیار کرے تو یہ بھی ناجائز اور بدعت ہے،...... ...... جہر میں یہ حکمت سمجھی گئی ہے کہ اس سے وساوس و خطرات کم آتے ہیں، سو یہ فائدہ

خفیف جہر سے بھی حاصل ہے، اسی طرح ضرب بھی قربت نہیں ہے......ضرب ذریعۂ مقصود ہونے سے مقصود بالغیر بن جاتا ہے، لیکن زیادہ ضرب سے قلب میں خفقان (دل کی دھڑکن تیز ہوجانے کا مرض) پیدا ہونے کا ڈر ہے، لہٰذا اعتدال سے تجاوز نہ کرے'' (شریعت وطریقت صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲، درذیل دوسری فصل، متفرق اصطلاحات، ملخصاً۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور) [۱]

(۵)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''اس معاملے میں محقق علماء کا مسلک یہ ہے کہ ذکر دونوں طرح جائز ہے، سراً بھی اور جہراً بھی، پھر مختلف حالات ومواقع کے اعتبار سے افضلیت بدلتی رہتی ہے، کہیں آہستہ ذکر کرنا افضل ہے اور کہیں جہراً۔

لہٰذا کسی پابندِ شریعت شیخِ کامل نے مرید کے حالات کے پیشِ نظر ذکرِ جہر کے لئے

---

[۱] حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوبِ گرامی میں ذکرِ جہر وخفی کی بہترین تحقیق فرمائی ہے، یہ مکتوب اصل میں تو بزبانِ فارسی ہے، لیکن حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس کو اردو زبان کے ترجمہ کے ساتھ شائع فرمایا ہے، جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

ونیز اثبات مشروعیہ ذکر جہر یکہ درمتاخرین مروج است فضولے است چہ جائے اثبات فضل آں وآنچہ ابنائے بشر مکابرہ مے نماید از طرفین مقبول نیست ولائق التفات نہ وافراط وتفریط مستقبح است واعتدال مستحسن وخیر الکلام ماقل ودل والسلام علی من اتبع الہدیٰ والزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء۔

ترجمہ: اور یا اس ذکر جہر کو مشروع قرار دینا کہ صوفیہ متاخرین نے رواج دیا ہے یعنی جس میں جہرِ مفرط ہو؛ فضول ہے، چہ جائیکہ اس کو افضل قرار دیا جائے، اور یہ جو بعض نوجوان مکابرہ اور بحث جانبین سے کرتے ہیں؛ مقبول اور قابلِ التفات نہیں، اور افراط وتفریط بری شے ہے، اور میانہ روی بہتر ہے اور بہتر گفتگو وہ ہے کہ تھوڑی ہو، اور پوری بات سمجھادے، اور سلام ہو اس پر کہ ہدایت کی پیروی کی اس نے اور لازم پکڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ فقط (ثمرات الاوراق یعنی کشکول ص ۲۴۵، ۲۴۶، عنوان: حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا مکتوبِ گرامی ''ذکر جہر وخفی کی بہترین تحقیق'' از مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

اور حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

منجملہ اُن کے، ان دعاؤں اور اذکار کی صفت (طرزِ ادا) کا تعین ہے (کہ وہ کس طرح ادا کیے جائیں) جیسے اذان واقامت کو جہر سے (آوازِ بلند) کہنا اور جہری نمازوں میں قرأت بآوازِ بلند کرنا، اور (حج میں) تلبیہ اور عام نمازوں وعیدین میں تکبیریں بلند آواز سے کہنا، لیکن دوسرے مواقع پر آہستہ آواز سے پڑھنا مقرر کیا گیا ہے خصوصاً دعا کے وقت (بدعت کی حقیقت واراس کے احکام ص ۶۵، ترجمہ: ایضاح الحق الصریح)

کہا ہو تو اسے جہراً ذکر کرنا جائز ہے، لیکن دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ اس کا یہ ذکرِ جہر کسی شخص کی نیند میں خلل یا کسی اور معقول تکلیف کا موجب نہ ہو، دوسرے یہ کہ جہراً ذکر کو عبادتِ مقصودہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے علاج کے طور پر اختیار کیا جائے‘‘ (فتاویٰ عثمانی جلد ۱ صفحہ ۲۹۰، کتاب الذکر والدعاء والتعویذات، فتویٰ نمبر ۱۷۵/ ۱۹، الف)

ملحوظ رہے کہ اس فتوے پر حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ کی تصدیق بھی درج ہے۔ [۱]

(۶).....حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’ذکرِ جہر جائز ہے، بزرگوں کے بعض سلسلوں میں بطور علاج ذکرِ جہر کی تعلیم ہے، تاہم جہر خود مقصود نہیں، بلکہ آواز ضرورت سے زیادہ بلند نہ کرے‘‘ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ہفتم صفحہ ۳۷۰، اشاعتِ اوّل مارچ ۱۹۹۷ء)

(۷)...... حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لُدھیانوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ’’مجالسِ ذکر‘‘ میں نصوصِ حدیث وفقہ اور حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے رسالہ ’’سباحۃُ الفکر فی الجہر بالذکر‘‘ کی تفصیلی عبارات نمبر شمار کے ساتھ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

الاحکام المستفادۃ

’’ذکرِ خفی بلاشبہ افضل ہے (عبارت نمبر ۱ تا ۸، ۲۳، ۲۵)

روایاتِ جہر کو حضرت امام مالک ودیگر بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے ’’مَا وَرَدَ بِہِ الشَّرعُ‘‘ کے ساتھ مختص قرار دیا ہے، دوسرے حالات میں جہر حرام ہے (عبارت نمبر ۱ تا ۳، ۵، ۹، ۲۴ تا ۳۲، ۷۷ تا ۷۹)

---

[۱] اور خیر الفتاویٰ میں ہے:

’’جہرِ مفرط ویسے ہی درست نہیں، کسی کو تکلیف ہو یا نہ ہو‘‘ (خیر الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۳۵۰)

دوسری جگہ ہے:

’’معتدل جہر‘‘ اور ’’رفعِ صوت‘‘ میں فرق ہے، رفعِ صوت جہرِ مفرط کی قبیل سے ہے جو ممنوع ہے اور جہرِ معتدل منع نہیں‘‘ (خیر الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

ائمۂ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے ''مَوَاضِعِ مَعْهُوْدَهْ فِیْ الشَّرْعِ'' کے سوا جہر کی حرمت و جواز دونوں قول ہیں، اکثر نے ''ماورد بہ الشرع'' پر قیاس کر کے جواز کا قول فرمایا ہے، معہٰذا بعض حالات میں حرام اور بعض میں مستحب قرار دیا ہے، یعنی جواز جہر لعینہٖ ہے اور بعض حالات میں حرمت یا استحباب لغیرہٖ ہے (عبارت نمبر ۲، ۳، ۵، ۲۳ تا ۳۲، ۶۸ تا ۷۰، ۸۷ تا ۸۵)

عوارضِ استحبابِ جہر (یہ ہیں)

(۱) ذاکر کا ''اوّاہ'' ہونا (یعنی نرم دل ہونا) (عبارت نمبر ۳۳ تا ۳۶)

(۲) قلب کا جمود و خمود (یعنی دل کا معطل و سخت ہونا) (عبارت نمبر ۲۳، ۳۷)

(۳) غلبۂ نوم (یعنی نیند کا غلبہ ہونا) (عبارت نمبر ۲۳، ۳۷)

(۴) وساوس و خواطرِ ردیئہ (یعنی برے خیالات و وساوس) (عبارت نمبر ۲۳، ۳۷)

(رسائل الرشید ص ۲۵۴ رسالہ مجالسِ ذکر)

(۸)......حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جن حضرات کی عبارتوں میں ذکر بالجہر کی اجازت آتی ہے (گو ان میں اکثریت شوافع اور حضراتِ صوفیاء کی ہے، مگر) انہوں نے بھی ذکرِ جہر کو مطلق نہیں چھوڑا بلکہ اس کے ساتھ متعدد قیود اور شرائط لگائی ہیں'' (حکم الذکر بالجہر صفحہ ۲۰۸) [1]

(۹)......حضرت مولانا سید اسماعیل شہید رحمہ اللہ ذکرِ الٰہی کی مخصوص ترکیبوں اور ذکر میں ضربیں

---

[1] حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات کو فقہ شافعی سے مناسبت ہے اور نبوت کے کمالات کو فقہ حنفی سے مطابقت ہے'' (مکتوب نمبر ۲۸۲، دفترِ اوّل، حصہ پنجم صفحہ ۴۰)

اس سے امام جلال الدین سیوطی و ابنِ حجر ھیثمی وغیرہ شافعیہ کی اُن عبارات کا جواب بھی ہو گیا جس میں انہوں نے حلقۂ ذکر کا جواز بیان فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: الحاوی للفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۴۶۶، مطبوعہ: فاروقی کتب خانہ، ملتان و الفتاویٰ الحدیثیہ صفحہ ۸۰ و ۱۵۰، مطبوعہ: میر محمد کتب خانہ کراچی)

اور اگر ان عبارات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ان میں تداعی کے اہتمام اور ایک ذکر کے التزام کی کوئی تصریح نہیں، فلہٰذا کوئی تعارض نہیں۔ محمد رضوان

لگانے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''یہ سب اکثر طالبین کے حق میں بدعتِ حقیقی کی قسم میں داخل ہے کیونکہ وہ اس کو ہی اصل کمالِ شرعی سمجھتے ہیں، یا شریعت کا تکملہ گردانتے ہیں، البتہ خواص کے حق میں یہ بدعتِ حکمیہ شمار ہوں گی جو ان امور کو صرف وسیلہ سمجھ کر ان کی تعلیم وترویج کی کوشش کرتے ہیں.........صرف ان لوگوں کے ناقص استعدادوں کی اصلاح کے لئے بقدرِ ضرورت وسیلوں کے طور پر اور بغیر کسی التزام کے اور بغیر کسی ترویجِ عام اور اہتمام کے ان امور کو کام میں لائیں اور مقصد حاصل ہونے کے بعد ان کو چھوڑ دیں تو بے شک اس صورت میں ان مذکورہ بالا اُمور کی تعلیم اگر چہ ان حضرات کی جانب سے بعض اوقات چند لوگوں کے ذہنوں (کی تربیت) کے لئے اتفاقیہ طور پر اور مصلحتِ وقت کی خاطر وجود میں آئے تو ان کے حق میں یہ اُمور بدعت شمار نہیں ہوں گے لیکن ہم یہاں جو کلام کر رہے ہیں وہ اہلِ زمانہ کی اکثریت کے بارے میں ہے جو ان امور کو شریعتِ مستمرّہ اور طریقۂ مسلوکہ (مستقل شریعت اور مستقل مسلک) کے مثل سمجھتے ہیں'' (بدعت کی حقیقت اور اس کے احکام، ترجمہ ایضاح الحق الصریح ص۷۹و۸۰، مترجم: معراج محمد بارق۔ در ذیل تیسرا مسئلہ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی)

(۱۰)......اور وجد وحال وغیرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''یہ سب بدعاتِ حقیقیہ میں داخل ہیں، اس لیے کہ جو شخص ان امور میں مشغول رہتا ہے وہ ان کو قربِ خداوندی کا ذریعہ سمجھتا ہے بلکہ اکثر لوگ ان امور کو شریعت میں مطلوبِ احسان کی حقیقت شمار کرتے ہیں'' (ایضاً ص۷۸ در ذیل دوسرا مسئلہ) [1]

(۱۱)......حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] ملحوظ رہے کہ مذکورہ کتاب کی اہمیت کا ذکر ابوحنیفۂ وقت حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سامنے یہ لکھ کر فرمایا تھا کہ:

''کاش ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے'' (ملاحظہ ہو، تذکرۃ الرشید ج۱ص۱۲۲، مراسلہ مابین حضرت گنگوہی وحضرت تھانوی رحمہما اللہ)

ذکر کو مقصود سمجھنا اور مطلق زیادتِ عدد کو زیادتِ اجر کا سبب سمجھنا اور اوضاع وضربات وجلسات کو از قبیل مصالح طبیہ سمجھنا بدعت نہیں، اور خود ان کو قربات سمجھنا بدعت ہے (بوادرالنوادر ص ۷۷۹، رسالہ اعداد الجنۃ للتوقی عن الشبہۃ فی اعداد البدعۃ والسنۃ) [1]

(۱۲)......حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہوسکتا ہے کہ حضراتِ چشتیہ وغیرہم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے ذکرِ جہر ابتدائی مراحل اور مبادیٔ تعلیم میں صرف سلوک کی منزلیں طے کرنے والے مبتدیوں کے لئے جائز رکھا ہوتا کہ اس طریقہ سے وساوسِ شیطانیہ سے ان کو نجات مل سکے اور غفلتِ نفسانی دور ہو اور ان کے دلوں میں ریاضت کی حرارت اور جذبۂ سلوک پیدا ہو، اور بعد کے حضرات نے ہوسکتا ہے کہ افراط وتفریط کا شکار ہو کر اس نکتہ کو ملحوظ نہ رکھا ہو (جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی بعض ایسے ہی خلفاء کی شکایت کی ہے کما مرّ) لیکن اس سلسلہ کے اکابر کا اس میں کیا قصور ہے؟

اور پہلے گذر چکا ہے کہ جن مقامات میں شریعت نے ذکرِ جہر کی اجازت دی ہے ان میں ایک مقام تعلیم بھی ہے اور فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ تعلیم حاصل ہو چکنے کے بعد جہر بدعت ہے اور آج کل ذکرِ جہر کرنے والے ثواب

---

[1] حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''وجد جو بے اختیار ہو وہ مستحسن ہے، اور باقی اس پر واجب اور مستحب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، وجوب واستحباب خاص مکلّف واختیاری کی صفت ہے، البتہ یہ وجد جو بے اختیاری، شرعی اگرچہ مستحسن ہے کہ ثمرۂ ذکر ہے، مگر اس سے جو اہل اس کا نہ ہو اور اس سے تکلیف ہوتی ہو، اس کو مسجد سے نکال دینا جائز ہے اور تواجد جو بہ تکلف ہو، فقہاء نے منع لکھا ہے (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۸۱، اخلاق اور تصوف کے مسائل)

معلوم ہوا کہ غیر اختیاری وجد جو کہ اہل سے صادر ہو اگرچہ مستحسن ہے مگر مستحب نہیں اور جو اس کا اہل نہ ہو، اسی طرح جو اپنے اختیار سے ہو وہ ممنوع ہے، اور ہمارے زیرِ بحث مسئلہ عوامی نکتۂ نظر سے ہے، جو اس کو مستحب اور عبادتِ مقصودہ خیال کرتے ہیں اور اس کے اہل بھی نہیں ہوتے۔

اور ہم آگے چل کر ذکر کریں گے کہ بعض مباح بلکہ مستحب بھی عوام کے فتنہ کی وجہ سے عام مجامع میں خواص کے لئے ممنوع ہوجاتے ہیں۔

سمجھ کر کرتے ہیں اوران دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے‘‘(حکم الذکر بالجہر ص ۲۰۷ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

(۱۳)......ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

’’ہر طبقہ اور ہر سلسلہ میں آگے چل کر کچھ لوگوں نے غلو سے کام لیا مگر یہ ان کا اپنا فعل ہے، اکابر کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے‘‘(حکم الذکر بالجہر ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں مجالسِ ذکر میں شرکاء کے جہرِ مفرط اور ضربِ مفرط کرنے یا ان دونوں کو عبادتِ مقصودہ سمجھنے اور وجد کو باعثِ کمال سمجھنے کا طرزِ عمل درست نہیں۔

البتہ کوئی حدود میں رہتے ہوئے بطورِ علاج وذریعہ سمجھ کر محقق شیخ کی تجویز کے مطابق اختیار کرے، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

مروّجہ مجالسِ ذکر سے بعض فوائد حاصل ہونے کی بحث

بعض حضرات کی طرف سے اس قسم کی باتیں سامنے آتی رہتی ہیں، اور بعض رسائل میں بھی مذکور ہیں، کہ ایک ساتھ جمع ہوکر اور آواز ملاکر ذکر کرنے سے ایک خاص کیفیت اور حالت پیدا ہوتی ہے اور دل میں لذت محسوس ہوتی ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے، اور اس طرح کے اور بعض دوسرے فوائد حاصل ہوتے ہیں، لہٰذا جب یہ فائدہ اور ایک علاج کی چیز ہوئی تو ناجائز کیسے ہوسکتی ہے؟

حالانکہ اوّلاً تو اس طرح کی اکثر وبیشتر چیزیں انفرادی ذکر کے ذریعے اور دوسرے مختلف مباح وجائز بلکہ مستحب طریقوں سے بھی حاصل ہوجاتی ہیں، اور کاملین کے یہاں حاصل کی جاتی رہی ہیں، اور آج بھی کاملین کے یہاں ان پر عمل جاری ہے، دوسرے ان میں سے بعض چیزیں اور کیفیات مقصود ومطلوب نہیں، تیسرے کسی مصلحت اور فائدہ حاصل کرنے کی خاطر کوئی بدعت وناجائز چیز جائز نہیں ہوجایا کرتی، لہٰذا مذکورہ فوائد کے پیشِ نظر ایسی مجالسِ ذکر کہ جن میں ذکر کے لئے جمع ہونے کا اہتمام ہو یا اس طرح کی غیر مشروع قیود ہوں، جائز نہیں ہوجائیں گی۔

اس اجمال کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......عَنْ عَامِرِبْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِقَالَ: جِئْتُ اَبِیْ فَقَالَ لِیْ: اَیْنَ کُنْتَ؟فَقُلْتُ: وَجَدْتُّ اَقْوَامًامَارَاَیْتُ خَيْرًامِّنْهُمْ يَذْكُرُوْنَ اللهَ تَعَالٰی فَيُرْعِدُاَحَدُهُمْ حَتّٰی يَغْشٰی عَلَيْهِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعَالٰی فَقَعَدْتُ مَعَهُمْ.قَالَ:لَاتَقْعُدْمَعَهُمْ بَعْدَهَا.فَرَاٰنِیْ كَاَنَّهٗ لَمْ يَأْخُذْذٰلِكَ فِیَّ، فَقَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَتْلُو الْقُرْآنَ وَرَاَيْتُ اَبَابَكْرٍوَعُمَرَرَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا يَتْلُوَانِ الْقُرْآنَ فَلَايُصِيْبُهُمْ هٰذَا،اَفَتَرَاهُمْ اَخْشَعَ لِلّٰهِ مِنْ اَبِیْ بَكْرٍوَعُمَرَ؟ فَرَاَيْتُ اَنَّ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَتَرَكْتُهُمْ (حياة الصحابة، عربی . جلد۳ صفحه ۳۶۶. باب اتباع السنة واقتداء السلف والانكار على البدعة .مطبوعه:كتب خانه فيضى لاهور، بحواله

ابو نعیم فی الحلیة، جلد۳ صفحہ۱۶۷، مجمع الزوائد ج۱۰، کتاب الزھد بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اپنے والد (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا، انہوں دریافت کیا تو کہاں تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک ایسی قوم پائی کہ میں نے ان سے بہتر نہیں دیکھا، وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، ان میں سے ہر ایک کانپ جاتا تھا، یہاں تک کہ اس پر اللہ کے ڈر سے بیہوشی آجاتی تھی، میں ان کے پاس بیٹھ گیا، فرمایا: اس کے بعد اب ان کے پاس نہ بیٹھنا، میرے باپ نے یہ خیال کیا کہ ان کی اس نصیحت نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ یہ دونوں قرآن کی تلاوت کرتے، ان حضرات کی یہ حالت کبھی نہیں ہوئی، کیا تو اس جماعت کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا سمجھتا ہے؟ (حضرت عامر کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ یہ بات اسی طرح ہے لہٰذا میں نے اس جماعت کو چھوڑ دیا (حیاۃ الصحابۃ، اُردو ترجمہ، مولانا محمد عثمان خان صاحب۔ جلد سوم حصہ ہشتم، صفحہ۲۷۴۔ مطبوعہ: ادارہ نشریاتِ اسلام، لاہور)

ملاحظہ فرمائیں کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے ہٹ کر ذکر کرنے والی جماعت اور مجالس سے کس طرح بچنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم دینے والے وہ صحابی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ اور صحابہ کی جماعت اور اُن کے ذکر کے طریقہ کا مشاہدہ کیا۔

(۲)......حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حال و وجد (جیسی کیفیات) جو ناجائز اسباب پر مرتب ہوں وہ اس فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم ہے'' (مکتوب نمبر ۲۶۶ حصہ چہارم، دفترِ اول صفحہ ۱۶۸)

(۳)......دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے حال و وجد کے طریقوں کو احکامِ شرعیہ کے تابع بنایا ہے، اور ذوق و معرفت کو علومِ دینیہ کا خادم سمجھ کر علومِ شرعیہ کے تابع بنایا ہے

اورذوق ومعرفت کوعلومِ دینیہ کا خادم سمجھ کرعلومِ شرعیہ کے جواہراتِ نفیسہ کوبچوں کی طرح حال ووجد کے اخروٹ اورمنقیٰ کے عوض ضائع نہیں کرتے اورحضراتِ صوفیاء کے سُکر یہ کلمات کے گرویدہ نہیں ہوتے اوران احوال کوجوشرعی ممنوعات پرعمل کرنے سے حاصل ہیں اور بلند مرتبہ سنت کے خلاف ہوتے ہیں ان کوقبول نہیں کرتے اورنہ ان کو چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ سماع اوررقص کوجائزنہیں سمجھتے اورذکر بالجہر کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے، ان کا حال ہمیشہ ایک طرز پررہتا ہے (مکتوب نمبر۲۲۱، دفترِاول حصہ چہارم، صفحہ۸)

(۴)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سورہ بقرہ کی آیت کے الفاظ ''وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا'' کے تحت فرماتے ہیں:

''ایک کام کے ذریعہ کچھ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے اورساتھ ہی کوئی مضرت بھی پہنچتی ہے تو مضرت (نقصان) سے بچنے کے لئے اس منفعت (فائدہ) کوچھوڑ دینا ہی ضروری ہوتا ہے، ایسی منفعت (فائدہ) کونظر انداز کردیا جاتا ہے جومضرت (نقصان) کے ساتھ حاصل ہو'' (معارف القرآن، جلد۱صفحہ۵۳۷، درذیل سورہ بقرۃ آیت نمبر۲۱۹)

(۵)......اورحضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فی الحقیقت جواہرِ خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہووہ خود ناجائز ہے'' (تذکرۃ الرشید ج۱ص۱۲۸) [1]

(۶)......اورحکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نشاط کا آثارِ ذکر سے ہونا مستلزم اس کے جواز کونہیں کہ نشاط کواس کی غایت بھی قراردی جاوے'' (امدادالفتاویٰ جلد۵صفحہ۳۲۳)

(۷)......رہی یہ مصلحت کہ اس مجلس کی وجہ سے عوام جہلاء منہیات سے رُکتے ہیں، اس

---

[1] دوسرے مقام پرفرماتے ہیں:
''اوپر کے کلیہ سے مباح منضم کا حال معلوم ہوچکا کہ جب تک اپنی حد پر ہوگا جائز، اورجب اپنی حد سے خارج ہوا تو ناجائز، اورامورِ مرکبہ میں اگرکوئی ایک جزوبھی ناجائز ہوجاوے تو مجموعہ پر حکم عدمِ جواز کا ہوجاتا ہے، آپ کومعلوم ہے کہ مرکب حلال وحرام سے حرام ہوتا ہے، یہ کلیہ فقہ کا ہے'' (تذکرۃ الرشید جلد۱صفحہ۱۳۳)

کا حاصل تو یہ ہوا کہ ایک معصیت کو اس لیے اختیار کیا جاوے کہ دوسرے معاصی سے حفاظت رہے؛ تو اس مصلحت سے بدعت کا ارتکاب جائز نہیں ہوسکتا، دوسرے یہ مصلحت تو اس سے بھی حاصل ہوسکتی ہے کہ دوسرے مضامینِ حکمیہ کا وعظ ہوا کرے......اور اگر شبہ ہو کہ اس میں کوئی نہ آوے گا یا کم آویں گے؛ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل آنے والوں کا ہے، واعظ یا بانیِ مجلس کو اس کی کیا فکر؟ یہ اپنی طرف سے سدِّ مفاسد کی سعی کرے؛ آگے خواہ اثر مرتب ہو یا نہ ہو؛ تیسرے اگر عوام کے مذاق کی ایسی ہی رعایت کی جائے تو ان کی جتنی قبیح رسمیں ہیں، ہر ایک کے مقابل رسمیں ہیں؛ ہر ایک کے مقابل وہی رسم اصلاح کر کے منعقد کرنا جائز ہوگا؟

(امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۳۱۹) [1]

(۸)......دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں:

امرِ مشروع بوجہ اقتران وانضمامِ غیر مشروع کے غیر مشروع ہو جاتا ہے (اصلاح الرسوم صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ باب سوم، قاعدہ دوم مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، بندر روڈ کراچی) [2]

(۹)......ایک مقام پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر کسی امر خلافِ شرع کرنے سے کچھ فائدے اور مصلحتیں بھی ہوں جن کا حاصل کرنا شرعاً ضروری نہ ہو یا اس کے حاصل کرنے کے اور طریقے بھی ہوں اور ایسے فائدوں کے حاصل کرنے کی نیت سے وہ فعل کیا جاوے یا ان فائدوں کو مرتب دیکھ کر عوام کو اس سے نہ روکا جائے یہ بھی جائز نہیں، نیک نیت سے مباح تو عبادت بن جاتا ہے اور معصیت مباح نہیں ہوتی خواہ اس میں ہزار مصلحتیں اور منفعتیں ہوں، نہ اس کا ارتکاب جائز، نہ اس پر سکوت کرنا جائز اور یہ قاعدہ بہت ہی بدیہی ہے (اصلاح

---

[1] ''یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو امرِ خیر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امرِ خیر نہیں ہے اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جاوے تو اس کا ثمرہ کچھ ہی ہو، جائز الحصول نہ ہوگا'' (تذکرۃ الرشید جلد ا صفحہ ۱۳۰)

[2] نیز فرماتے ہیں:
فعلِ مباح بلکہ مستحب بھی کبھی امرِ غیر مشروع کے مل جانے سے غیر مشروع و ممنوع ہو جاتا ہے (اصلاح الرسوم صفحہ ۱۵۴، باب سوم، قاعدہ دوم)

الرسوم صفحہ ۱۵۷ و ۱۵۸، باب سوم، قاعدہ پنجم) [1]

اور ہم ذکر میں تداعی وغیرہ کا غیر مشروع اور بدعت ہونا پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(۱۰)......حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم، ملتان) تحریر فرماتے ہیں:

کسی کیفیت یا خضوع وخشوع پیدا کرنے کی خاطر کسی بدعت وناروا کام کو جائز نہیں قرار دیا جا سکتا، جس سے دین میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہو (فتاویٰ مفتی محمود، جلد ۱ صفحہ ۲۷۹، کتاب العقائد)

لہٰذا بعض حضرات کا مروجہ مجالسِ ذکر پر مرتب ہونے والے فوائد کی خاطر، ان کے جواز کی تاویل درست نہیں۔

بہرحال پیش کردہ فوائد ومصالح کو حاصل کرنے کی خاطر منکرات وبدعات پر مشتمل مجالسِ ذکر کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، اور جن فوائد ومصالح کا شریعت اعتبار کرتی ہو، ان کو منکرات وبدعات سے بچتے ہوئے دیگر جائز طریقوں اور ذریعوں سے حاصل کرنا چاہئے۔

---

[1] ایک مقام پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصالح (فوائد) مسلَّم سہی مگر حدودِ شرعیہ کا اتباع تو ہم پر ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے اور احکامِ شرعیہ ہر وقت اور ہر حالت میں واجبُ العمل ہیں'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ۳ ص ۲۳۷ و ۲۳۸، ملفوظ نمبر ۳۸۲)

نیز فرماتے ہیں:

دین میں دنیوی مصالح سے متأثر ہونا سب کمزوری کی باتیں ہیں بڑی چیز دین ہے، یہ محفوظ رہے خواہ تمام مصالح بلکہ سارا عالَم فنا ہو جائے کچھ پرواہ نہیں (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ۲ ص ۳۸۹ ملفوظ نمبر ۶۴۰)

اور ایک مقام پر علمی مگر جامع انداز میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مصالح میں مفاسد ومنکرات کے انضمام کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مصلحت واجبُ التحصیل نہ ہو تو اس کا چھوڑنا جائز تو ہر حال میں ہے اور کبھی مستحب اور کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے، اور اگر واجبُ التحصیل ہو، اختلافاً یا اتفاقاً تو وہاں اس واجب کو بلا عذر ترک نہ کریں گے، لیکن اختلافی میں یہ عدمِ جوازِ ترک اختلافی ہوگا مگر اُن مفاسد پر ہر حال میں انکار کریں گے، اور جس درجے کا مَفسدہ ہوگا، اُسی درجے کا انکار واجب ہوگا، اور اگر کوئی عذر ہو تو اعتقاداً اتفاق واجب ہوگا اور عملاً معتقد عذر معذور ہوگا'' (اشرف السوانح جلد ۳ صفحہ ۱۷۶، المسئلۃ السادسۃ عشر، مضمون رابع ''الروضۃ الناضرۃ فی المسائل الحاضرۃ)

کیا مروَّجہ مجالسِ ذکر تعلیماً منعقد ہوتی ہیں؟

آج کل بعض حضرات کی طرف سے، بعض بزرگوں کے حوالہ جات پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں بزرگوں کے یہاں اجتماعی ذکر ہوا کرتا تھا، اوراسی طرح بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے اپنے مریدین کو اجتماعی ذکر تعلیم دینے یا علاج کی خاطر کرایا ہے، ہم بھی ان کی اتباع میں اجتماعی ذکر کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ممکن ہے کہ بعض بزرگوں نے وقتی طور پر مصلحتِ وقت کے تقاضے سے منکرات سے بچتے ہوئے اپنے مخصوص طالبین کو وحدتِ زمانی و مکانی کے ساتھ بغرضِ تعلیم وعلاج ذکر کرایا ہو اور طالبین کے متعدد ہونے اور وحدتِ زمانی ومکانی کی وجہ سے صورتاً اجتماعیت کی شکل پیدا ہوگئی ہو، مگر آج جو لوگ ان کا حوالہ دے کر عام مروجہ مجالسِ ذکر کو جائز بلکہ سنت ومستحب قرار دے رہے ہیں، یہ درست نہیں کیونکہ اوّلاً تو اگر ان لوگوں کی یہ مروجہ مجالسِ ذکر تعلیم کے لئے ہوتیں تو ایک خاص مدت کے لئے ہوتیں اور اُن کو احادیث وروایات میں مذکور مجالسِ ذکر کا مصداق قرار نہ دیا جاتا، جیسا کہ بعض دینی مکاتب میں طلبہ کو تعلیماً نماز سکھائی جاتی ہے، اس میں حقیقی نماز والی شرائط کا لحاظ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس کو حقیقی نماز سمجھ کر کافی سمجھا جاتا اور نہ اس کو مستقل اور دائمی معمول بنایا جاتا۔

مگر آج کل مروجہ مجالسِ ذکر کو نہ صرف یہ کہ خود مقصود سمجھ کر اپنا ایک مستقل اور دائمی معمول بنالیا گیا ہے بلکہ اِن مجالس کو تصوف وطریقت کا اہم مقصد بلکہ موضوعِ تصوف اور اصلاح کا ذریعہ خیال کیا جارہا ہے، یہاں تک کہ جن صوفیائے کرام کے یہاں مروجہ مجالسِ ذکر نہ ہوتی ہوں، خواہ اصلاحی مواعظ وبیانات کی مجالس منعقد ہوتی ہوں، اُن کو ناقص اور حقیقی تصوف سے محروم سمجھا جاتا ہے۔

دوسرے جگہ جگہ ان مجالس کا منعقد کرنا اور ان کا اعلانِ عام کرنا، ہر عام وخاص، اپنے اور پرائے، اور تعلیم کی غرض سے واقف اور ناواقف ہر ایک کو ان میں شریک کرنا اور اس سے بڑھ کر ان مجالس کے منعقد کرنے کی تبلیغ کرنا اور لوگوں کو ترغیب دینا بھی ان مجالس کی تعلیم کی حقیقت سے خارج

ہونے کی دلیل ہے۔

تیسرے تعلیم کے دوسرے ایسے طریقے بھی ہو سکتے ہیں جو جمہور اکابر و اسلاف صوفیائے کرام نے اختیار فرمائے ہیں اور ان میں مروجہ مجالسِ ذکر میں پائے جانے والے مفاسد و منکرات نہ تھے۔

اور اب جبکہ ان مجالسِ ذکر میں متعدد منکرات شامل ہو گئے ہیں تو اب ان کو عام سطح پر تعلیم وعلاج وغیرہ کے عنوان سے قائم کرنا بھی جائز نہیں رہا، کیونکہ جب کسی مباح و جائز بلکہ مستحب کام میں منکر شامل ہو جائے تو اس کو ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر کسی مباح یا مستحب عمل سے لوگوں کا فتنہ میں مبتلا ہونا لازم آتا ہو، یا منکر و بدعت کے مرتکبین کی تائید ہوتی ہو، تو پھر ایسے مباح و مستحب عمل کو منکر سے بچتے ہوئے جلوت اور مجامع و محافل میں اختیار کرنا بھی جائز نہیں رہتا۔

اب ان اصولوں کی وضاحت اکابر کی تصریحات کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس حکم میں کراہت یا استحباب لغیرہ ہوتا ہے، اس غیر کے رفع سے حکم بدل جاتا ہے، اس کو اصطلاحِ شرع میں ارتفاع حکم بارتفاع العلت بولتے ہیں، پس وہ امور دراصل مباح ہوتے ہیں عروض کسی حکم سے وہ مکروہ یا غیر اس کے ہو جاتے ہیں اور بعد رفع اس عارض کے وہ حکم بدل جاتا ہے جیسا عورتوں کا مساجد اور عید گاہ میں حاضر ہونا قرونِ فخرِ عالم علیہ السلام میں جائز تھا اور پھر اسی قرنِ صحابہ میں منکر ہو گیا بسبب فتنہ کے، مگر بدعت کا احداث ہرگز جائز نہیں ہوتا کسی وجہ سے، یہ بھی لاعلمی مؤلف کی ہے قواعد دینیہ سے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۴۲ در ذیل قاعدہ کم من احکام مختلف باختلاف الزمان کی تحقیق)

اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس وقت میں یہ رسوم ایجاد ہوئی ہوں گی ممکن ہے کہ اس وقت کوئی مصلحت ہو۔ لیکن اب چونکہ ان کو ضروری سمجھنے لگے ہیں اس لئے اگر کوئی مصلحت بھی ہوتی تب بھی بوجہ مفسدہ کے اس مصلحت کا اعتبار نہ کیا جاتا جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے کہ امورِ غیر مقصودِ شرع میں دفعِ مفسدہ کے لئے مصلحت کو ترک کر دیتے ہیں اس لئے اب وہ واجب الترک

ہیں، اور اگر وہ بزرگ جو اس کے موجد ہیں اب زندہ ہوتے تو یقیناً ان رسوم کو وہ خود بھی منع کرتے (وعظ ذم ہوئی ص ۸، الابقاء شعبان ۵۶ھ)

اور مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:

''موجودہ دور میں عوام میں مجلسِ ذکر اور مجلسِ درود شریف کرانے کا جو اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کے لئے تداعی کی جاتی ہے اور اعلان و اشتہار ہوتے ہیں اور بلا تخصیص اور بلا لحاظ ضرورت سب کو ایک ہی ذکر کرایا جاتا ہے کیا اس کو بھی معمولاتِ مشائخ میں سے شمار کیا جا سکتا ہے؟ محلِ نظر ہے، کیونکہ آج کل عام طور سے ایسی مجلس لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے کی جاتی ہے جبکہ معمولاتِ مشائخ کا تعلق اس کے بعد کے مرحلہ سے ہے'' (ماہنامہ ''حق چار یار'' لاہور، فروری ۲۰۰۳ء، ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ جلد ۱۶ شمارہ نمبر ۲ صفحہ ۳۲)

اس لئے معزز و قابلِ احترام صوفیائے کرام کو چاہئے کہ وہ طریقت کو شریعت کے ماتحت رہ کر چلاتے رہیں، اور تصوف و خانقاہ کے بارے میں یہ اُصول ہمہ وقت سامنے رکھیں:

''رفتہ رفتہ نااہل لوگ خانقاہوں پر قابض ہوگئے، اور خانقاہی جانشینوں میں وہ صلاحیت نہ رہی، جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو، واجب اور غیر واجب، ضروری اور غیر ضروری کو سمجھیں، سنت و بدعت میں فرق جانیں، مختلف رسومات اختراع کر کے اہلِ خانقاہ خود فریبی، ریا کاری اور شخصیت پرستی میں مبتلا ہوگئے اور خانقاہیں صحیح تعلیم سے بیگانہ ہوگئیں، اتباعِ شریعت و سنت کی اہمیت اور اس کا اہتمام نہ رہا'' (مآثرِ حکیم الامت صفحہ ۱۵۰، باب نمبر ۸، بعنوان: حقیقتِ خانقاہی)

پس بحالاتِ موجودہ، جبکہ عام مروجہ مجالسِ ذکر میں متعدد منکرات و بدعات شامل ہیں محتاط لوگوں کو ان بعض یا کل منکرات سے بچتے ہوئے اختیار کرنا درست نہیں رہا۔

رہا یہ کہ پھر بعض بزرگوں نے ان کو کیوں اختیار کیا؟

تو اس کا جواب اگلی بحث میں آتا ہے۔

بعض صوفیاء کے مجالسِ ذکر قائم کرنے کی بحث

جہاں تک سوال میں بعض صوفیائے کرام کی طرف مجالسِ ذکر قائم کرنے کی نسبت کا تعلق ہے (جیسا کہ سوال کے ساتھ منسلک رسالہ میں بعض حوالے جات مذکور ہیں) تو اس سلسلہ میں سمجھ لینا چاہیے کہ اوّلاً تو اہلِ حق محقق صوفیائے کرام سے آج کل کی طرح کی اِن مروّجہ مجالسِ ذکر کا جواز وثبوت نہیں ملتا (خالی ذکر بالجہر اور بغیر تداعی کے اپنا اپنا ذکر کرنے کا معاملہ الگ ہے)

اور اگر کسی سے مجالسِ ذکر کا ثبوت بھی مل جائے تو اُن مجالسِ ذکر کی حالت آج کل کی طرح کی عام مروجہ مجالسِ ذکر سے بالکل مختلف تھی، اُن میں نہ تداعی اور اس طرح کی کوئی دوسری غیر شرعی قید تھی، نہ ان کے عبادتِ مقصودہ ہونے کا عقیدہ تھا، اور نہ ہی دوسرے مروجہ منکرات ومفاسد کا وجود تھا، جیسا کہ آج کل کی رائج شُدہ دوسری بے شمار مسلَّمہ بدعات کی حالت ہے کہ ابتداء میں اُن کی یہ حالت نہ تھی۔

مگر اب جبکہ مجالسِ ذکر کا یہ سلسلہ عام ہوگیا ہے اور اُن میں کئی مفاسد وخرابیاں شامل ہوگئی ہیں بلکہ عموماً اور اکثر وبیشتر اہلِ بدعت کا تقریباً شعار بن گئی ہیں، تو وہ خواص اور مقتداء حضرات جو کہ نیک نیتی اور تھوڑے بہت عملی یا اعتقادی فرق کے ساتھ مجالسِ ذکر منعقد کرتے ہیں ان کو بھی ان سے پرہیز کرنا لازم ہوگا کیونکہ جو طریقہ خود غیر مشروع ہو اور مزید براں اس سے اہلِ باطل کو تقویت پہنچتی ہو اور اُن کے عمل کی تائید ہوتی ہو یا اُن کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہو یا خالی الذہن عوام کے عقیدہ وعمل کے فساد کا باعث بنتا ہو اُس کام سے خواص اور مقتداء حضرات کو بھی بچنا لازم ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] وَإِذَا كَانَ فِى الذِّكْرِ بِالْجَهْرِ وَالاجْتِمَاعِ عَلَيْهِ هَذِهِ الْمَفَاسِدُ وَإِنْ سَلِمَ وَاحِدٌ أَوْ جَمَاعَةٌ مِنْ تِلْكَ الْمَفَاسِدِ أَوْ مِنْ بَعْضِهَا فَقَدْ لَا يَسْلَمُ مِنْهَا الْبَاقُونَ وَالْمُؤْمِنُ يُحِبُّ لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ فَإِذَا سَلِمْتَ أَنْتَ مِنْ هَذِهِ الْمَفَاسِدِ لِحُسْنِ نِيَّتِكَ وَقَصْدِكَ الظَّاهِرِ فَيُحْتَاجُ أَنْ تُرَاعِىَ حَقَّ أَخِيكَ الْمُؤْمِنِ وَجَلِيسِكَ إِنَّ اللَّهَ يَسْأَلُ عَنْ صُحْبَةِ سَاعَةٍ فَقَدْ لَا يَكُونُ عِنْدَهُ مِنْ فَضِيلَةِ الْعِلْمِ مَا يَعْرِفُ بِهِ مَا يَرِدُ عَلَيْهِ مِنْ هَذِهِ الدَّسَائِسِ وَغَيْرِهَا فَيَقَعُ فِى الْمَحْذُورِ وَتَكُونُ أَنْتَ بِنِيَّتِكَ الصَّالِحَةِ فِى هَذَا الْفِعْلِ الَّذِى أَصْلَحْتَه سَبَبًا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱)...... چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے، اور جس دوامِ فعلِ خواص سے عوام کو یہ امر پیدا ہو، وہ امر خواص کو اعلان و دوام سے کرنا مکروہ ہوتا ہے، کیونکہ سبب مذموم کا مذموم ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۲۴۹، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

''پس ظاہر ہوگیا کہ فعل خواص کا جو عوام کی خرابی کا باعث ہو وہ مکروہ ہوتا ہے'' (براہینِ قاطعہ صفحہ ۲۵۰) [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لِأَخِيكَ وَجَلِيسِكَ وَشَرِيكِكَ فِي ذِكْرِ رَبِّكَ لِعَدَمِ الْعِلْمِ عِنْدَهُ أَوْ عِنْدَهُ وَحَصَلَتْ لَهُ حَتَّى وَقَعَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا فَأَيْنَ هَذَا مِمَّنْ نَامَ عَلَى الْحَالَةِ الْمُتَقَدِّمِ ذِكْرُهَا ذَكَرَ اللَّهَ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَ عَلَيْهِ النَّوْمُ أَقَلُّ مَا يُمْكِنُ فِيهِ مِنْ الْفَائِدَةِ أَنَّهُ فِي أَمَانٍ مِنْ هَذِهِ الْمَفَاسِدِ كُلِّهَا وَغَيْرُهُ مُعَرَّضٌ لَهَا ، وَقَدْ قِيلَ لَا أَعْدِلُ بِالسَّلَامَةِ شَيْئًا فَإِنْ قِيلَ قَدْ وَرَدَتْ أَحَادِيثُ تَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الذِّكْرِ وَالْقِرَاءَةِ جَهْرًا وَجَمَاعَةً فَالْجَوَابُ أَنَّ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِي ذَلِكَ مُحْتَمِلَةٌ لِلْوَجْهَيْنِ وَجَاءَ فِعْلُ السَّلَفِ بِأَحَدِهِمَا فَلَا شَكَّ أَنَّهُ الْمَرْجُوعُ إلَيْهِ (المدخل لابن الحاج ا ، ص ۱۰۷، ۱۰۸، فصل فی العالم و کیفیة نیته)

[۱] قیودِ محفلِ مروجہ کی دو قسم کی ہیں، بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ مکروہ وحرام ہیں، تو ان کی اس محفل میں موجود ہونے سے یہ محفل محکوم بحرمت وکراہت ہوجاوے گی، اور بہر حال اس کا عقد اور شرکت دونوں ممنوع رہیں گے، اور کوئی عذر تاویل اس کے جواز کی ممکن نہیں...... اور قسمِ دوئم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں، یا مندوب، مگر بسبب عروضِ تاکد یا وجوب کے علماً یا عملاً ذہنِ خواص میں یا عوام میں ان کو کراہت عارضی ہوگئی ہے الخ (براہینِ قاطعہ صفحہ ۲۶۳)

جب خواص زبان سے تو کہیں کہ مؤکد نہیں، مگر عمل در آمد اس التزام سے کریں کہ ترک اس کا مثل سنتِ مؤکدہ کے زبوں جانیں، تو عوام کو زبانی کہنا کیا نافع ہوگا؟ اور تحریری فتاویٰ اور طبع اس کا عوام کو کیا مفید ہے؟ کہ نہ پڑھ سکیں اور نہ سمجھیں، اور نہ ان کو ان امور کا خیال اور نہ تحقیق کی فکر، کہ رسائل خرید کر پڑھیں، سو یہ اشتہار طبع کس قدر عذر غیر معقول المعنیٰ ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۲۵۰)

اور حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور عرس وزیارتِ قبور کے لئے لوگوں کو بلا بلا کر جمع کرنا .... اور اسی طرح کے بیشمار کام اس زمانہ کے لوگوں کے حق میں بدعتِ حقیقی شمار ہوتے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ ان تمام امور کو عبادت کے طور پر عمل میں لاتے ہیں، مگر بعض اخص الخواص (خاص الخواص) حضرات کے حق میں نہیں، کیونکہ وہ ان تمام مذکورہ بالا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)......اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جواب یہ ہے کہ اول تو اُس وقت بھی بعض علماء نے ان کے ساتھ اختلاف کیا تھا، اور قطع نظر اس سے یہ کہ ان کے زمانے میں مفاسدِ مذکورہ پیدا نہ ہوئے تھے، اس وقت انہوں نے اثبات کیا، اب مفاسد پیدا ہو گئے ہیں، وہ حضرات بھی اگر اِس زمانہ میں ہوتے اور ان مفاسد کو ملاحظہ فرماتے، اس لئے اب نفی کی جاتی ہے (اصلاح الرسوم، تیسرا باب، پہلی فصل صفحہ ۱۱۹، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

(۳)......''جس امر میں کراہت عارضی ہو، اختلافِ ازمنہ وامکنہ واختلافِ تجربہ ومشاہدۂ اہلِ فتویٰ سے اس کا مختلف حکم ہوسکتا ہے، یعنی یہ ممکن ہے کہ ایسے امر کو ایک زمانہ میں جائز کیا جاوے، اس وقت اس میں وجوہ کراہت کی نہیں تھیں، اور دوسرے زمانہ میں ناجائز کہہ دیا جاوے، اس وقت علت کراہت کی پیدا ہوگئی، یا ایک مقام پر اجازت دی جاوے، دوسرے ملک میں منع کر دیا جاوے، اس فرقِ مذکور کے سبب، یا ایک وقت اور ایک موقعہ پر ایک مفتی جائز کہے اور اس کو اطلاع نہیں کہ عوام نے اس میں اعتقادی یا عملی خرابی کیا کیا پیدا کر دی ہے، دوسرا مفتی ناجائز کہے کہ اس کو اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے عوام کے مبتلا ہونے کا علم ہوگیا ہے تو واقع میں یہ اختلاف ظاہری ہے حقیقی نہیں اور تعارض صوری ہے معنوی نہیں، حدیث اور فقہ میں اس کے بے شمار نظائر مذکور ہیں۔

دیکھو! رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مساجد میں آ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی، اس وقت فتنہ کا احتمال نہ تھا، اور صحابہ نے بدلی ہوئی حالت دیکھ کر ممانعت فرما دی''

(اصلاح الرسوم صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۷، بابِ سوم، قاعدہ چہارم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

امور کو محض لغو سمجھتے ہیں، اور صرف اہلِ زمانہ کی موافقت کی خاطر عمل میں لاتے ہیں، تو ان کے حق میں یہ امور بدعتِ حکمیہ کی قسم سے شمار ہونگے، بشرطیکہ ان میں سے کوئی کام شرعی شبہات اور دینی منکرات میں سے نہ ہو (بدعت کی حقیقت و اس کے احکام ص ۸۰، ۸۱، ترجمہ: ایضاح الحق الصریح)

(۴)......''یہ امر بھی ظاہر ہے کہ مجالسِ منکرہ بکثرت ہوتی ہیں اور منکر کی تائید اگر غیر منکر سے ہو تو وہ بھی سزاوارِ ترک ہے جب کہ عند الشرع فی نفسہٖ ضروری نہ ہو''

(تذکرۃ الرشید جلد ۱ صفحہ ۱۳۰)

(۵)......''اور کسی محتاط نے احتیاط بھی کی تب بھی اس کی یہ مجلس سبب ہوگی عوام کی بے احتیاطی کی مجالس کی، اور فی نفسہٖ وہ مجلس ضروری نہیں اور جو فعلِ غیر ضروری خواص کا سبب ہو جائے مفسدۂ عوام کا، اس سے منع کیا جانا قاعدۂ فقہیہ ہے؛ بخلاف مجلسِ وعظ کے کہ وہ فی نفسہٖ ضروری ہے، وہاں مفاسد کا انسداد کریں گے؛ خود اس کو ترک نہ کریں گے۔ فافترقا (امداد الفتاویٰ جلد پنجم صفحہ ۳۱۶) [۱]

(۶)......''پھر اس قول کے لینے سے اس وقت جو مفاسدِ اعتقادیہ و عملیہ شائع ہوتے ہیں، مشاہدہ ہیں، کہ سب قیود سے قطع نظر کر کے ان صورتوں کے مرتکب ہونے لگے ہیں جو بالا جماع ناجائز ہیں، اس لئے کسی کو اس قول پر عمل کرنے کی اجازت نہ ہوگی''

(امداد الفتاویٰ، جلد ۳ صفحہ ۱۵۹) [۲]

---

[۱] اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
حاصل یہ ہوا کہ عملِ مباح، اسی طرح مستحبات اور سنتِ زائدہ میں اگر مفاسد منضم ہو جائیں تو خود نفس عمل کو ترک کرنا واجب ہوگا، اور جس امرِ واجب مطلوب عند الشرع میں مفاسد مل جائیں اس کو ترک نہ کیا جائے گا۔ بلکہ مفاسد کی اصلاح کی جائے گی۔
شاید بعض حضرات مطلوب عند الشرع اور غیر مطلوب عند الشرع میں انضمامِ مفاسد کے حکم میں فرق ملحوظ نہیں رکھا، اور دونوں کا حکم ایک سمجھ لیا، اس لئے مفاسد کی اصلاح کے ساتھ غیر مطلوب عند الشرع پر بھی عمل کی اجازت دیتے رہے، اس طرح بعض بدعات کی ترویج کا موقع پیدا ہو گیا (رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر صفحہ ۳۵، ناشر جامعہ خالد بن ولید خالد آباد ضلع وہاڑی پاکستان)

[۲] اگر کسی تعلیم یافتہ فہیم کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو تو غایۃ ما فی الباب اس کے لئے علتِ ممانعت یہ نہ ہوگی، مگر یہ لازم نہیں آتا کہ کسی دوسری علت سے بھی منع نہ کیا جاوے، اگر کوئی دوسری علت منع کی پائی جاوے گی، تو ان کو بھی روکیں گے، وہ علت ایہامِ جاہل ہے۔
یعنی خواص کے کسی فعلِ مباح سے اکثر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بترکِ مباح ہوں گے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۷)......ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''جہاں احتمال مفاسد کا غالب ہو وہاں روکا جائے گا، یہ احتمال خواہ عوام کے فعل میں ہو یا خواص کے فعل میں، یعنی اگر کسی مقتدا کے توسع سے عوام کے غلو وتجاوز عن الحدود کا خطرہ ہو وہاں خواص یعنی مقتداؤں کو بھی خواہ وہ دین کے اعتبار سے مقتدا ہوں، خواہ اثرِ دنیوی کے سبب، عوام ان کے قول وفعل کا اقتداء کرتے ہوں، اس توسع سے رکنا ضروری ہے'' (السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ، بابِ سوم صفحہ ۹۵، بناء القبۃ علی بناء الجبۃ۔ مطبوعہ: کتب خانہ اشرفیہ، دریبہ کلاں، دہلی) [۱]

(۸)......''قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس مباح سے اور جس مستحب سے عوام کسی دین کی خرابی میں پڑ جائیں وہ فعل خواص کے لئے بھی جائز نہیں رہتا حالانکہ وہ (خواص) خود اس خرابی سے بچے ہوئے ہیں، ایسے موقعہ پر خواص کو لازم ہے کہ وہ خود بھی ایسے فعلِ مباح کو بلکہ ایسے فعلِ مستحب کو بھی چھوڑ دیں جس سے عوام کی خرابی کا اندیشہ ہو، حقیقت میں یہ قاعدہ وہ پہلا ہی قاعدہ ہے کہ مصلحت اور مفسَدہ جب جمع ہوتے ہیں، مفسَدہ کو ترجیح ہوتی ہے، کیونکہ دوسرے شخص کا خرابی میں پڑ جانا یہ بھی تو مفسَدہ ہے، اگر لازم نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شامی محشی درمختار نے بحث کراہتِ تعینِ سورت میں یہ قاعدہ لکھا ہے، کہ جہاں تغیرِ مشروع ہو یا ایہامِ جاہل ہو وہاں کراہت ہوگی، پس عوام الناس تغیر مشروع کی وجہ سے روکے جاتے ہیں، اور خواص ایہامِ جاہل کی وجہ سے۔

یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہیں، اکثر مفاسدِ نیات وعقائد عوام کے بزرگان واکابر سے مخفی رہتے ہوئے روز وشب مشاہدہ میں آتے ہیں (بوادر النوادر تیسویں حکمت، صفحہ ۲۰۳)

[۱] خواص کے کسی فعلِ مباح سے اکثر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بترکِ مباح ہوں گے (امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۲۷۶)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حاصل معنی کلام هذين الشيخين بيان وجه الكراهة فی المداومة وهو أنه إن رأى ذلک حتما يكره من حيث تغيير المشروع وإلا يكره من حيث إيهام الجاهل (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل فی القراءة)

تو متعدّی سہی‘‘ (خطباتِ حکیم الامت جلد۵، مواعظِ میلادُ النبی صفحہ۵۹۳، وعظ نقدُ اللبیب فی عقدالحبیب۔ مطبوعہ: المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور۔ سنِ اشاعت: ۱۹۹۲ء) [۱]

(۹)......’’اس کی حقیقت کو فقہاء نے خوب سمجھا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ التزام چاہے اعتقادی ہو یا عملی، دونوں کے لئے اِذن کی ضرورت ہے یعنی جس چیز کو شریعت نے لازم نہیں کیا اس کا التزام جائز نہیں، نہ اعتقاداً نہ عملاً اور التزامِ اعتقادی کا ناجائز ہونا تو ظاہر ہے لیکن ظاہراً صحتِ اعتقاد کے ساتھ عملی التزام میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی، اس کو فقہاء کیوں منع کرتے ہیں؟ سو واقعی فقہاء حکماء ہیں، اسرارِ شریعت کو خوب سمجھتے ہیں، بات یہ ہے کہ التزامِ عملی سے رفتہ رفتہ اعتقاد پر بھی اثر ہونے لگتا ہے، خصوص عام لوگوں کے اعتقاد پر اور اگر بالفرض نہ بھی ہو تو اس میں صورتاً شریعت کے ساتھ معارضہ ہے جیسا کہ التزامِ اعتقادی میں حقیقتاً معارضہ ہے، اس لیے وہ دونوں قسم کے التزام کو منع فرماتے ہیں، لیکن اس سے دوام کی ممانعت نہ سمجھی جائے‘‘ (خطباتِ حکیم الامت جلد۵، مواعظِ میلادُ النبی صفحہ۲۶۱ و۲۶۲، وعظ المورِدُ الفرخی فی المولد البرزخی۔ مطبوعہ: المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور۔ سنِ اشاعت: ۱۹۹۲ء) [۲]

---

[۱] اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
سو جہاں تک ان مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا اکثر عاملین کے عقائد یا اعمال میں غلو و افراط پایا گیا، سو بنا بر قاعدہ مذکورہ ان عاملین کے حق میں تو ان اعمال کے ممنوع کہنے میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں البتہ محتاط اور خوش عقیدہ کو اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ جس طرح ضررِ لازمی سے بچنا واجب ہے اسی طرح ضررِ متعدی سے بھی بچنا لازم ہے، اگر کسی شخص نے احتیاط کے ساتھ عمل کیا مگر دوسرے دیکھنے والے اس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی کرتے رہے، تو خود متعدی ہو جاتا ہے، اس لئے خوش عقیدہ محتاط کو بھی اس سے منع کیا جائے گا، یہ قاعدہ فقہ حنفی کا ہے، اس کے نظائر فقہ حنفی میں بکثرت پائے جاتے ہیں‘‘ (رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر صفحہ ۱۸ ناشر جامعہ خالد بن ولید خالد آباد ضلع وہاڑی پاکستان)

[۲] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک وعظ میں فرماتے ہیں:
تخصیصِ عملی اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں مُخَصِّص فی الاعتقاد کے ساتھ تشبہ ہے، دیکھنے والے یہ سمجھیں گے کہ یہ بھی اعتقاداً اس طاعت کو اس وقت کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہوگا............ اگر تم یہ کہو کہ ہمارا اعتقاد تو صحیح ہے تو ہم اس کا یہی جواب دیں گے کہ دیکھنے والوں کو کیا خبر کہ تمہارا اعتقاد کیسا ہے؟ وہ تو تخصیصِ عملی سے تخصیصِ اعتقادی ہی کا شبہ کریں گے، گو تمہارا اعتقاد صحیح ہے مگر دوسروں کو تمہاری تخصیص سے سَنَد لینے کا موقعہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۰)......حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ ایک مسئلہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

کبھی کبھی بلا اہتمام ایسا کرنا اگر چہ جائز ہے مگر آئندہ چل کر ایسی چیزیں بدعت کی حد تک پہنچ جاتی ہیں، ان کا اہتمام اور التزام ہونے لگتا ہے اور طرح طرح کی قیود کا اضافہ ہونے لگتا ہے، جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، یہ شریعت پر زیادتی ہے جس کا کسی کو کوئی حق نہیں، اس لیے ایسے امور سے اجتناب ضروری ہے (احسن الفتاویٰ، جلد ا صفحہ ۳۸۰، باب رد البدعات)

(۱۱)......حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ذکر بالجہر تو بقول حضرت مجدد الفِ ثانی زیادہ سے زیادہ رخصت ثابت کیا جا سکتا ہے اور بعض دیگر حضرات کی تحقیق سے مباح یا مستحب یا صرف جائز ثابت ہوتا ہے، اندریں حالات ایک رخصت یا مباح یا زیادہ سے زیادہ مستحب اور جائز کو ادا کرنے کے لئے واجب (مثلاً ترکِ بدعت، محمد رضوان) کو نظر انداز کر دینا فقہی طور پر کس طرح درست ہوگا'' (حکم الذکر بالجہر صفحہ ۲۱۱ و ۲۱۲۔ طباعت سوم ۱۴۱۷ھ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ملے گا، اور وہ تخصیصِ اعتقادی کے گناہ میں مبتلاء ہوں گے'' (خطبات حکیم الامت جلد ۵، مواعظِ میلادُ النبی صفحہ ۲۱۸ و ۲۱۹، وعظ نورُ النور، ملخصاً۔ مطبوعہ: المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور)

اور ایک جگہ حکیم الامت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''قیودِ مباحہ کے ساتھ جس کو نہ خود ضرر ہو، نہ اس کے فعل سے کسی اور کو ضرر ہو، خفیہ طور پر اس کی گنجائش دی گئی ہے، اس کو بھی چاہیے کہ ان قیود میں گاہ گاہ تغیر و تبدل کر دیا کرے، تاکہ کہیں سے اسی کے نفس میں، شاید دوسرے کے نفس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو جاوے، مگر پھر بھی اطلاق کا طریقہ افضل و مسنون ہے، کیونکہ اس طریق مباح ہی سے آخر خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں تو آئندہ بھی اندیشہ ہی ہے، اس لئے مقتضائے انتظام یہی ہے کہ ان قیود سے بالکل ہی احتیاط رکھے اور تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ قیود کی پابندی میں اگر ابتداء میں بالفرض خلوص بھی ہو مگر بعد میں چندے پھر اس کو نباہنے کے لئے کرنا پڑتا ہے اور نیت درست نہیں رہتی'' (اصلاحُ الرسوم صفحہ ۱۷۷، بابِ سوم، فصلِ دوم)

جب یہ حکم ان مباح قیود کے ساتھ خفیہ طریقہ پر کرنے کا ہے، جس سے نہ اپنے آپ کو ضرر ہو اور نہ دوسرے کو، تو غیر مشروع اور غیر مباح قیود کے ساتھ کسی عمل کو مجامع و مساجد اور محافل میں کرنے کا کیا حکم ہوگا، جس سے دوسروں کو ضرر ہوتا ہو؟ یہ ہر شخص بآسانی معلوم کر سکتا ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کے حوالہ جات پیش کر کے مروجہ مجالسِ ذکر کا جواز ثابت کرنا درست نہیں، کیونکہ ان مجالسِ ذکر کی حالت موجودہ مجالسِ ذکر سے مختلف تھی۔

علماء وصوفیاء میں کس کا قول راجح ہے؟

اگر کوئی اس بات کو تسلیم نہ کرے اور کسی طرح سے بعض بزرگوں سے مروجہ مجالسِ ذکر کے بعض یا کل اجزاء ثابت بھی کر دے، تب بھی یہ اصول اور قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر بالفرض صوفیائے کرام سے کسی ایسی چیز کا وجود ثابت ہو بھی جائے جو فقہائے کرام اور محقق علمائے کرام کے نزدیک ناجائز ہو تب بھی فقہاء وعلماء کے مؤقف کو صوفیائے کرام کے مؤقف اور عمل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، اور سلف وخلف فقہائے کرام سے مروّجہ مجالسِ ذکر کا ناجائز ہونا تفصیلاً ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۱)...... چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلافِ امر شرع کے فرماوے گا تو اس کا تسلیم کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہوگا، کیونکہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے، اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے'' (تذکرۃ الرشید ج۱ص۱۲۲)

(۲)...... اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۷۷ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

> ''اس میں ان رسوم کا ابطال ہے جو شریعت کے خلاف ہیں، گو مشائخ کی طرف منسوب ہوں، اور اگر وہ مشائخ محققین ہیں تو ان کی طرف منسوب کرنے کی تکذیب کریں گے یا کسی عذرِ صحیح پر محمول کریں گے'' (مسائلُ السلوک من کلام ملک الملوک یعنی مسائلِ تصوف قرآن کی روشنی میں، صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات لاہور)

(۳)...... دوسری جگہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۱ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''اس میں نصوص کے مقابلہ میں تقلید کرنے کی مذمت ہے، جیسا جاہلوں کی عادت ہے کہ جب رسومِ منکرہ سے منع کیا جائے تو اپنے مشائخ سے تمسُّک کرتے ہیں'' (مسائل

السلوک من کلام ملک الملوک یعنی مسائلِ تصوف قرآن کی روشنی میں، صفحہ ۲۲۷۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات لاہور)

(۴)......اور فرماتے ہیں:

''علماء کی اشد ضرورت ہے کہ انہی کے وجود باوجود پر دین کا دارومدار ہے، بلکہ صوفیاء سے زیادہ علماء کی ضرورت ہے کیونکہ ان ہی کی بدولت انتظامِ دین قائم ہے، ورنہ کسی کو احکامِ دین اوران کے حدود ہی کا پتہ نہ چلے، درویشی تو بعد کی چیز ہے'' (مآثرِ حکیم الامت صفحہ ۲۸۹، باب نمبر۱۴، بعنوان، علماء وصوفیاء کی قدر ومنزلت)

(۵)......نیز فرماتے ہیں:

صوفیہ کہتے ہیں کہ فعلِ مستحب کو کسی حال میں ترک نہ کیا جائے اور منکرات کی اصلاح کی جائے، اور علماء کہتے ہیں کہ بعض احوال میں منکرات کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک کہ خود بھی اس کو ترک نہ کیا جائے، اس لئے شیوعِ منکرات کے وقت وہ اس مستحب ہی کے ترک کا امر کرتے ہیں، جس کے ساتھ منکرات کا انہضام ہوا ہے، اوراس بارے میں رائے علماء کی مانی جائے گی، کیونکہ صوفیہ تو اہلِ شوق ہیں، ان کو دوسروں کے انتظام کی پرواہ نہیں، یعنی جو صوفیہ کہ محض صوفی ہوں، عالم محقق نہ ہوں اور علماء منتظم ہوتے ہیں اور منتظم کی رائے غیر منتظم کی رائے سے مقدم ہوتی ہے (خطباتِ حکیم الامت جلد۵ صفحہ ۱۸۵ ''مواعظِ میلادُ النبی'' وعظ نورُ النور۔ کذا فی اشرف الجواب صفحہ ۱۶۹، مکتبۃ الحسن لاہور)[1]

(۶)......ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''فقہاء رحمہم اللہ (دین کے حقیقت شناس ہیں اوراس کے آثارِ قریبہ وبعیدہ سب پر ان کی نظر محیط ہوتی ہے) محبت کے ہر اقتضاء پر عمل کی اجازت نہیں دیتے، بخلاف غیر محقق صوفیہ کے، کہ محبت کے آثارِ حالیہ (وقتی) کے غلبہ میں بعض اوقات اُن کی نظر سے آثارِ

[1] حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:
حضرت گنگوہی حضرت تھانوی، حضرت مدنی، حضرت شیخ الحدیث اور حضرت قاری محمد طیب رحمہم اللہ ایک ہی بات فرمارہے ہیں، کہ علمی اور فقہی مسائل میں فقہاء کی اتباع کی جائے گی، نہ کہ ان اولیاء اللہ کی جو فقیہ نہیں (تحقیقی نظر صفحہ ۱۹۸، ناشر مدرسہ خدام اہلسنت تعلیم القرآن لاہور، سن اشاعت ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء)

مآلیہ (آئندہ کے) غائب ہوجاتے ہیں، اسی لیے صوفیاء اورعلماء میں جب بعض اوقات نزاع ہوا ہے تو بعض اہلِ کشف کو رسول اللہ ﷺ کا گوشۂ خاطر علماء کی حمایت ورعایت کی طرف معلوم ہوا ہے............اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ نبوی میں علماء کی رعایت زیادہ ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ غیر محقق صوفیاء کی نظر صرف ایک پہلو پر ہے کہ اپنے جذبات پر عمل کر کے جی خوش کرلیا، جو بات معلوم ہوئی کہہ ڈالی اور علماء کی نظر صوفیاء کے جذبات کے ساتھ دوسروں کے جذبات پر بھی ہے کہ نظامِ اسلام میں فرق نہ آئے" (خطباتِ حکیم الامت جلد۵، مواعظِ میلادُ النبی صفحہ ۲۵۹و۲۶۰، وعظ المورِدُ الفرخی فی المولد البرزخی ـ مطبوعہ: المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور۔ سنِ اشاعت: ۱۹۹۲ء)

(۷)......حضرت علامہ ظفر احمد عثانی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وَاَمَّارُسُوْمُ الصُّوْفِيَّةِ مِنَ السَّمَاعِ وَالْاَعْرَاسِ وَالْحَلَقَاتِ وَنَحْوِهَا فَلَا يُعْبَأُ بِهَا (اعلاء السنن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲۶، کتاب الذکر والدعاء)

ترجمہ: صوفیاء کی رسوم جیسے سماع، عرس اور حلقے اوران جیسی دوسری رسمیں قابلِ اعتبار نہیں ہیں (ترجمہ ختم)

(۸)......حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"یہ بات طے شدہ ہے کہ اجتہاد کے لئے چند نہایت ضروری شرطیں ہیں جن میں وہ نہ پائی جاسکیں، اُن کی بات ہرگز حجت نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح محض صوفیوں کی باتیں بھی شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، اِلَّا یہ کہ وہ شریعت کے موافق ہوں، چنانچہ علامہ قاضی ابراہیم الحنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ فی حدود ۱۰۰۰ھ) لکھتے ہیں:

اور جو عابد و زاہد اہلِ اجتہاد نہیں، وہ عوام میں داخل ہیں، ان کی بات کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہاں اگر ان کی بات اُصول اور معتبر کتابوں کے مطابق ہو تو پھر اس وقت معتبر ہوگی (نفائس الاظہار ترجمہ مجالس الابرار ص ۱۲۷)" (راہِ سنت صفحہ ۶۱، بابِ اوّل)

(۹)......ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"حضراتِ صوفیاء کرام کی ایسی باتیں خود قابلِ تاویل ہوں گی، مثلاً اس جہر سے ادنیٰ

جہر مراد لی جائے، یا تعلیم کی خاطر ہو اور اگر تاویل نہ ہو سکی تو ان کو معذور سمجھتے ہوئے ان کا قول ترک کر دیا جائے گا، نہ یہ کہ ان پر مذہب کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے، مذہب کی بنیاد تو قرآن کریم وحدیث شریف اور حضراتِ ائمہ قضاء اور خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بات اور فقہ حنفی کی مستند ترین کتابوں پر ہی رکھی جا سکتی ہے (حکم الذکر بالجہر صفحہ ۱۹۷ و ۱۹۸، بابِ دہم، طباعتِ سوم ۱۴۱۷ھ)

(۱۰)......مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''مذکورہ تنبیہات سے بعض حضرات کے اس اشکال یا استدلال کا جواب بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ بعض خانقاہوں میں اجتماعی ذکر اور درود شریف کی مجالس ہوتی تھیں، ہم ان حضرات کے بارے میں سوءِ ظن نہیں رکھتے لیکن ہمارے سامنے جو دلائل ہیں اور حضرت سید احمد شہید اور اکابرِ دیوبند کا جو مسلک وطریقہ ہے اس کی روشنی میں ہم ان کے طرزِ عمل کو مرجوح یا مؤول خیال کرتے ہیں'' (فقہی مضامین باب نمبر ۱۰ صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی اشاعت ۲۰۰۶ء، ومروّجہ مجالسِ ذکر ودرود کی شرعی حیثیت، صفحہ ۲۴۔ مطبوعہ: ادارہ تعلیماتِ دینیہ لاہور)

(۱۱)......مزید فرماتے ہیں:

''جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اجتماعی ذکر خواہ سری ہو یا جہری اصل اعتبار سے بدعت ومکروہ ہے اور اس کے جواز کے لئے شریعت میں کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے عدمِ جواز پر نص موجود ہے تو اس سے بعض حضرات کا یہ توہّم دُور ہو جانا چاہیے کہ ہم یہ مجالس فرض وواجب یا سنت سمجھ کر نہیں کرتے، کیونکہ پھر وہ اس کو مستحب یا مباح تو ضرور خیال کرتے ہیں، حالانکہ مستحب ومباح تو وہ ہوتا ہے جس کے جواز پر شرعی دلیل موجود ہو اور یہ بھی کچھ محتاط قسم کے لوگوں کا معاملہ ہو سکتا ہے ورنہ تو جیسا کہ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے، عام لوگ اس کو سنت ہی اعتقاد کرتے ہیں، بایں معنیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے (بلکہ اب تو خواص بھی اس کو سنت

ومستحب اور صحابہ کا طریقہ سمجھتے ہیں اسی لیے تو وہ اپنے مروَّجہ عمل پر احادیث وروایات اور حضور علیہ ﷺ کے عمل کو پیش کرتے ہیں اور ان مجالس کے مستحب ومسنون ہونے پر دلائل قائم کرتے ہیں۔ناقل) تو اس میں کتنا بڑا مفسدَہ ہے کہ ایک امرِ مکروہ اور بدعت کو سنت اعتقاد کیا جارہا ہے۔حالانکہ کسی مباح یا سنتِ زائدہ کو سنتِ مقصودہ اعتقاد کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مباح اور سنتِ زائدہ کو علی الوجوب ترک کردیا جائے تو مکروہ وبدعت میں ایسا اعتقاد تو بطریقِ اولیٰ ترک کا موجِب ہوگا'' (فقہی مضامین باب نمبر ۱۰صفحہ ۱۴۰مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام کراچی اشاعت ۲۰۰۶ء، ومروَّجہ مجالسِ ذکرودرود کی شرعی حیثیت، صفحہ ۲۰و۲۱)

آخر میں اس سلسلہ میں قولِ فیصل کے طور پر شیخُ الشیوخ اور رہبرِ علماء وصوفیاء ''حضرت مجددالفِ ثانی رحمہ اللہ'' کے چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱۲)......حضرت موصوف رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جن میں صوفیاء وعلماء کا باہم اختلاف ہے جب اچھی طرح غور اور ملاحظہ کیا جاتا ہے تو حق بجانبِ علماء معلوم ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظر نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے اور صوفیاء کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک ہی محدود ہے پس وہ علم جو نبوت کی مشکوٰۃ سے حاصل کیا جاوے وہ بالضرور اس علم سے جو مرتبۂ ولایت سے اخذ کیا جاوے کئی درجے بہتر اور حق ہوگا'' (مکتوباتِ امام ربانی جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶ دفترِ اول حصہ چہارم ص ۵۲۰، ۵۲۱)

(۱۳)......نیز فرماتے ہیں:

''اور صوفیاء کا عمل حلال وحرام ہونے میں سند نہیں ہے کیا یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کردیں اس جگہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ (جیسے فقہاء) کا قول معتبر ہے نہ کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ اور حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ

(جیسے صوفیاء) کا عمل۔

اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص وسرور کو اپنا دین وملت بنالیا ہے اور اسی کو طاعت وعبادت سمجھ لیا ہے، اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَھْوًا وَّلَعِبًا (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو ولعب کو اپنا دین بنالیا ہے)'' (مکتوباتِ امام ربانی جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶ دفترِ اول حصہ چہارم ص ۵۳۷)

(۱۴)......ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہّات یعنی بے ہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے، اور حق تعالیٰ کے غیر کو حق تعالیٰ نہ جاننا چاہیے، مانا کہ یہ لوگ خطا کار مجتہد کی طرح معذور ہیں۔ اور خطا کار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں۔ لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے، کاش کہ مجتہدِ مخطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے۔ اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس واجتہاد اصولِ شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ برخلاف (صوفیاء کے) کشف اور الہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہے اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی آراء کے موافق ڈھونڈنا چاہیے۔ اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہ کرنی چاہیے۔ اور حسنِ ظن کے ساتھ ان پر طعن کرنے سے لب باندھنے چاہئیں۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات (یعنی صوفیاء کی ایسی باتیں جو کسی خاص حالت کے غلبہ کی وجہ سے اُن سے سرزد ہوتی ہیں) سے جاننا چاہیے اور ظاہر سے اس کو پھیرنا چاہیے'' (مکتوباتِ امام ربانی، جلد اول مکتوب نمبر ۲۷۲ دفترِ اول حصہ پنجم ص ۵۵۶)

(۱۵)......حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ کے اس ارشاد کو نقل فرما کر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کو نقل کر کے ہم اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

’’لہٰذا ہم تو بحمد اللہ تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اس بہترین اور سُنہرے مشورے اور نصیحت پر عمل کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اور حضراتِ صوفیاء کرام پر طعن سے بچتے ہوئے عدمِ ذکر بالجہر میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فتویٰ و (جماعتی ذکر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے۔ ناقل) ارشاد کو حق اور صحیح سمجھتے ہیں، یار لوگ اپنے لئے جس رائے کو بہتر سمجھتے ہیں، اختیار کرلیں ع

’’وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ‘‘ (حکم الذکر بالجہر ص ۲۰۷)

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء اور صوفیاء میں اختلافِ رائے کے وقت شریعت کے احکام میں فقہائے کرام وعلمائے عظام کی رائے کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

پس فقہائے کرام وعلمائے عظام کے فتاویٰ کی روشنی میں جب مروجہ مجالسِ ذکر کا ناجائز ہونا معلوم ہوگیا تو بعض صوفیائے کرام سے بالفرض ان کا ثبوت مل بھی جائے، تب بھی ان کے ناجائز ہونے کا حکم ہی راجح ہوگا۔

اور ان کے مقابلہ میں صوفیائے کرام کے قول کو مؤول یا مرجوح قرار دیا جائے گا۔ [1]

---

[1] وان الصوفية الذين نسبت اليهم الطريقة مجمعون علىٰ تعظيم الشريعة ،مقيمون علىٰ متابعة السنة غيرمخلين بشيء من آدابهاابعدالناس عن البدع واهلهاولذالك لانجد منهم من ينسب الىٰ فرق من الفرق الضالة ولامن يميل الىٰ خلاف السنة واكثرمن ذكرمنهم علماء وفقهاء ومحدثون وممن يؤخذعنه الدين اصولاًوفروعاًومن لم يكن كذالك فلابدمن ان يكون فقيهاًفى دينهٖ بمقداركفايتهٖ .وهم كانوااهل الحقائق والمواجد والاذواق والاحوال والاسرار التوحيدية فهم الحجة لناعلىٰ كل من ينتسب الىٰ طريقهم ولايجرى علىٰ مناهجهم ،بل يأتى ببدع محدثات ،وأهواء متبعات،وينسبهااليهم تأويلاًعليهم من قول محتمل اوفعل من قضاياالاحوال اواستمساكابمصلحة شهدالشرع بالغائها،اوماشبه ذالك ،فكثيراًماترى المتأخرين ممن يتشبه بهم ،يرتكب من الاعمال مااجمع الناس علىٰ فساده شرعاً،ويحتج بحكايات هى قضايااحوال ،ان صحت لم يكن فيهاحجة ،لوجوه عدة ،ويترك من كلامهم واحوالهم ماهوواضح فى الحق الصريح والاتباع الصحيح شأن من اتبع من الادلة الشرعية ماتشابه بها(الاعتصام ،ج ا ، الباب الثانى فى ذم البدع وسوء منقلب اهلها،فصل الوجه الخامس ، صفحه ۶۹)

اگر اب بھی کوئی شبہ باقی ہو تو!

یہ مضمون فیمابینہٗ وبین اللہ نیک نیتی کے ساتھ اصلاح کی خاطر دلائل اور فقہائے کرام و اکابرِ عظام کی تصریحات کے ساتھ مفصّل انداز میں تحریر کیا گیا ہے، اگر اس کے باوجود بھی کسی کو اس پر شکوک شبہات ہوں، اور فیصلہ کرنا دشوار ہو تو اسے درجِ ذیل قواعد و اصول ملاحظہ کر لینا چاہئیں:

(۱)......حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر حق تعالیٰ نے نظرِ انصاف بخشی تو سب واضح ہے، ورنہ تاویل و شبہات کو بہت کچھ گنجائش ہے، مذاہبِ باطلہ کی اہلِ حق نے بہت کچھ تردید کی مگر قیامت تک بھی ان کے شبہات تمام نہ ہوں گے'' (تذکرۃ الرشید ج۱ ص۱۲۸)

جیسا کہ آج بدعت کے مرتکبین کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں، اور مختلف شبہات پیدا کر کے حقائق کا انکار کر رہے ہیں۔

(۲)......اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہر عاقل جان سکتا ہے، اگر کوئی جاہل قواعدِ شرعیہ سے اتنا ہی سمجھ لیوے، کہ اس فعل کے بدعتِ سیئہ اور حسنہ ہونے میں خلاف ہو، تو ترک ہی مناسب اور احوط ہے، کیونکہ یہ فعل مندوب ہی ہے، واجب تو نہیں، تو یہی کافی ہے متدین کو تو، مگر جس کے دل میں بدعت مشرب ہو، اس کا کیا علاج؟ چہ جائیکہ یہاں ادلہ اربعہ سے اس مروج کی ضلالت ثابت ہو چکی، بہر حال اس ھیئتِ کذائیہ میں طریقہ صحابہ کا حسبِ ارشادان احادیث کے میزان ہے، جس کا طریقہ اور قول وضعِ صحابہ سے موافق ہے، وہی حق ہے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۷۱، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

اور صحابۂ کرام سے اس ھیئتِ کذائیہ کے ساتھ مجالسِ ذکر کا منعقد نہ ہونا بلکہ ان پر نکیر کا ہونا بتلایا جا چکا ہے۔

(۳)......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہوجائے تو ترکِ سنت فعلِ بدعت سے بہتر ہے (البحر الرائق جلد۲ صفحہ۲۱، اور رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۶۴۲) میں ہے:

اِذَاتَرَدَّدَالْحُکْمُ بَیْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ کَانَ تَرْکُ السُّنَّةِ رَاجِحًاعَلٰی فِعْلِ الْبِدْعَةِ

ترجمہ: جب کسی حکم میں تردد ہوجائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟ تو سنت کا ترک کردینا بہ نسبت بدعت کرنے کے راجح ہے۔

اس قاعدے سے ان تمام اُمور کا حکم معلوم ہوجاتا ہے جن کے سنت اور بدعت ہونے میں اختلاف ہو۔ بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض بدعت'' (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، حصہ اول صفحہ ۱۲۰)

(۴)......حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سابق پیش کردہ دلائل سے بحمد اللہ تعالیٰ سنت اور بدعت کی حقیقت اور اس کا حکم واضح سے واضح تر ہوگیا ہے۔ لیکن اگر بالفرض کسی کوڑ مغز اور کم فہم کو اشتباہ باقی رہے یا عوامُ الناس جو اس قسم کے مسائل میں فریقین کے دلائل کا موازنہ کرکے صحیح رائے قائم کرنے سے قاصر ہوں تو ان کے لئے صحیح راہِ عمل صرف یہی ہے کہ وہ ایسے مشکوک اور مشتبہ کام کے پاس ہی نہ جائیں، اور اگر کسی چیز کے بدعت اور سنت یا مستحب اور مباح ہونے میں شبہ ہو تو اس سے بچنا ہی ان کے لئے صحیح راہِ عمل ہے، اور باتّفاقِ علماء ان کے لئے یہی طریقہ صحیح رہنمائی کے لئے بالکل کافی ہے'' (راہِ سنت صفحہ ۱۵۴، باب ششم)

(۵)......اور حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''برتقدیرِ تعارض ادلۂ کراہت وادلۂ اباحت ترجیح جانبِ کراہت راہست کہ رعایتِ احتیاط دران است چنانچہ مقرر اہلِ اصولِ فقہ است''

(مکتوبات صفحہ ۸۰، دفترِ اوّل حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۲۸۸)

ترجمہ: جب کراہت اور اباحت کی دلیلیں آپس میں متعارض ہوں تو ترجیح کراہت کو ہوگی کیونکہ احتیاط کا پہلو اسی میں ملحوظ رہ سکتا ہے، چنانچہ اصولِ فقہ والوں کے یہاں

یہ طے شُدہ بات ہے۔

(۶)......ایک مقام پر حضرت مجددالفِ ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جہان کا جہان دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے، کس کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت کا دَم مارے؟ یا کسی سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔ اس دور کے اکثر علماء بدعات کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں، جو بدعتیں چاروں طرف پھیل گئی ہیں ان کو مخلوق کا تعامل سمجھ کر ان کے جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور بدعات کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں'' (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۵۴)

(۷)......اور علامہ شاطبی رحمہ اللہ مروجہ اجتماعی ذکر کے مفصل و مدلل رد کے بعد فرماتے ہیں:

فَمَنْ طَلَبَ خَلَاصَ نَفْسِهٖ تَثَبَّتُ حَتّٰی يَتَّضِحَ لَهُ الطَّرِيْقَ وَمَنْ تَسَاهَلَ رُمَّتَهُ اَيْدِی الْهَوٰی فِیْ مَعَاطِبٍ لَامَخْلَصَ لَهُ مِنْهَا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ (الاعتصام، الجزء الاول ص ۱۹۳، الباب الرابع فی ماخذاھل البدع بالاستدلال)

خاتمۂ کلام

مذکورہ تمام تر تفصیل کے بعد ہماری بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وسنت اور فقہ کے دلائل وقواعد اور اکابر کی تصریحات کی روشنی میں مروّجہ اجتماعی ذکر کی مجالس (جن میں ذکر کے لئے جمع ہونے کا اہتمام اور مخصوص ذکر کا التزام ہوتا ہے) جائز نہیں اور ان مجالس کے جواز کے متعلق جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ شرعی نقطۂ نظر سے مروّجہ مجالسِ ذکر کے جواز کے لئے ناکافی ہیں۔

اور ہمارے فقہاء واکابر نے ان دلائل کے شافی جواب بیان فرمادیئے ہیں۔

اور بہر حال احتیاط وعافیت کا راستہ یہی ہے کہ ذکر اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے طور پر قیودات سے بچ کر ذکر اللہ کی ترغیب دی جائے۔

اور ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل پر ہی موقوف ہے۔

عربی عبارات

﴿عبارات نمبر1﴾

......ويؤخذ من هذه العبارة أيضاً أن تلك الجلسة لم يكن فيها صحابى واحد، ولا أحد من كبار التابعين، وهذا صريح من كلام الراوى، ويؤيد ذلك قوله :(رأينا عامة أولئك الحِلَق يطاعنونا يوم النهروان مع الخوارج)، ومعلوم أن الخوارج لم يكن فيهم صحابى واحد.

قول عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ :(والذى نفسى بيده إنكم لعلى ملة هى أهدى من ملة محمد أو مفتتحوا باب ضلالة)، وهنا حصر tالحكم على هذا الفعل الحادث، فى نتيجتين :
أحدهما :أن يكونوا على ملة هى أهدى من ملة محمد .والثانية :أن يكونوا مفتتحى باب ضلالة.

ولعل هذا الحصر يذكرنا بقول النبى من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد، فما أجملها من عبارة، تشرح هذا الحديث شرحاً وافياً.ولذلک كانت النتيجة الثانية هى المتحتمة.

ولو نظرنا إلى ما أنكره عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ لوجدنا أن ما اجتمع عليه هؤلاء هو نوع من الذكر المشروع فى أدبار الصلوات، وهو التسبيح ثلاثاً وثلاثين، والتحميد ثلاثاً وثلاثين، والتكبير ثلاثاً وثلاثين، وهذا فى حد ذاته سنة مشروعة فى أدبار الصلوات، فلماذا أنكر عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ هذا الفعل بهذه الطريقة؟

الجواب :أن كل هذا الإنكار الشديد كان لمجرد الصفة المبتدعة فى الذكر، حيث كان جماعياً وكان يُستعان فيه بالحصى، مما لم يُعهد على عهد النبى ﷺ ولا عهد أبى بكر وعمر .ونقول :هذا فِعْلُ عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ لما رأى ذلک، فما بالک لو رأى هذا الفعلَ عمرُ بن الخطاب رضی اللہ عنہ، لا أظن أن الدرة العُمَرية سوف ترتاح ذلک اليوم، مما ستفريه فى ظهور أولئک.

وعلى هذا تكون هذه البدعة بدعةً إضافية، وليست بدعة حقيقيةً، والفرق بينهما أن البدعة الحقيقية ليس لها أصل فى الشرع البتة، وأن البدعة الإضافية كان لها أصل فى الشرع، ولكنها صارت بدعة لما أُضيفَ إليها من صفة غير شرعية، أو تحديد بزمان أو تحديد بمكان، أو غير ذلک .فكيف يكون حال إنكار الصحابة لو رأوا بدعة حقيقية ما أنزل الله بها من سلطان، أترک الإجابة للقارء الكريم.

وثمة فائدة من قولهم :(والله يا أبا عبد الرحمن ما أردنا إلا الخير)، أن إرادة الخير وحب الخير _كل الخير _من حب الله وحب رسوله ﷺ وحب أنبيائه وحب صحابة رسوله _ كل هذا الحب وهذه الإرادة الطيبة _لم تشفع لهم عند عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ، وهذا هو المنهج الصحيح تجاه البدع.

وقوله ﷺ :(إن رسول الله ﷺ حدثنا أن قوماً يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم، وايم الله ما أدری لعل أكثرهم منكم)، يدل على أن إساءة الظن بأهل البدع فی محلها، فإن عاقبتهم إلى هلاک فی الدنيا والآخرة وسواد الوجوه وظلمتها لاحقٌ بهم فی الدنيا والآخرة، ولذلک قال المفسرون فی قوله تعالى :(يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ) (آل عمران ۱۰۶) ، قالوا :تبيض وجوه أهل السنة وتسود وجوه أهل البدعة .

وثمة فائدة من قول عمرو بن سلمة :(رأينا عامة أولئک الحِلَق يطاعنونا يوم النهروان مع الخوارج)، وهی سوء عاقبة أهل البدع من ناحية القَدَرِ، وأنهم فی الغالب يكونون بلاءً وشراً على الأمة الإسلامية بعامة، والله المستعان (خبر انكار عبدالله بن مسعود رضی الله عنه بالذكر الجماعی، لأشرف بن عبد الحميد بارقعان)

...... والبدعة :عبارة عن فعل لم يكن فابتدع والأغلب فی المبتدعات أنها تصادم الشريعة بالمخالفة وتوجب التعاطی عليها بزيادة أو نقصان فان ابتدع شیء لا يخالف الشريعة ولا يوجب التعاطی عليها فقد كان جمهور السلف يكرهونه وكانوا ينفرون من كل مبتدع وإن كان جائزا حفظا للأصل وهو الاتباع وقد قال زيد بن ثابت لأبی بكر وعمر رضی الله عنهما حين قالا له اجمع القرآن كيف تفعلان شيئا لم يفعله رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وأخبرنا محمد بن علی بن أبی عمر قال أخبرنا علی بن الحسين نا ابن شاذان نا أبو سهل نا أحمد البرنی ثنا أبو حذيفة ثنا سفيان عن ابن عجلان عن عبد الله بن أبی سلمة أن سعد بن مالک سمع رجلا يقول لبيک ذا المعارج فقال ما كنا نقول هذا على عهد رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وأخبرنا محمد بن أبی القاسم بإسناد يرفعه إلى أبی البحتری قال أخبر رجل عبد الله بن مسعود أن قوما يجلسون فی المسجد بعد المغرب فيهم رجل يقول كبروا الله كذا وكذا وسبحوا الله كذا وكذا واحمدوا الله كذا وكذا قال عبد الله فإذا رأيتهم فعلوا ذلک فأتنی فأخبرنی بمجلسهم فأتاهم فجلس فلما سمع ما يقولون قام فأتى ابن مسعود فجاء وكان رجلا حديدا فقال أنا عبد الله بن مسعود والله الذی لا إله غيره لقد جئتم ببدعة ظلما ولقد فضلتم أصحاب محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ علما فقال عمرو بن عتبة أستغفر الله فقال عليكم بالطريق فالزموه ولئن أخذتم يمينا وشمالا لتضلن ضلالابعيدا (تلبيس ابليس ،الباب الثانی فی ذم البدع والمبتدعين)

......إن قوما يقرء ون القرآن ، لا يجاوز تراقيهم ، يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية . "قال الألباني في "السلسلة الصحيحة 5 "/: 11 أخرجه الدارمي (1 / 69 - 68) ، و بحشل في "تاريخ واسط "(ص - 198تحقيق عواد) من طريقين عن عمر بن يحيى بن عمرو بن سلمة الهمداني قال :حدثني أبي قال :حدثني أبي قال " :كنا نجلس على باب عبد الله بن مسعود قبل صلاة الغداة ، فإذا خرج مشينا معه إلى المسجد ، فجاء نا أبو موسى الأشعري ، فقال : أخرج إليكم أبو عبد الرحمن بعد ؟ قلنا :لا ، فجلس معنا حتى خرج ، فلما خرج قمنا إليه جميعا ، فقال له أبو موسى :يا أبا عبد الرحمن !إني رأيت في المسجد آنفا أمرا أنكرته ، و لم أر و الحمد لله إلا خيرا ، قال :فما هو ؟ فقال :إن عشت فستراه ، قال :رأيت في المسجد قوما حلقا جلوسا ، ينتظرون الصلاة ، في كل حلقة رجل ، و في أيديهم حصى ، فيقول :كبروا مائة ، فيكبرون مائة ، فيقول هللوا مائة ، فيهللون مائة ، و يقول سبحوا مائة ، فيسبحون مائة ، قال :فماذا قلت لهم ؟ قال :ما قلت لهم شيئا انتظار رأيك ، قال :أفلا أمرتهم أن يعدوا سيئاتهم ،و ضمنت لهم أن لا يضيع من حسناتهم شيء ؟ ثم مضى و مضينا معه ، حتى أتى حلقة من تلك الحلق ، فوقف عليهم ، فقال : ما هذا الذي أراكم تصنعون ؟ قالوا :يا أبا عبد الرحمن !حصى نعد به التكبير و التهليل و التسبيح ، قال :فعدوا سيئاتكم فأنا ضامن أن لا يضيع من حسناتكم شيء ، و يحكم يا أمة محمد !ما أسرع هلكتكم ! هؤلاء صحابة نبيكم صلى الله عليه وسلم متوافرون ، و هذه ثيابه لم تبل ، و آنيته لم تكسر ، والذي نفسي بيده إنكم لعلى ملة هي أهدى من ملة محمد ، أو مفتتحوا باب ضلالة ؟ ! قالوا والله :يا أبا عبد الرحمن !ما أردنا إلا الخير ، قال :و كم من مريد للخير لن يصيبه ، إن رسول الله صلى الله عليه وسلم حدثنا :(فذكر الحديث) ، وايم الله ما أدري لعل أكثرهم منكم !ثم تولى عنهم ، فقال عمرو بن سلمة :فرأينا عامة أولئك الحلق يطاعنونا يوم النهروان مع الخوارج " قلت :و السياق للدارمي و هو أتم ، إلا أنه ليس عنده في متن الحديث " :يمرقون ...من الرمية " .و هذا إسناد صحيح ، إلا أن قوله " :عمر بن يحيى "أظنه خطأ من النساخ ، و الصواب " : عمرو بن يحيى "، و هو عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة ابن الحارث الهمداني كذا ساقه ابن أبي حاتم في كتابه "الجرح و التعديل "(3 / 1 / 269) ، و ذكر في الرواة عنه جمعا من الثقات منهم ابن عيينة ، و روى عن ابن معين أنه قال فيه " :صالح . "و هكذا ذكره على الصواب في الرواة عن أبيه ، فقال (4 / 2 / 176) " : يحيى بن عمرو بن سلمة الهمداني ، و يقال :الكندي .روى عن أبيه روى عنه شعبة و الثوري و المسعودي و قيس بن الربيع و ابنه عمرو بن يحيى . "و لم يذكر فيه جرحا و لا تعديلا ، و يكفي في تعديله رواية شعبة عنه ، فإنه كان ينتقي الرجال الذين كانوا يروى عنهم ، كما هو مذكور في ترجمته ، و لا يبعد أن يكون في "الثقات "لابن حبان ، فقد

أورده العجلي في "ثقاته" و قال " :كوفي ثقة . "و أما عمرو بن سلمة ، فثقة مترجم في " التهذيب "بتوثيق ابن سعد ، و ابن حبان (5 / 172) ، و فاته أن العجلي قال في "ثقاته "(364 / 1263) " : كوفي تابعي ثقة . "و قد كنت ذكرت في "الرد على الشيخ الحبشي "(ص 45) أن تابعي هذه القصة هو عمارة بن أبي حسن المازني ، و هو خطأ لا ضرورة لبيان سببه ، فليصحح هناك .و للحديث طريق أخرى عن ابن مسعود في "المسند "(1 / 404) ، و فيه الزيادة ، و إسنادها جيد ، و قد جاء ت أيضا في حديث جمع من الصحابة خرجها مسلم في "صحيحه "(3 / 117 - 109) . و إنما عنيت بتخريجه من هذا الوجه لقصة ابن مسعود مع أصحاب الحلقات ، فإن فيها عبرة لأصحاب الطرق و حلقات الذكر على خلاف السنة ، فإن هؤلاء إذا أنكر عليهم منكر ما هم فيه اتهموه بإنكار الذكر من أصله !و هذا كفر لا يقع فيه مسلم في الدنيا ، و إنما المنكر ما ألصق به من الهيئات و التجمعات التي لم تكون مشروعة على عهد النبي صلى الله عليه وسلم ، و إلا فما الذي أنكره ابن مسعود رضي الله عنه على أصحاب تلك الحلقات ؟

ليس هو إلا هذا التجمع في يوم معين ، و الذكر بعدد لم يرد ، و إنما يحصره الشيخ صاحب الحلقة ، و يأمرهم به من عند نفسه ، و كأنه مشرع عن الله تعالى * !(أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله . *(زد على ذلك أن السنة الثابتة عنه صلى الله عليه وسلم فعلا و قولا إنما هي التسبيح بالأنامل ، كما هو مبين في "الرد على الحبشي "، و في غيره .و من الفوائد التي تؤخذ من الحديث و القصة ، أن العبرة ليست بكثرة العبادة و إنما بكونها على السنة ، بعيدة عن البدعة ، و قد أشار إلى هذا ابن مسعود رضي الله عنه بقوله أيضا " :اقتصاد في سنة ، خير من اجتهاد في بدعة . "و منها :أن البدعة الصغيرة بريد إلى البدعة الكبيرة ، ألا ترى أن أصحاب تلك الحلقات صاروا بعد من الخوارج الذين قتلهم الخليفة الراشد علي بن أبي طالب ؟ فهل من معتبر ؟ !(السلسة الصحيحة للالباني تحت حديث رقم ۲۰۰۵)

﴿عبارات نمبر 2﴾

...... فكان مظاهرلي في هٰذاالجواب ان ماذكرهٗ في مجالس الذكرصحيح اذاكان علىٰ حسب مااجتمع عليه السلف الصالح فانهم كانوايجتمعون لتدارس القرآن فيمابينهم حتى يتعلم بعضهم من بعض ويأخذبعضعهم من بعض فهومجلس من مجالس الذكر التي جاء في مثلهامن حديث ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى ﷺ "مااجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونهٗ بينهم الانزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفت بهم الملا ئكة وذكرهم الله في من عندهٗ" وهوالذى فهمهٗ الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم من

الاجتماع علیٰ تلاوۃ کلام اللہ ،وکذالک الاجتماع علی الذکرفانۂ اجتماع علیٰ ذکراللہ ففی روایۃ اُخریٰ انۂ قال "لایقعدقوم یذکرون اللہ الاحفتهم الملائکة "الحدیث المذکورلاالاجتماع للذکرعلیٰ صوت واحد واذااجتمع القوم علی التذکرلنعم اللہ اوالتذاکرفی العلم ان کانواعلماء اوکان فیهم عالم فجلس الیهم متعلمون اواجتمعوا یذکربعضهم بعضابالعمل بطاعة اللہ والبعد عن معصیتہٖ وماشبه ذالک مماکان یعمل بہٖ رسول اللہ ﷺ فی اصحابہٖ وعمل بہ الصحابة والتابعون فھٰذه مجالس کلهامجالس ذکروهی التی جاء فیهامن الاجرماجاء ،

کمایحکیٰ عن ابن ابی لیلیٰ انه سئل عن القصص ،فقال :ادرکت اصحاب محمد ﷺ یجلسون ویحدث هذابما سمع وهٰذابما سمع ،فاما ان یجلسوا خطیبا فلا،وکان کالذی نراه معمولاً به فی المساجد من اجتماع الطلبة علی معلم یقرئهم القرآن اوعلما من العلوم الشرعیة ،اوتجتمع الیه العامة فیعلمهم امردینهم ویذکرهم باللہ ویبین لهم سنة نبیهم لیعلموابها ویبین لهم المحدثات التی هی ضلالة لیحذروا منها ،ویتجنبوا مواطنهاوالعمل بها.

فهذه مجالس الذکر علی الحقیقة وهی التی حرمها اللہ اهل البدع من هؤلاء الفقراء،الذین زعموا انهم سلکوا طریق التصوف ،وقل ماتجد منهم من یحسن قراء ة الفاتحة فی الصلاة الا علی اللحن ،فضلاعن غیرها،ولایعرف کیف یتعبد ولا کیف یستنجی اویتوضأ اویغتسل من الجنابة،وکیف یعلمون ذالک وهم قد حرموا مجالس الذکر التی تغشاها الرحمة ، وتنزل فیها السکینة ،وتحف بها الملائکة فبانطماس هذالنور عنهم ضلوا،فاقتدوا بجهال امثالهم،واخذوایقرأون الاحادیث النبویة والآیات القرآنیة فینزلونها علی آرائهم،لاعلی ماقال اهل العلم فیها،فخرجواعن الصراط المستقیم،الی ان یجتمعوا ویقرأ احدهم شیئا من القرآن یکون حسن الصوت طیب النغمة جید التلحین تشبه قراء ته الغناء المذموم،ثم یقولون :تعالوانذکراللہ فیرفعون اصواتهم یمشون ذالک الذکرمداولة،طائفة فی جهة، وطائفة فی جهة اخریٰ،علی صوت واحد یشبه الغناء،ویزعمون ان هذا من مجالس الذکر المندوب الیها ،وکذبوا،فانه لوکان حقا لکان السلف الصالح اولیٰ بادراکه وفهمه والعمل به ،والا فاین فی الکتاب او فی السنة الاجتماع للذکر علی صوت واحد جهراعالیا؟ وقد قال تعالیٰ﴿ادعوا ربکم تضرعاوخفیة انه لایحب المعتدین﴾والمعتدون فی التفسیر هم الرافعون اصواتهم بالدعاء.

وعن ابی موسیٰ قال: کنامع رسول اللہ ﷺ فی سفر فجعل الناس یجهرون بالتکبیر،فقال

النبی ﷺ اربعوا علی انفسکم ،انکم لاتدعون اصم ولاغائباانکم تدعون سمیعا قریبا، وھو معکم،وھذا الحدیث من تمام تفسیر الآیۃ،ولم یکونوا رضی اللہ عنھم یکبرون علی صوت واحد،ولکنہ نھاھم عن رفع الصوت لیکونوا ممتثلین للآیۃ،وقد جاء عن السلف ایضا النھی عن الاجتماع علی الذکر ،والدعاء بالھیئۃ التی یجتمع علیھا ھؤلاء المبتدعون وجاء عنھم النھی عن المساجد المتخذۃ لذالک،وھی الربط التی یسمونھا بالصفۃ،ذکر من ذالک ابن وھب وابن واضح وغیرھمامافیہ کفایۃ لمن وفقہ اللہ.

فالحاصل من ھؤلاء انھم حسنواالظن بانھم فیما ھم علیہ مصیبون ،واساء وا الظن بالسلف الصالح اھل العمل الراجح الصریح،واھل الدین الصحیح ،ثم لما طالبھم لسان الحال بالحجۃ اخذواکلام المجیب وھم لایعلمون،وقالوہ مالایرضی بہ العلماء،وقد بین ذالک فی کلام آخر اذسئل عن ذکر فقراء زماننا،فاجاب بان مجالس الذکر المذکورۃ فی الاحادیث انھاھی التی یتلی فیھا القرآن ،والتی یتعلم فیہ العلم والدین،والتی تعمر بالعلم والتذکیر بالآخرۃ والجنۃ والنار،کمجالس سفیان الثوری،والحسن،وابن سیرین،واضرابھم واما مجالس الذکر اللسانی فقد صرح بھافی حدیث الملائکۃ السیاحین ،لکن لم یذکر فیہ جھرا بالکلمات ،ولارفع اصوات ،وکذالک غیرہٗ،لکن الاصل المشروع اعلان الفرائض واخفاء النوافل،واتی بالآیۃ وبقولہ تعالیٰ﴿اذ نادی ربہ نداء خفیا﴾وبحدیث اربعوا علی انفسکم،قال:وفقراء الوقت قدتخیروا بآیات ،وتمزوا باصوات،ھی الی الاعتداء،اقرب منھا الی الاقتداء،وطریقتھم الی اتخاذھا مأکلۃ وصناعۃ ،اقرب منھاالی اعتدادھا قربۃ وطاعۃ.

انتھی معناہ علی اختصار اکثرالشواھد،وھی دلیل علی ان فتواہ المحتج بھالیس معناھا مارام ھؤلاء المبتدعۃ ،فانہ سئل فی ھذہ عن فقراء الوقت،فاجاب بذمھم،وان حدیث النبی ﷺلایتناول عملھم،وفی الاولی انما سئل عن قوم یجتمعون لقراء ۃ القرآن،اولذکراللہ، وھذاالسوال یصدق علی قوم یجتمعون مثلا فی المسجد فیذکرون ا للہ کل واحد منھم فی نفسہ اویتلواالقرآن نفسہ کمایصدق علیٰ مجالس معلمین والمتعلمین وماشبہ ذالک مما تقدم التنبیہ علیہ فلایسعہ وغیرہ من العلماء الاان یذکر محاسن ذالک والثواب علیہ، فلما سئل عن اھل البدع فی الذکر والتلاوۃ بین ماینبغی ان یعتمد علیہ الموفق،ولاتوفیق الاباللہ العلی العظیم(الاعتصام للشاطبی ،ج ا ص ۱۸۰ تا۱۸۳ ،الباب الرابع فی مأخذاھل البدع بالاستدلال)

﴿عبارات نمبر3﴾

......وعن قیس بن عبادقال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یکرھون الصوت عند

الثلاثة الجنائز ، والقتال ،والذكر،والمرادبالذكرالوعظ ففى الحديثين كراهة رفع الصوت عندسماع القرآن والوعظ فتبين به ان مايفعله الذين يدّعون الوجدوالمحبة مكروه ولااصل لهٗ فى الدين ،ويستبين به انهٗ تمنع الصوفية ممايعتادونهٗ من رفع الصوت وتخريق الثياب عندالسماع فان ذالک مكروه فى الدين عندسماع القرآن والوعظ (شرح السيرالكبيرللسرخسى ،الجزء الاول ، باب رفع الصوت فى الحرب)

✍ ......رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مكروه ومايفعله الذين يدّعون الوجدوالمحبة لااصل لهٗ ويمنع الصوفية من رفع الصوت وتخريق الثياب ،كذافى السراجية (الفتاوىٰ الهندية الجزء الخامس،كتاب الكراهية ،الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح ورفع الصوت عندقراء ة القرآن)

✍ ......(كذافى ردالمحتار الجزء الاول ،كتاب الصلاة ،قبيل فصل القراء ة ،فروع قرء بالفارسية اوالتوراة اوالانجيل)

✍ ......وعن النبى ﷺ انهٗ كره رفع الصوت عند قراء ة القرآن والجنازة والزحف والتذكيرفماظنک عندالغناء الذى يسمونهٗ وجداًومحبة فانهٗ مكروه لااصل لهٗ فى الدين اه(ردالمحتارج۵ص۲۵۵)

✍ ......ومايفعلهٗ متصرفة زماننا حرام لايجوزالقصدوالجلوس اليه (ردالمحتارج۵ص۲۲۲)

✍ ......نعم الجهرالمفرط ممنوع شرعاًوكذاالجهرالغيرالمفرط اذاكان فيه ايذاء لاحد من نائم اومصل اوحصلت فيه شبهة رياء اولوحظت فيه خصوصيات غيرمشروعة اوالتزم كالتزام الملتزمات فكم من مباح يصيربالالتزام من غيرلزوم والتخصيص من غيرمخصص مكروهاكماصرح بهٖ على القارى فى شرح المشكوٰة والحصكفى فى الدرالمختار وغيرهما (رسالہ ”سباحةالفكرفى الجهربالذكر“مشمولہ رسائل اللكنوى جلد۳ صفحہ۳۴،ناشر:ادارة القرآن كراچى، الطبعة الاولىٰ ۱۴۱۹ھ)

✍ ...... وقدصح من حديث العرباض بن سارية رضى الله عنه قال وعظنارسول الله ﷺ موعظةً بليغةً ذرفت منهاالعيون وو جلت منها القلوب الحديث.فقال الامام الآجرى العالم السنى ابوبكررضى الله عنه ميزواهٰذاالكلام فانهٗ لم يقل صرخنامن موعظة ولاطرقنا علىٰ رؤوسناولاضربناعلىٰ صدورناولازفناولارقصنا كمايفعل كثيرمن الجهال يصرحون عندالمواعظ ويزعقون ويتناشون قال وهٰذا كلهٗ من الشيطان يلعب بهم وهٰذاكلهٗ بدعة وضلالة ويقال لمن فعل هٰذا.اعلم ان النبى ﷺ اصدق الناس موعظة وانصح الناس لامتهٖ وارق الناس قلباًوخيرالناس من جاء بعدهٗ لايشک فى ذالک عاقل ماصرخواعند موعظته

ولازعقوا ولارقصوا ولازفنوا، ولو کان هٰذا صحیحا لکانوا احق الناس به ان یفعلوه بین یدی رسول الله ﷺ ولکنهٗ بدعة وباطل ومنکر، فاعلم ذالک :انتهیٰ کلامهٗ . وهو واضح فیما نحن فیه (الاعتصام للشاطبی، الجزء الاول، الباب الرابع فی مأخذاهل البدع بالاستدلال صفحه ۱۷۹)

...... وعلیٰ هٰذا التقریر ینبغی النظر فی حقیقة الرقة المذکورة وهی المحرکة للظاهر وذالک ان الرقة ضد الغلظ فنقول هٰذا رقیق لیس بغلیظ ومکان رقیق اذا کان لین التراب ومثلهٗ الغلیظ فاذا وصف بذالک فهو راجع الیٰ لینهٖ وتأثرهٖ ضد القسوة ویشعر بذالک قولهٗ تعالیٰ "ثم تلین جلودهم وقلوبهم الیٰ ذکر الله" لان القلب الرقیق اذا اوردت علیه الموعظة خضع لها اولان وانقاد ولذالک قال تعالیٰ انما المؤمنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم فان الوجل تأثر ولین یحصل فی القلب بسبب الموعظة فتری الجلد من اجل ذالک یقشعر والعین تدمع واللین اذا حل بالقلب وهو باطن الانسان ....وسببهٗ ان الذی حل بباطنهٖ لیس بالرقة المذکورة اولاً بل هو الطرب الذی یناسب الغناء، لان الرقة ضد القسوة . کما تقدم. والطرب ضد الخشوع . کما یقوله الصوفیة . والطرب مناسب للحرکة، لانه ثوران الطباع، وذلک اشترک (فیه) مع الانسان الحیوان، کالابل والنحل، ومن لاعقل له من الاطفال، وغیر ذلک، والخشوع ضده لانه راجع الی السکون، وقد فسر به لغة، کما فسر الطرب بانه خفة تصحب الانسان من حزن اوسرور (الاعتصام للشاطبی، الجزء الاول، الباب الرابع فی مأخذاهل البدع بالاستدلال صفحه ۱۸۹ و ۱۹۰ . ملخصاً)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ۔20 / جون 2006ء

نظرِ ثانی۔۱۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ،13 / جولائی 2006ء

اضافہ واصلاح۔۱۶/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ،5 / اپریل 2007ء

مزید اضافہ بموقعہ اشاعتِ سوم:

۱۲/صفر المظفر / ۱۴۳۱ھ 28 / جنوری/ 2010ء یوم الخمیس

دارالافتاء ادارہ غفران، راولپنڈی

تصدیقات وتائیدات اورآ راء

(۱)......حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم

(خلیفۂ اجل: حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری و
حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہما اللہ)

مکرم ومحترم مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

’’بندہ آپ کے مؤقف سے متفق ہے، حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی حلقہ بنا کر ذکرِ لسانی جہر کے ساتھ نہیں کیا۔

لہٰذا جو حضرات مولانا فقیر محمد صاحب کی طرف مروجہ مجالسِ ذکر کی نسبت کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں، اسلام آباد میں بعض احباب کو شفیقُ الامت حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب سکھروی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ) کے ایک واقعہ سے بھی غلط فہمی پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلام آباد تشریف لائے ہوئے تھے تو جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب (معروف ماہرِ فلکیات) نے ذکر دوازدہ تسبیح کی تعلیم کے لئے حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب سے درخواست کی کہ وہ راولپنڈی میں اُن کے مکان پر تشریف لاکر خدام کو ذکر کا طریقہ سکھلا دیں۔

چنانچہ حضرت شفیقُ الامت رحمہ اللہ ایک شب موصوف کے مکان پر تشریف لے گئے، بندہ بھی ساتھ تھا، چند خدام بھی شریک ہوگئے تھے، حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر سے فراغت کے بعد فرمایا کہ اس وقت تعلیم کے لئے ذکر کی مجلس ہوگئی ہے لیکن اس کو معمول نہ بنایا جائے (کیونکہ اس طرح کی تعلیم کو معمول نہیں بنایا جاتا) بہرحال بندہ اجتماعی مجلسِ ذکر سے برأت کرتا ہے، حضرت حکیم الامت مجدّدِ ملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے مستند خلفاء سے بھی

اجتماعی مجلسِ ذکر ثابت نہیں ہے، میرا موقف بھی یہی ہے، جو حضرات اجتماعی مجلسِ ذکر کے جواز کی بندہ کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ غلط فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، اس تحریر کے ذریعہ سے بندہ اپنے موقف سے احباب کو آگاہ کرتا ہے اور اُمّید رکھتا ہے کہ میری زندگی میں یا میرے بعد میری طرف مروّجہ اجتماعی مجلسِ ذکر کے جواز کی نسبت کرنے سے پرہیز کیا جائے گا............''

دعا گو: احقر محمد عشرت علی خان قیصر عفی عنہ

۲۲ر شعبان ۱۴۲۷ھ کراچی

(۲)......حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم

(دارالافتاء والتحقیق، متصل جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک۔ لاہور)

بسم اللہ حامداً ومصلیاً

مضمون ''مروّجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' دیکھا، اس کے مندرجات سے اتفاق ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواحد غفرلہ۔ ۲۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ

(۳)......مولانا مفتی محمد فاروق صاحب زید مجدہم

(رئیس: دارالافتاء والارشاد، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ، ای سیون۔ اسلام آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مذکورہ مسئلہ کے بارے میں جو تحقیق کی گئی ہے وہ درست ہے، آج کل بعض حضرات جو اپنے کو صاحبِ نسبت اور اکابر کے ساتھ اپنی نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں مذکورہ مسئلہ میں انہوں نے راہِ اعتدال اور اکابر کے طریقہ کو چھوڑ کر خاص دنوں میں تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر کے حلقے منعقد کرنے شروع کردیے ہیں۔ اگر غور کیا جائے اور اکابر کے عمل کو دیکھا جائے تو ہمارے اکابر نہ صرف یہ کہ محقق صاحبِ بصیرت عالم تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے صاحبِ نسبت بزرگ بھی تھے، یہ بات

تو ہر عام وخاص کو معلوم ہے کہ دارالعلوم دیو بند کے شیخ الحدیث سے لے کر ایک چپڑ اسی تک ہر شخص صاحبِ نسبت بزرگ تھا۔ اگر دن کو دارُالعلوم دیو بند قال **اللّٰہُ** وقال الرسول کی صداؤں سے گونجتا تھا تو رات کو ہر ایک کے انفرادی ذکر واوراد سے دیواریں گونجتی تھیں معہذا کسی سے بھی تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر کے حلقے ثابت نہیں ہیں۔ جن بعض اکابر...... سے اجتماعی ذکر کا ثبوت ملتا ہے تو اوّلاً وہ تداعی کے ساتھ نہیں تھا، دوم وہ تعلیماً تھا............ مذکورہ مسئلہ کے بارے میں ہمارے اکابر کا طریقہ اور موقف یہی ہے جو استفتاء کے جواب میں تحقیق سے تحریر کیا گیا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

محمد فاروق

رئیس دارالافتاء، جامعہ فریدیہ، ای، سیبون اسلام آباد۔ پاکستان

۱۴۲۷/۶/۲۷ھ/24-07-2006۔فتویٰ نمبر ۲۵۵/۲۳، الف

---

(۴)......مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب زید مجدہم

(دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت گرامی قدر عزیز از جان مولانا مفتی محمد رضوان سلمہٗ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف!

عرض آنکہ طالب ِخیر بخیر ہے ،ماشاء اللہ جناب نے جوالتبلیغ کا علمی وتحقیقی سلسلہ شروع فرمایا ہے، بہت مفید ہے، اللّٰھم زدفزد.

جو مضمون ذکر بالجہر کے متعلق جناب نے تحریر فرمایا، اس کی بہت ضرورت تھی کہ اکابر کا مسلک اور طریق واضح کیا جائے ،اس ضرورت کو جناب نے پورا فرمایا، اس پُرفتن دور میں اپنے اکابر سے وابستہ رہ کر ہی عافیت نصیب ہوسکتی ہے، وگرنہ کسی نہ کسی درجہ میں بدعت اور ضلالت آ ہی جائے گی، بنابریں اس مضمون کو جلد از جلد طبع کرا کر پھیلایا جائے۔......

اللہ تعالیٰ آنجناب کی خدماتِ جلیلہ کو قبول فرماویں اور ہم سب کو اپنے اکابر کے مسلک پر ثبات ودوام اور اپنی رضا نصیب فرماویں۔ آمین۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

شیر محمد علوی

۲۵/ شعبان ۱۴۲۷ھ

خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور

(۵)......مولانا مفتی ریاض محمد صاحب زید مجدہم

(رئیس: دارالافتاء، تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی ومکرمی حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ارسال کردہ تفصیلی فتویٰ وتحریر بعنوان ''اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' کافی وقت ہوا، موصول ہوئی تھی، بندہ نے بغور پڑھی اور استفادہ کیا، بندہ کو اس سے اتفاق ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اس کی ضرورت بھی تھی، اللہ تعالیٰ قبول ومنظور فرمائے۔ فقط۔

ریاض محمد

دارالافتاء تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی۔ ۱۱/۸/۱۴۲۷ھ

مولانا موصوف کی دوسری تحریر

محترمی ومکرمی حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ماہنامہ ''التبلیغ'' کا علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر (۷) ''مروجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' ملاحظہ کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فی نفسہٖ ''نفسِ اجتماعی ذکر کا'' جواز ہے، البتہ مروّجہ اجتماعی مجالسِ ذکر ودرود ناجائز اور متعدد منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہیں، اس لئے یہ واجب الترک ہیں، بندہ کو اس سے

مکمل اتفاق ہے۔فقط

رياض محمد غفرلہ۔۱۴/۱۱/ ۱۴۲۷ھ

دارالافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی

(۶)......مولانا مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہم

(دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی)

باسمہٖ تعالیٰ

حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم (خلیفۂ اجل حضرتِ اقدس نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم) نے اپنا مضمون ''مروجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' بندہ کو مطالعہ کے لئے عنایت فرما کر اس پر اپنے آزادانہ تأثرات تحریر کرنے کا امر فرمایا ہے، اس لئے امتثالِ امر کے طور پر بندہ اپنا مافی الضمیر عرض کرتا ہے کہ مضمون ورسالہ ھٰذا اپنے موضوع پر نہایت ہی جامع اور معتدل رسالہ ہے، اس میں جہاں ایک طرف فقہی نصوص ہیں تو دوسری طرف اکابرین علماءِ دیوبند کی تصریحات ہیں اور یہ اکابرین نہ صرف یہ کہ اپنے دور کے ماہر فقیہ اور مفتی تھے بلکہ تقریباً سب ہی حضرات تصوف وطریقت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے اور علمی مشغلے کے ساتھ ساتھ کثرت سے ذکر کرنے والے بھی تھے۔لہٰذا یہ رسالہ حلقۂ علماء وحلقۂ صوفیاء دونوں کے لئے یکساں مفید اور مشعلِ راہ ہے اور میرے جیسے طلباءِ علم کے لئے بہت سارے حوالے یکجا جمع ہونے کی وجہ سے باعثِ سہولت ومسرت ہے۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات رسالہ مذکورہ کو محض ایک علمی شخصیت کی تحریر سمجھ کر نظر انداز کردیں کہ مسئلہ ھٰذا تو خالصتاً تصوف سے متعلق مسئلہ ہے اور اس میں تصوف سے وابستہ حضرات صوفیائے کرام کی بات کی اہمیت ہونی چاہیئے، اس لئے یہ بات ملحوظ رہے کہ حضرت اقدس مفتی صاحب موصوف زید مجدہم نے ابتدائی تعلیم تھانہ بھون کی خانقاہ میں حاصل کی اور پھر گنگوہ میں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد ہندوستان کے مشہور قصبہ جلال آباد میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے جلیل

القدر خلیفہ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کے مدرسہ وخانقاہ مفتاح العلوم میں تقریباً آٹھ سال تخصص تک تعلیم حاصل کی اس عرصہ کے دوران مفتی صاحب موصوف زید مجدہم کو محقق صوفیاء کی وخانقاہی معمولات کے مشاہدہ اور حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ سے خصوصی مصاحبت ومجالست واصلاحی مکاتبت کے علاوہ ایک مدت تک چوبیس گھنٹے حضرت والا کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل رہی، اس لیے یہ رسالہ فقط ایک خشک عالم ومفتی کی تالیف نہیں بلکہ ایک جلیل القدر بزرگ کے صحبت یافتہ اور دوسرے جلیل القدر بزرگ ''حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب'' کے خلیفۂ اجل عالمِ دین کے قلم سے تحریر کردہ مضمون ہے، لہٰذا اس کو اسی زاویہ نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب موصوف کے فیضِ علمی کو عام وتام فرمائے۔ آمین۔

بندہ محمد یونس

۱۶؍رجب ۱۴۲۷ھ

خادم دارالافتاء واستاد، ادارہ غفران، راولپنڈی

---

(۷)......مولانا مفتی محمد امجد صاحب زید مجدہم

(دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت الاستاد شیخنا ومخدومنا حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم (منظورِ نظر مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ) کا زیرِ نظر رسالہ ذکر کی اجتماعی مجالس کے متعلق شرعی اصولوں، قواعد اور احکام پر مشتمل بہت جامع رسالہ ہے، جو اپنے موضوع کے تمام قابلِ ذکر پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے، اس حوالے سے بہت سے وہ پہلو جن میں خود اہلِ علم کو بھی تردُّد اور خلجان رہتا ہے، اِن کی بھی شرعی اصولوں اور اکابرینِ امت کی تصریحات اور تنقیحات کی روشنی میں وضاحت اس رسالہ میں ہوگئی ہے۔ اساطینِ امت کی اس

مسئلہ کے مثبت ومنفی اور شرعی وانتظامی ہر دو پہلوؤں پر اعتدال اور شرعی حدود وقیود کی بھرپور رعایت کے ساتھ بحث جس قدر باحوالہ اور مدلل انداز میں اس مختصر رسالہ میں جو''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا مصداق ہے، جمع کی گئی ہے، ایک منصف مزاج کی تشفی اور اطمینان کے لئے وہ بس کرتی ہے، اس سے پہلے بھی ہمارے قریبی اکابر نے اس موضوع پر مستقل تالیفات لکھی ہیں جن کے حوالے اس رسالہ میں بھی موجود ہیں، لیکن کل اور آج میں اتنا فرق ہے کہ کل ہم عموماً دوسروں کو آئینہ دکھانے اور احقاقِ حق کا فریضہ ادا کرنے اور منکر پر نکیر کرنے کے لئے یہ فرض سرانجام دیتے تھے تو آج بہت سے موقعے ایسے پیش آرہے ہیں کہ اپنوں کو بھی سمجھانا پڑتا ہے۔ایک خاص تاثر اور احساس جو اس مجالۂ نافعہ کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے نتیجے میں بندہ کے دل ودماغ کی گہرائیوں میں جاگزین ہوا۔رسالہ ھذا کے قارئین خصوصاً اہلِ علم وارباب افتاء کی خدمت میں بھی ہدیہ کروں گا، وہ یہ کہ قدوۃُ الفقہاء حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد سے اس مسئلہ میں شرع شریف کی حدود وقیود پائمال کرنے والے غالیوں پر آپ کی ذاتِ بابرکات کے ذریعے نکیر کا سلسلہ شروع ہوا تو پھر عہد بعہد ان دونوں مرحلوں کا تسلسل چلتا رہا، ان حدود کو پائمال کرنے والے اپنی روش بدلنے پر تیار نہ ہوئے تو عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے وارثین علماء وفقہاء جن کے ہاتھ میں شریعت کا انتظام ہے، انہوں نے بھی اپنی ذمہ داری نہیں چھوڑی اور چھوڑ بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ حدودِ شرع اور اوضاعِ دین کی پاس داری ان کا فرضِ منصبی ہے، علماء وفقہاءِ سابقین کا یہ اُسوہ وطرز آج کے اہلِ علم کے لئے ایک واضح منہاج مہیا کرتا ہے کہ حالات وشخصیات اور طبقات سے متأثر ہونے کے بجائے شریعت کے بے لاگ اصولوں کی پاس داری کی جائے۔ ہر زمانے اور ہر مقام میں اس مسئلہ میں حدود کی پائمالی کے مرتکب بہت سے وہ لوگ ہوتے رہے، جو مشائخ محققین کاملین کے سلسلوں میں بعد کے ادوار میں آتے رہے اور ان بزرگوں کے حقیقی فیضِ نسبت اور دین کی روح سے بہت کم حصہ ان کو نصیب ہوتا، یہ لوگ مشائخِ کاملین کی تعلیمات کی روح اور طریقت کے اصل مقصود سے صرفِ نظر کرکے طریقت کے چند ظاہری اعمال واشغال پر ہی فریفتہ ہوجاتے اور احکامِ شرع میں کماحقہٗ رسوخ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان اعمال واشغال کے

طور وطریق میں بھی حسبِ منشاء تصرف کرتے اور خیال کرتے کہ مشائخ کاملین بھی ایسے تصرفات کرتے تھے، یہاں وہ یہ بات بھول جاتے کہ مشائخِ کاملین اس فن کے مجتہد اور شریعت کی باریکیوں سے باخبر تھے، وہ مسترشدین کی تعلیم اور تربیت کے لئے حسبِ حال ایسے تصرفات علاجاً وانتظاماً شریعت کے حدود کو ملحوظ رکھ کر کرتے، جبکہ یہ لوگ مقلدِ محض ہوتے تھے، ان کو شریعت کے ظاہر سے ہٹ کر اس طرح تصرف کا حق نہ تھا، پھر بھی اسی کو اپنے لئے سرمایۂ فخر اور طرۂ امتیاز سمجھتے (ملاحظہ ہوں رسالے کے آخر میں درج شاطبی کی عربی عبارات)

بمصداق ع چوں نہ داند حقیقت افسانہ زنند

عارف رومی رحمہ اللہ کے درج ذیل شعر کے مخاطب اسی قبیل کے لوگ ہیں۔ ؎

کارِ پاکاں را قیاس برخود مگیر گرچہ یک مانند در نوشتن شیر وشیر

کیونکہ طریقت کا اصل مقصود تزکیۂ نفوس اور اصلاحِ ظاہر وباطن ہے، اذکار واشغال وغیرہ جملہ معمولاتِ مشائخ اسی مقصود کے حصول کے لئے مُمِد ومعاون اور ذریعہ کے طور پر اختیار کئے جاتے ہیں، اب اگر شریعت کے احکام واغراض کی بقدرِ کفایت وضرورت فہم اور تفقہ نہ ہو تو اصلاح وتربیت کے طریقے تجویز کرنے میں سخت لغزشیں پیش آ سکتی ہیں، اس میں محض مشائخِ سابقینِ کاملین کے عمل سے استناد واستشہاد کافی نہ ہوگا، انہوں نے خود اگر علاجاً وانتظاماً کسی خاص وقت، خاص حالت، خاص مخاطبین کے لئے کوئی طریقہ اختیار کیا تو بعد والے کے لئے ان سب اُصولوں سے قطع نظر کر کے کیونکر محض اس عمل میں اتباع کی گنجائش ہوگی، جب تک کہ مالہ وماعلیہ سب چیزوں میں اسے بصیرت اور احکامِ شرع سے ضروری واقفیت نہ ہو، کیونکہ طریقت شریعت کے تابع ہے، شریعت جسم ہے تو طریقت اس کی روح، تصوف فقہ کے بغیر ناکارہ ہے اور فقہ تصوف کے بغیر بے جان حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے:

''شریعت طریقت کے بغیر محض ایک فلسفہ ہے اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ والحاد''

(ملاحظہ ہو: تسہیل قصد السبیل صفحہ ۸، فقہ وتصوف ایک تعارف صفحہ ۳۷)

سب سے آخری درجہ میں خود اس مسئلہ کے مبتلا بہ حضرات کے لئے شریعت کا وہ ضابطہ ہے جو رسالہ

ھٰذا کے آخری حصہ میں موجود ہے کہ جب ایک ایسے امر جو فی نفسہٖ مباح یا مستحسن ہو، کے کسی رخ
و مجمل میں اشتباہ پیدا ہو جائے تو شرعی اصول کی رو سے احتیاط اس خاص مشتبہ رخ کے ترک میں ہے
، اسی میں ہر طرح کی سلامتی ہے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نصِ قرآنی، حکم ربانی ''فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهٖ '' کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ
محمل اور درجے میں آدمی داخل و شامل ہو جائے اور اس آیت کے اگلے حصہ میں اَلرَّاسِخُوْنَ فِي
الْعِلْمِ کا ذکر اور وَمَايَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ کی خبر، اہلِ علم کو بھی رہنمائی کا پورا سامان فراہم کرتی
ہے۔ وَمَاعَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

کاتب الحروف: محمد امجد حسین

۱۳/۷/۱۴۲۷ھ

معین فی الافتاء ادارہ غفران، راولپنڈی

(۸)......مولانا مفتی احسان الحق صاحب زید مجدہم

(دارالافتاء: مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد)

محترم جناب حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مد ظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے بعافیت ہونگے، علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۷ بعنوان ''مروّجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم''
موصول ہوا، بندہ نے اس کا مطالعہ کر کے استفادہ کیا۔

بندہ کو یہی سمجھ آ رہی ہے کہ حضرات اکابر بالخصوص حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت استاذی مولانا
مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی تحقیقات کے مطابق اگر اجتماعی ذکر بالجہر کی مجالس میں تداعی،
جہرِ مفرط، اجتماع یا جہر کو مقصود سمجھنا یا کسی کی ایذاء رسانی کا سبب بننا وغیرہ مفاسد شامل ہوں تو یہ
ناجائز و ممنوع اور داخلِ بدعت ہے، ورنہ فی نفسہٖ ذکر بالجہر یا اجتماعی ذکر جائز بلکہ حسبِ مواقع

مستحسن ہے، اور چونکہ حسبِ تصریح تحقیقِ ھٰذا میں مروجہ اجتماعی ذکر کی مجالس سے وہ مجالسِ ذکر مراد ہیں جن میں مفاسدِ مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی پایا جاتا ہے اس لئے ان کو ممنوع اور بدعت کہنا درست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا الْاِتِّبَاعَ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا الْاِجْتِنَابَ

فقط۔احسان الحق عفی عنہ۔۱۴۲۷/۱۲/۲۴ھ

دارالافتاء مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد

(۹)......مولانا مفتی ثناء اللہ صاحب زید مجدہم

(دارالافتاء: جامعہ قاسمیہ، قاسم ٹاؤن، ڈیرہ غازی خان)

محترم ومکرم بخدمت حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمد للہ ماہنامہ التبلیغ کا علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر ۷ بعنوان ''مروجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' موصول ہوا، بہت ہی توجہ سے اس کا مطالعہ کیا گیا، ماشاء اللہ اس رسالہ میں حضرات اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی ذوق کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرات اکابر رحمہم اللہ نے جن مفاسد کی وجہ سے ان مجالس کو بدعت کہا ہے، آج ہم ان مفاسد کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں، اور قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ اب تو ان مجالس میں عورتوں کی شرکت کو بھی لازمی اور ضروری سمجھا جارہا ہے، اس تمام صورتحال کو سامنے رکھ کر ہم اکابر رحمہم اللہ کی عبارات کی تقلید کرتے ہیں، اور مروجہ مجالس ذکر کے بدعت اور مفسد ہونے پر متفق ہیں۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

کتبہٗ، ثناء اللہ

۱۴۲۸/۱/۱۴ھ

از دارالافتاء جامعہ قاسمیہ، قاسم ٹاؤن، ڈیرہ غازی خان

(۱۰)......مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی زید مجدہم

(مہتمم: مدرسہ امداد العلوم، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، یو، پی، انڈیا
وابن: حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ)

عزیزم مفتی محمد رضوان صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طالبِ عافیت بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔

''اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' ملا، خاصے حصہ کا ایک دو نشستوں میں بڑی دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کیا، جس سے اندازہ ہوا کہ مسئلہ علمی تحقیقی انداز میں منقح اور اکابر علمائے کرام ومفتیانِ عظام کی تائیدات سے مؤید ہوگیا، ماشاء اللہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا حق ادا کر دیا، اور تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ بھی ہوگیا، حق تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرما کر مزید دینی علمی توفیقات سے نوازے، آمین۔

دیکھنے میں آ رہا ہے کہ دیکھا دیکھی دن، تاریخ اور وقت کی تعیین کے ساتھ مجالسِ ذکر، مجالسِ درود اور مجالسِ دعائے جہری کا اہتمام اور تداعی کا اہتمام دن بدن زور پکڑ رہا ہے، جبکہ مستحب عبادات کے لئے اجتماع اور تداعی کو فقہائے کرام نے منع فرمایا ہے، خانقاہوں کا اصل مقصد تزکیۂ باطن اور تہذیبِ اخلاق تو فوت ہوگیا، رسمی اعمال کی بھرمار ہو رہی ہے، کچھ وظائف اور ذکر واذکار بتا دیئے، خوابوں کی تعبیر بتادی، مذکورہ بالا مجالس منعقد کرلیں، سارا زور کیفیات، مکاشفات، منامات اور کرامات پر رہتا ہے، اعمال واخلاق کی درستگی کی کوئی فکر نہیں، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ ان میں مصلح بننے کی صلاحیت ہی نہیں، الا ماشاء اللہ۔

افسوسناک صورتِ حال یہ ہے کہ جن چیزوں کی اصلاح پر ہمارے اکابر نے عمریں کھپا دیں، ان ہی کے نام لیوا اپنی سادہ لوحی یا ذاتی وقتی مفاد کی خاطر پھر ان ہی چیزوں کو ہوا دے کر نئے فتنوں کو جنم دے رہے ہیں۔

شاعرِ مشرق نے اس کی منظر کشی اس طرح کی ہے۔ ؎

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت		کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا		ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے		یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو حق تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں اور اوصاف وکمالات کے ساتھ احوال الناس کا امتیازی علم عطا فرمایا تھا، دین کے ہر رخنہ پر نظر اور اس کے تدارک اور اصلاح کی حکیمانہ تدبیریں ودیعت فرمائی تھیں، جن سے آپ نے خوب خوب کام لیا، اور ہر موقع پر امت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا، آپ نے جس طرح شریعتِ ظاہرہ کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام سرانجام دیا، اس طرح طریقتِ باطنہ کو افراط وتفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی، طریقت کہ جو ایک زمانے سے محض چند رسوم کا مجموعہ ہو کر رہ گئی تھی، اور جس کی اصل حقیقت مستور ہو چکی تھی، حشو وزوائد سے پاک کر کے سلف صالحین کے رنگ پر لا کھڑا کیا، جاہل پیروں اور دوکاندار صوفیوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں ومنگھڑت عقیدوں کی اصلاح فرمائی، جو شریعت اور طریقت کو دو چیزیں سمجھتے اور سمجھاتے رہے، آپ نے اپنے مواعظ وملفوظات اور عام مجالس میں عقائد، عبادات کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اخلاق ومعاملات اور عملی زندگی کے کاروبار کی صحت پر بے حد زور دیا ہے، آپ نے تمام عمر یہی تلقین فرمائی کہ طریقت عین شریعت ہے، احکامِ الٰہی کی باخلاص تمام تعمیل وتکمیل کا ہی نام طریقت ہے، باقی سب ہیچ ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں اجتماعی معمولات تھے ہی نہیں، ہر شخص کے لئے اس کے حسبِ حال نسخہ تجویز ہوتا تھا، اور وہ اپنے معمولات اپنے اپنے حجروں میں پورے کرتا، سالکین کے لئے خانقاہ میں تقریباً پچاس حجرے تھے، تہجد کے وقت خانقاہ کی ایسی کیفیت ہوتی تھی، جیسے شہد کے چھتے پر شہد کی مکھیوں کی بھن بھناہٹ ہوتی ہے، کسی قسم کا شور وغل نہ ہوتا، ظہر وعصر کے درمیان اصلاحی مجلسِ عام منعقد ہوتی، اس میں نو وارد ملاقات کرتے، ہر شخص کو کوئی بات دریافت کرنے یا حاجت وضرورت پیش کرنے کی اجازت ہوتی، اسی وقت حضرت والا

خطوط کے جوابات تحریر فرماتے، اہلِ حاجت کے لئے تعویذ لکھتے، ساتھ ساتھ تربیتی ملفوظات ہوتے رہتے۔

والد صاحب (مولانا ظہور الحسن کسولوی صاحب رحمہ اللہ) سے کئی مرتبہ سنا کہ جس وقت حضرت گنگوہی رحمہ اللہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے مزار پر فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ مزار سے متصل کچھ اینٹیں رکھی ہوئی تھیں، آپ احاطہ سے باہر رک گئے، اور دریافت فرمایا کہ یہ اینٹیں کیسی رکھی ہوئی ہیں؟

لوگوں نے بتایا ان کو فاتحہ پڑھنے والوں کی راحت وسہولت کے لئے مزار سے متصل بچھادیں گے، فوراً تغیر ہوگیا، اور فرمایا کہ جب تک ایک ایک اینٹ احاطہ سے باہر نہیں ہوجائے گی، میں اندر نہیں آؤں گا، چنانچہ چند لمحوں میں خدام نے اینٹیں احاطہ سے باہر کردیں، تب حضرت اندر تشریف لے گئے، اور فاتحہ پڑھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ بھائی یہ جو کلیر اور اجمیر میں تم دیکھ رہے ہو، یہ سب ایک دم سے ایسا نہیں ہوگیا، اس کی ابتداء اس طرح ہوئی ہے، آج اینٹیں بچھائیں گے، کل چاردیواری ہوگی، پھر قبہ بنے گا، چادریں چڑھیں گی، بدعات اسی طرح شروع ہوتی ہیں۔

خود حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنی خانقاہ کو جانشینی کی رسم سے پاک کرنے کی ہدایت فرمائی کہ جگہ کو اصل نہ بنایا جائے۔ ع

نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت نے مستقل رسالہ ''تحفۃ الشیوخ'' تحریر فرمایا، آپ فرماتے تھے کہ ایک خانقاہ کے باقی نہ رہنے کا افسوس نہ کیا جائے، ستر (۷۰) خانقاہیں آباد ہونگی، جن لوگوں کو میں نے اجازت دی ہے، وہ اپنی اپنی جگہ رہ کر کام کریں گے، جہاں گڑ ہوگا مکھی خود بخود آئے گی۔

یہ تھی دور اندیشی اور بےنفسی، تواضع اور للّٰہیت، خود اپنے عمل سے مثال قائم فرما گئے، کیسی احتیاط تھی، اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

سب کو معلوم ہے کہ اس وقت کی تمام مرکزی شخصیات حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے دامنِ

عقیدت سے وابستہ تھیں، حضرت چاہتے تو تھانہ بھون مرکز بن جاتا، لیکن ہدایت فرمادی کہ یہاں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے، جس سے دارالعلوم (دیوبند) اور مظاہر العلوم (سہارنپور) کی مرکزیت کو ٹھیس پہنچے، بڑی کتابیں، بڑے چندے، بڑے مدرسوں کا حق ہے، ان مراکزِ دینیہ کی مرکزیت حضرت کو بے حد عزیز تھی، وہ مسلمانوں کے انتشار کا ایک بڑا سبب ان کی مرکزیت کا فقدان گردانتے تھے، جس درجہ میں جہاں مرکزیت تھی، وہ اس کو غنیمت سمجھتے تھے۔

سید نجم الحسن تھانوی

۲۲/شوال المکرّم ۱۴۲۹ھ

(مدرسہ امدادالعلوم، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، تھانہ بھون)

(۱۱)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

(نائب صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے متعدد رسائل اس دوران ملتے رہے۔

ان میں سے ''وصل'' کے بارے میں پڑھنے کا موقع ملا۔

الحمدللہ مناسب ہے، تکملہ میں آپ نے جس اضافے کی تجویز دی ہے، مناسب ہے، اگرچہ سیاق سے وہ بات سمجھی جاسکتی ہے۔ مگر تصریح بہتر ہے، اس لئے انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دوں گا۔

''ذکر کی مجالس'' والا رسالہ بھی بڑی حد تک پڑھ لیا، بات تو صحیح ہے۔ لیکن چونکہ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ نے اپنے متوسلین میں یہ سلسلہ جاری کیا تھا، اور اس دور میں ہمارے دوسرے بزرگوں نے بھی اس پر زیادہ نکیر نہیں فرمائی، اس لئے لب ولہجہ نرم سے نرم ہونا چاہئے۔

بلکہ بہتر یہ ہوتا کہ حضرت رحمہ اللہ کے بعض اجل خلفاء کو کتاب شائع کرنے سے پہلے ایک ہمدردانہ مشورے کے طور پر ایک خط لکھ دیا جاتا کہ اب حالات بدل رہے ہیں، اس لئے اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے، اس کے بعد کتاب شائع کی جاتی۔ [۱]

لیکن بہر حال! ایک مرتبہ شائع ہوگئی ہے اور اس میں حذف واضافہ بھی ہوا ہے، اس لئے اس نقطۂ نظر سے کتاب پر نظرِ ثانی کر لی جائے کہ لب ولہجہ نرم ہو۔

مثلاً صفحہ ۹ پر (یہ عبارت ہے............) یہ پورا صفحہ قابلِ ترمیم ہے۔

اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے اصلاح کے بجائے دفاع کا جذبہ پیدا ہوگا، اور ایک نئی بحث کا دروازہ کھلے گا۔ ان باتوں کو مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ [۲]

والسلام

محمد تقی

۲۴-۱۲-۱۴۳۰ھ

---

[۱] حضرت والا مدظلہم کا یہ ارشاد بلاشبہ درست ہے، مگر ہمارے پیشِ نظر صرف حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے سلسلہ کے بعض حضرات ہی نہیں ہیں، بلکہ ایک عمومی حکم کا بیان ہے، جس میں بہت سے اہلِ بدعت بھی شامل ہیں، نیز بندہ نے کتاب کی اشاعت سے قبل خط تو نہیں، البتہ اس کا ابتدائی مسودہ متعدد اکابر واہلِ علم حضرات کی خدمت میں ارسال کیا تھا، جس میں یہ وضاحت بھی موجود تھی کہ بعض اکابر نے جس ترتیب پر مجالسِ ذکر کو اختیار فرمایا تھا، اس وقت اس پر زیادہ نکیر اس لئے نہیں کی گئی تھی کہ وہ ترتیب موجودہ حالات سے یکسر مختلف تھی، اور اب وہ ترتیب وحالات بدل چکے ہیں، جیسا کہ اوپر حضرت والا مدظلہم نے بھی تصریح فرمائی ہے۔

ساتھ ہی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے بعض فقیہ واجلِ خلفاء (مثلاً حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب، وحضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہما اللہ) کی تحریرات وفتاویٰ بھی موجودہ ترتیب پر مشتمل مجوث فیہ صورت کے عدمِ جواز سے متعلق اس مضمون کا حصہ تھے، پھر ارسال کردہ اس مسودہ پر بعض اکابر حضرات کی طرف سے تو تائید موصول ہوئی، جبکہ بعض حضرات کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا، بلکہ بعض نے اس کے جواز پر بعض اکابر کے عمل سے استدلال کیا، جس کا جواب مضمون میں موجود تھا، اس کے بعد کتاب شائع کی گئی تھی۔

[۲] الحمدللہ تعالیٰ حضرت والا مدظلہم کی اس ہدایت سے بہت فائدہ محسوس ہوا، اور اس ہدایت کے مطابق بندہ نے دوبارہ مکمل مضمون پر نظرِ ثانی کر کے لب ولہجہ کو حتی الامکان نرم کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور حضرت والا کے نشان زدہ متعلقہ پورے صفحہ کو ترمیم کے بجائے حذف کر دیا ہے۔

اس لئے اب ان شاء اللہ تعالیٰ دفاع کے بجائے اصلاح کا جذبہ پیدا ہونے کی امید ہے۔ واللہ الموفق وھو یھدی السبیل